فتاوی رشیدیہ (کامل)

افادات

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

جلد سوم

جدید مطول حاشیہ

بندہ محمد خالد البلوشی الحنفی
فاضل جامع مطلع العلوم کوئٹہ بلوچستان پاکستان

کتاب کا نام: فتاوی رشیدیہ جلد سوم
مصنف: فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب
نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ
تحقیق وتخریج بندہ محمد خالد حنفی
صفحات: ۵۲۹
ناشر:
سن اشاعت:
تعداد:
کمپوزر: بندہ محمد خالد حنفی

رابطہ
Gmail: khalidhanfi11@gmail.com
03379735574
03185110565

محترم قارئین! اپنی بساط کے مطابق بھرپور توجہ سے پروف ریڈنگ کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہے، پھر بھی انسان کمزور ہے اور غلطی کا امکان موجود ہے۔ قارئین مطلع فرمادیں تو آئندہ درستگی ہوسکتی ہے۔ (حنفی)

کتاب الصوم

روزے کے مسائل کا بیان

ملفوظات

باب روزہ کی قضا اور کفارہ کا بیان

ملفوظات

باب روزہ کس بات سے فاسد ہوتا ہے اور کن باتوں سے نہیں

ملفوظ

باب اعتکاف کا بیان

ملفوظ

کتاب الحج کا بیان

کتاب النکاح کے مسائل

باب رضاعت کا بیان

کتاب الطلاق کے مسائل

باب عدت کا بیان

باب بچوں کی پرورش کا بیان

باب اولیاء اور کفو کا بیان

باب وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ان کا بیان

باب غائب شخص کی بیوی کے مسائل

کتاب البیوع

خرید و فروخت کے مسائل

ملفوظ

باب بیع فاسد کا بیان

باب بیع میں کون سی چیز داخل ہوتی ہے اور کون سی نہیں

ملفوظات

باب سود کے مسائل کا بیان

باب بدھنی کا بیان

باب چیزوں سے الٹ پھیر کرنیکی بیع کا بیان

ملفوظ

کتاب دعویٰ کے مسائل

کتاب اجرت کے مسائل

ملفوظ

باب فیصلہ اور حکم کرنے کے مسائل

کتاب الرہن

رہن کے مسائل

کتاب بخشش کے مسائل

ملفوظ

باب قرض کے مسائل

باب جوئے کا بیان

باب رشوت کا بیان

ملفوظات

کتاب امانت کے مسائل

کتاب اللقطۃ

کتاب گری پڑی چیز کے مسائل

کتاب کسی کو مجبور کرانے کے مسائل

باب زبردستی چھیننے کے مسائل

کتاب وقف کے مسائل

ملفوظات

باب مساجد کے احکام کا بیان

باب نذر اور قسم کا بیان

ملفوظ

کتاب شکار اور ذبح کے مسائل

ملفوظات

کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل

کتاب جواز وحرمت کے مسائل

ملفوظات

کتاب وراثت کے مسائل

ملفوظ

کتاب ذکر و دعا آداب قرآن و تعویذ کے مسائل

ملفوظات

باب حقوق کے مسائل

ملفوظ

کتاب آداب اور معاشرت کے مسائل

ملفوظات

کتاب الصوم

روزے کے مسائل کا بیان

بچے کب سے روزہ رکھیں

﴿سوال﴾:

جب کہ بچوں کے ساتھ حکم نماز کا بعمر سات برس کے سکھلانے کا ہے اور دس برس کے بعد مارنے کا تو کیا روزہ کی نسبت بھی یہی حکم ہے؟

﴿جواب﴾:

روزہ کی نسبت یہ حکم نہیں (۱) فقط۔



---

(۱): اس مسئلے میں فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالی سے دو قول منقول ہیں، ایک قول تو یہی ہے جسے حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔ البتہ دوسرا قول یہ ہے کہ بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز روزہ کا حکم کیا جاوے اور جب دس برس کی عمر ہو جاوے تو مار کر روزہ رکھادے، اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھادے۔

قال الرازی: یؤمر الصبی بالصوم اذا أطاقه وذكر أبو جعفر فيه اختلاف مشايخ بلخ والأصح أنه يؤمر به وسئل أبو جعفر أيضرب ابن عشر سنين على الصوم كالصلاة؟ قال: اختلفوا فيه فقيل: لا وبه قال مالك والصحيح أنه بمنزلة الصلاة فيضرب كذا في الدراية. (النهر الفائق، كاب الصوم، فصل فی العوارض، ج: ۲، ص: ۳۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: ويؤمر الصبی بالصوم اذا أطاقه ويضرب عليه ابن عشر، كالصلاة فی الأصح.

وفی الشامية تحته: والظاهر أنه يؤمر بقدر الاطاقة اذا لم يطق جميع الشهر.

چاند کے معاملہ میں ایک شہر کی خبر سے دوسرے شہر پر کیا اثر پڑے گا

﴿سوال﴾:

خبر رویۃ الہلال رمضان اگر کہیں سے آوے مثلا کلکتہ سے تو مطابق اس کے ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ دور کی خبر کی سند نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ رکھواور افطار کرو چاند دیکھ کر لہٰذا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

شہادۃ معتبرہ سے چاند ہونا انتیس شعبان کا ثابت ہے اگر روزہ نہ رکھا ہو تو ایک روزہ قضا کر لینا اس شخص کا یہ کہنا محض غلطی ہے وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھا (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسد، ج: ۳ ،ص: ۳۸۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی مجمع الانہر، کتاب الصوم، قبیل الفصل الأول نذر صوم یومی العیدالخ، ج: ۱، ص: ۳۷۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج: ۱، ص: ۳۳۹، ط، امدادیه ملتان)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، المتفرقات، ج: ۱، ص: ۲۱۴)

(وکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند، ج: ٦، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ط، دار الاشاعت کراچی)

(۲):قال فاذا ثبت فی بلد لزم جمیع الناس ولااعتبار باختلاف المطالع ھکذا ذکرہ قاضیخان. قال: وھو ظاھر الروایة، ونقله عن شمس الأئمة السرخسی.

چاند کی خبر کے لیے خط اور اعتبار

﴿سوال﴾:

اگر کہیں سے خبر تحقیقی اس بات کی آوے کہ وہاں چاند اتنے اشخاص معتبر نے دیکھا اور شخص معین جس کو وہ اشخاص جانتے ہیں وہ ان کو ایک تحریر اپنی و نیز گواہی گواہان سے مزین کر کے بھیجے تو وہ تحریر قابل سماعت ہوگی یا نہیں اور جو تحریر اس طرح پر ہو تو قابل قبول ہے یا نہیں اور اگر تار کہیں سے آوے کہ چاند ہو گیا وہ معتبر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

تحریر خط جو مثل دستور کے لکھا آیا از طرف فلاں بنام فلاں مثلاً اور مکتوب الیہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کا ہی خط ہے تو اس کا لکھنا خبر رویت ہلال کے بارے میں معتبر ہوگا۔ اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔ اور تار کی خبر بھی مثل تحریر کے ہے مگر وساطت کفار کی موجب عدم قبول ہو جاتی ہے ورنہ تحریر اور خبر تار کا ایک حکم ہے (۳)۔ **کذا یفهم من کتب الفقه.**
واللہ اعلم



(الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصوم، ج: ۱ ،ص: ۱۲۹ ، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴۷۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):في الدر المختار: فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية أولئک بطريق موجب. (الدر المختار معه رد المحتار، كتاب الصوم، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في مجمع الانهر، كتاب الصوم، ج: ۱، ص: ۳۵۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ایک شہر میں چاند نظر آئے تو دوسرے شہر میں کیا کیا جائے

﴿سوال﴾:

اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں اگر ایک بلدہ میں رویت الہلال ہوجاوے اور دوسرے میں اس کی خبر متحقق طور پر بطریق موجب مثل تحریر خطوط معتبر اس درجہ کی کہ ظن حاصل ہوجاوے اور شبہ باقی نہ رہے قرائن سے صداقت ہوجاوے کیونکہ **غلبة الظن حجة موجبة للعمل** فقہاء لکھتے ہیں یا خبر تار میں کہ جو ایسے ہی درجہ کی ہو اور خواہ رؤیت الہلال رمضان المبارک ہو یا شوال یا ذی الحجہ کی یا دیگر کسی ماہ کی؟

﴿جواب﴾:

اختلاف مطالع صوم اور افطار میں تو ظاہر روایت میں معتبر نہیں مشرق کی روایت غرب والوں پر ثابت ہوجاوے گی اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہوئے مگر قربانی اور صلوٰۃ عید ذی الحجہ اور حج میں معتبر ہوگا (۴)۔ **کما حققه فی رد المحتار.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۴):فی الهندية: ولاعبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الرواية كذا فی فتاوی قاضيخان وعليه فتوی الفقيه أبی الليث وبه كان يفتی شمس الأئمة الحلوانی قال لو رأی أهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم علی أهل مشرق كذا فی الخلاصة ثم انما يلزم علی متأخری الرؤية اذا ثبت عندهم أولئک بطريق موجب. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤية الهلال، ج: ۱، ص: ۱۹۸، ۱۹۹)

فی الدر المختار: واختلاف المطالع ورؤيته نهاراً قبل الزوال وبعده غير معتبر علی ظاهر المذهب وعليه أكثر المشايخ، وعليه الفتوی. بحر عن الخلاصة.

وفی الشامية تحته: لأن اختلاف المطالع انما لم يعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية. وهذا بخلاف الأضحية فالظاهر أنها كأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الصوم، مطلب فی اختلاف

چاند کے دیکھنے میں اختلاف مطلع کا اثر کن مہینوں پر پڑے گا

﴿سوال﴾:

اختلاف مطالع رؤیت ہلال رمضان شریف یا شوال یا ذی الحجہ وغیرہ میں معتبر ہے یا نہیں اور تحریر خط یا تار معتبر کہ اپنے قرائن سے تصدیق ہو جاوے اور شبہ مطلق نہ رہے ایسے معاملہ میں معتبر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اختلاف مطالع صوم وافطار میں معتبر نہیں اور سوائے اس کے معتبر ہے یا ظاہر روایت ہے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک صوم وافطار میں بھی معتبر ہے اور تار مثل خط کے ہے اگر تار خط میں ذرائع عدول سے ہوں گے تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں ہوگا (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



المطالع، ج: ۳، ص: ۳۶۳، ۳۶۴، ط، دار عالم الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵):فی البحر: قوله: (ولاعبرة باختلاف المطالع) فاذا رآه أهل بلدة ولم یره أهل بلدة أخری وجب علیهم أن یصوموا برؤیة أولئک اذا ثبت عندهم بطریق موجب ویلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب. وقیل یعتبر فلایلزمهم برؤیة غیرهم اذا اختلف المطلع وهو الأشبه. کذا فی التبیین، والأول ظاهر الروایة وهو الأحوط. کذا فی فتح القدیر وظاهر المذهب وعلیه الفتوی کذا فی الخلاصة. (البحر الرائق، کتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴۷۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصوم، ج: ۱، ص: ۱۲۹، ط، دار العلمیة بیروت لبنان)

اگر تیس دن گزرنے پر شوال کا چاند نہ نظر آئے

﴿سوال﴾:

اگر رؤیت ہلال رمضان المبارک بہ ثبوت شہادت واحدہ ہوئی تو بعد گزرنے تیس دن کے رویت ہلال شوال بسبب غبار ابر نہ ہوتو افطار درست ہے یا نہیں اور درصورت عدم غبار ومطلع صاف کے تیس دن پورے ہو چکے کہ کوئی مہینہ اکتیس کا نہیں ہوتا اور شہادت بھی بطور موجب شرعیہ ہو چکی تھی اور موافق امام محمد علیہ الرحمۃ بھی ہے تو افطار درست ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ایسی حالت میں بعد تیس کے غبار ابر اگر ہوتو افطار باتفاق درست ہے اور مطلع صاف اگر ہوتو شیخین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرے اگر کسی نے امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کیا تو وہ ملام نہیں ہوسکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے(۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۶):في الدرالمختار: وبعد صوم ثلاثين بقول عدلين حل الفطر....ولو صاموا بقول عندل حيث يجوز وغم هلال الفطر لايحل على المذهب خلافاً لمحمد، كذا ذكره المصنف، لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة أنه ان غم هلال الفطر حل اتفاقاً. وفي الزيلعي: الأشبه ان غم حل، والا لا.

وفي الشامية تحته: قوله: (لكن الخ) استدراك على ما ذكره المصنف من أن خلاف محمد فيما اذا غم هلال الفطر بأن المصرح به في الذخيرة، وكذا في المعراج عن المجتبى أن حل الفطر هنا محل وفاق، وانما الخلاف فيما اذا لم يغم ولم ير الهلال، فعندهما لايحل الفطر، وعند محمد يحل كما قال شمس الأئمة الحلواني، وحرره الشرنبلالي في الامداد. قال في غاية البيان: وجه قول محمد: وهو الأصح، أن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعاً، فكم من شيء يثبت ضمناً ولايثبت قصداً. وسئل عنه محمد فقال: ثبت الفطر بحكم القاضي لابقول

تار پر چاند کی خبر کا حکم

﴿سوال﴾:

تار انگریزی خواہ تار بابو دونوں طرف مسلمان ہوں یا خط جو بذریعہ ڈاک انگریزی آیا ہو رؤیت ہلال رمضان یا عیدین میں معتبر ہوں گے یا نہیں اور اگر مفتی شہر یا قاضی شہر اپنے مہر و دستخط کر کے کسی آدمی مسلمان کی معرفت کسی دوسرے شہر یا جگہ خط لکھ کر بھیج دیں کہ یہاں رؤیت ہلال ہوئی ہے لوگوں نے چاند دیکھا ہے یا گواہی چاند دیکھنے والے کی مان لی گئی ہے تو ان کے خط کا اعتبار ہے یا نہیں یا خط پر اپنی مہر اور دوسرے لوگوں کی گواہی ثبت کرا کر آدمیوں مسلمانوں کے ہاتھ بھیجے اور وہ گواہی اس خط کی دیں تب جائز ہے یا نہیں جب شہادت رؤیت ہلال خواہ بذریعہ شہادت یا خط کے شرعاً معتبر سمجھی جاوے اور ایسے وقت پر شہادت پہنچے کہ گنجائش اس وقت صلوٰۃ عید الفطر ادا کرنے کی نہیں ہے ایک شخص بعض اپنے ضعیف احتمال پر روزہ افطار کرے تو شرعاً مرتکب کیسے گناہ کا ہوگا اگر شاہد رؤیت ہلال نمازی

الواحد: يعني لما حكم في هلال رمضان بقول الواحد ثبت الفطر بناء على ذلك بعد تمام الثلاثين. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصوم، ج: ٣، ص: ٣٥٩، ٣٦٠، ٣٦١، ط، دار عالم الكتب رياض)

قال شيخ الاسلام محمد تقي العثماني مدظله: والحالة الثالثة: ماثبت عن أصحابه من الامام أبي يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد رحمهم الله تعالى من أنهم لم يقولوا قولاً الا وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وقد نقل ابن عابدين رحمه الله تعالى عن الحاوي القدسي: روى عن جميع أصحابه الكبار كأبي يوسف ومحمد وزفر والحسن أنهم قالوا: ما قلنا في مسئلة قولاً الا وهو روايتنا عن أبي حنيفةؒ، وأقسموا عليه أيمانا غلاظاً، فلم يتحقق اذن في الفقه جواب ولا مذهب الا له كيف ماكان، وما نسب الى غيره الا بطريق المجاز للموافقة. (أصول الافتاء وآدابه،الأصل الثالث، ص: ١٦٨، ط، مكتبة معارف القرآن كراتشي)

تو ہے مگر خلاف شریعت داڑھی رکھتا ہے یا سود خور ہے یا شرابی ہے یا زانی ہے وغیر ذلک تو اس کی گواہی شرعاً مانی جاوے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

خبر تار کی معتبر نہیں اولاً یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ جس شخص نے تار دیا ہے آیا واقعی وہی شخص ہے یا اس کی طرف سے کسی نے فریب کیا ہے چنانچہ اکثر تار اسی طرح دیئے جاتے ہیں اگر چہ تحریر خط میں بھی یہ بات ہے مگر خط میں طرز تحریر سے اور قرائن مضامین سے کچھ پتہ لگ جاتا ہے تار میں کوئی پتہ اور قرینہ نہیں ہوتا مثلاً تار ایک شخص کے نام سے آیا اور وہ عادل بھی ہے تو معلوم نہیں ہے کہ اس نے ہی تار بابو سے آن کر کہا ہے یا کسی سے کہلا بھیجا ہے اور وہ پیغام لانے والا عادل ہے یا فاسق ہے مطلب سمجھا ہے یا نہیں۔ ثانیاً بابو تار دینے والا معلوم نہیں ہوتا ہے کہ عادل یا فاسق۔ ثالثاً تار لینے والا علی ہذا القیاس معلوم نہیں کہ کیسا ہے۔ رابعاً اکثر تار لینے میں اشارات کی خطا ہو جاتی ہے مثلاً اکثر جملہ استفہامیہ کو جملہ خبریہ سمجھ جاتے ہیں وغیر ذلک خامساً ترجمہ کرنے والا اس تار کا بیشتر خطا کرتا ہے۔ جب اس قدر اشتباہ خبر تار میں موجود ہیں تو دیانات میں ایسی خبر کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے اگر یہ سب احتمالات مرتفع ہو جاویں تو خبر معتبر ہو جاوے گی اور یہ بظاہر محال۔ پس خبر تار کی تو لغو ہوئی اب رہا خط ڈاک کا سو اس میں یہ شبہ کہ فقہاء لکھتے ہیں: **الخط یشبہ الخط** (۷). تو وہ اعتبار کے قابل نہ ہوا پس ایسا خط کہ جس پر اعتبار ہو وہ وہ خط ہے کہ عادل لکھے اور اپنی رؤیت بیان کرے ساتھ دوسرے عادل کے دیکھنے کے اور اس عادل کو کہہ دیں گے کہ میں نے دیکھا یا عادلین کا اس شخص سے یہ بیان کرنا کہ ہم نے دیکھا اور کسی عادل کے ہاتھ وہ خط آوے اگر چہ امام صاحب رحمہ اللہ نے کتاب القاضی میں زیادہ تشدد فرمایا ہے مگر اتنا جو لکھا گیا یہ

---

(۷):(مجمع الانہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۳۰، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ادنیٰ درجہ ہے اور یہ وسعت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ثابت ہوتی ہے(۸) بدون اس کے تو خط بھی قابل اعتبار کے نہیں قاضی اور مفتی مسائل کا یہ لکھنا کہ یہاں رؤیت ہلال ہوئی ہے۔ قابل اعتبار نہیں ہے اولاً فقہاء نے ایسی خبر کو قابل اعتبار نہیں سمجھا ہے ثانیاً اس زمانہ کے قاضی اور مفتی مشاہدہ سے معلوم ہیں کہ مسائل فقہ سے ایسے بے خبر ہیں کہ اگر ان کو عوام کہا جائے تو بجا ہے ہاں اگر وہ عادل ہوں اور یوں بیان کریں کہ ہم سے دیکھنے والوں نے فلاں فلاں عادلین نے بیان کیا ہے عادل بھی کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا اور بدست عادل اپنا خط روانہ کریں تو اس پر عمل کرنا درست ہے اگر موافق قاعدہ شرعیہ کے ثبوت رویت ہلال کا ہو جاوے تو اگر چہ وقت عصر کے ہی خبر معلوم ہو تو افطار روزہ کا لازم ہے کہ عدم افطار میں معصیت ہے کہ شرعاً ثابت ہو چکا ہے کہ آج یوم فطر ہے۔ اب روزہ رکھنا یوم الفطر کا خود ممنوع ہے(۹) عدم افطار میں مرتکب اس معصیت کا ہوگا اور اگر موافق قاعدہ شرع کے

---

(۸):في الاشباه: لايعتمد على الخط ولايعمل به.

وفي غمز عيون البصائر تحته: قوله: "لايعتمد على الخط ولايعمل به" في خزانة الاكمل أجاز أبو يوسف ومحمد العمل بالخط في الشاهد والقاضي والراوي اذا رأى خطه ولايتذكر الحادثة. قال في العيون: والفتوى على قولهما كذا في رسالة ابن الشحنة في العمل بالخط اذا تيقن انه خطه، سواء كان في القضاء او الرواية أو الشهادة في الصك في يد الشاهد لان الغلط فيه نادر، واثر التغيير يمكن الاطلاع عليه، وقلما يشتبه الخط من كل وجه فاذا تيقن ذلك جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس. (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، كتاب القضاء والشهادات والدعاوي، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ و في رد المحتار على الدرالمختار، كتاب القضاء، باب القاضي الى القاضي وغيره، ج: ۸، ص: ۱۳۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹):في عن ابن شهاب، عن أبي عبيد مولى ابن ازهر، انه قال: شهدت العيد مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه. فجاء فصلى. ثم انصرف فخطب الناس. فقال:

ثبوت نہیں اور ایسی خبر سے معلوم ہوا ہے کہ جس کا غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تو افطار ممنوع ہوگا۔ بلکہ روزہ کا اتمام چاہیے۔ افطار کرنے میں گنہگار ہوگا۔ کہ بدون حجت شرعی اس نے روزہ فاسد کیا فقط نماز پڑھنے سے عادل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ عادل وہ ہے کہ سب کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو(۱۰) یہاں تک کہ فقہاء لکھتے ہیں اگر کسی نے چاند دیکھا اور اس نے شہادت دینے میں تاخیر کی اور پھر بعد وقت کے وہ چاند دیکھنا بیان کرے تو اس کی

ان هٰذين يومان. نهى رسول اللهﷺ عن صيامهما: يوم فطركم من صيامكم، والآخر يوم تأكلون فيه من نسككم. وفى الفتح تحت هٰذا الحديث: وعن ابن عمر نحوه، وقد أجمع العلماء على تحريم صوم هذين اليومين بكل حال، سواء صامهما عن نذر، أو تطوع أو كفارة، أو غير ذلك. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الصيام، باب النهى عن صوم يوم الفطر ويوم الأضحى، ج: ٦، ص: ٢٢٥، ٢٢٦، ط، دار أحياء التراث العربى بيروت لبنان)

فى الناتارخانية: يكره الصوم فى العيدين وأيام التشريق لانعقاد الاجماع، ولو صام يكون صائما مسيئا. (الفتاوى الناتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثامن فى بيان الأوقات التى يكره فيها الصوم، ج: ٣، ص: ٤١٠، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

(١٠):فى الهندية: أن العدل فى الشهادة أن يكون مجتنباً عن الكبائر ولايكون مصرا على الصغائر. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول فى تعريفها وركنها .الخ، ج: ٣، ص: ٤٥٠)

وفى البحر: وحقيقة العدالة مكلة تحمل على ملازمة التقوى والمروءة والشرط أدناها وهو ترك الكبائر والاصرار على الصغائر. (البحر الرائق، كتاب الصوم، ج: ٢، ص: ٤٦٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/وفى مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، كتاب الشهادات، ج: ٣، ص: ٢٦١، ٢٦٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

گواہی معتبر نہ ہوگی (۱۱) کیونکہ اس پر فوراً خبر دینا واجب تھا یہ شخص ترک واجب کر کے فاسق بن گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



ستائیسوں رجب کے روزہ کی فضیلت

﴿سوال﴾:

۲۷ تاریخ صوم رجب کا ثبوت حدیث سے ہے یا نہیں اور فضائل اعمال میں تو حدیث ضعیف قابل عمل ہوتی ہے نہ کہ ثبوت اعمال میں لائق قبول ہو اور اگر ہو سکتی ہے تو اس کی تحریر فرمالویں؟

﴿جواب﴾:

فضیلت ستائیس صوم رجب کی کسی حدیث صحیح سے منقول نہیں (۱۲) رجب وغیر

---

(۱۱):فی التاتارخانیة: الظهيرية: اذا شهد الشهود على هلال رمضان فی اليوم التاسع والعشرين منه أنهم رأوا هلال رمضان قبل صومهم بيوم ان كانوا فی هذا المصر ينبغی أن لاتقبل شهادتهم لأنهم اعرضوا عما كان حقا عليهم، وان جاؤا من مكان بعيد جازت شهادتهم لفقد التهمة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثانی فيما يتعلق برؤية الهلال، ج: ۳، ص: ۳۶۲، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصوم، ج: ۲، ص: ۴۶۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲):اخرج البيهقی عن سلمان الفارسیؓ قال قال رسول اللهﷺ: فی رجب يوم وليلة، من صام ذلک اليوم وقام تلک الليل كمن صام من الدهر مائة سنة، وقام مائة سنة وهو ثلاث بقين من رجب، وفيه بعث الله محمداً. وروى ذلک باسناد آخر أضعف من هذا. وقال العلامة عبدالعلی فی تخريج هذا الحديث: اسناده ضعيف. وكذا اخرج هذا الحديث الحافظ ابن حجر فی تبيين العجب: وقال تحته:

رجب برابر ہیں مگر بعض احادیث سے اشہر حرم کی کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے(۱۳) پس چاروں ماہ حرام برابر ہوئے سوائے ایام معدودہ کے جن کی فضیلت ثابت ہوئی ہے۔ بعد اس کے اگر ضعیف روایت سے فضیلت صوم رجب کی ثابت ہو تو روزہ رکھنا جائز ہے کیونکہ صوم خود عبادت ہے مگر جب صوم رجب کے مثل واجب کے جانا جاوے تو اس وقت بدعت ہو جاوے گا(۱۴) پس ثبوت صوم کا تو مطلق فضیلت صوم نفل سے ثابت ہے اور پھر اشہر حرم

هذا حديث منكر الى الغاية. وهياج هو ابن بسطام الهروى. روى عن جماعة من التابعين. وضعفه ابن معين، وقال أبو داؤد: تركوه.(انظر: الجامع لشعب الايمان، باب فى الصيام، تخصيص شهر رجب بالذكر، ج: ٥، ص: ٣٤٥، رقم: ٣٥٣٠، ط، مكتبة الرشد رياض/ وتبيين العجب بما ورد فى شهر رجب، ص: ٦٣، ط، مؤسسة قرطبة)

(١٣):عن أبى مجيبة الباهلى عن أبيه أو عن عمه قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم فقلت يا نبى اللّٰه أنا الرجل الذى اتيتك عام الأول قال فما لى رأى جسمك ناحلا قال يارسول اللّٰه ما أكلت طعاما بالنهار ما أكلته الا بالليل قال من أمرك أن تعذب نفسك قلت يارسول اللّٰه انى اقوى قال صم شهر الصبر ويوماً بعده قلت انى اقوى قال صم شهر الصبر ويومين بعده قلت انى اقوى قال صم شهر الصبر وثلاثة أيام بعده وصم أشهر الحرم. اخرجه ابن ماجة فى سننه وقال العلامة صفاء الضوى فى تخريج هذا الحديث ضعيف. انظر: (اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب صيام أشهر الحرم، ج: ٢، ص: ٤٠٣، رقم: ١٧٤١)

(١٤):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح

کے صوم سے ثابت ہے اور فضل خاص اگر ضعیف روایت سے ہوتو اس پر عمل درست ہے جب تک موکدہ واجب نہ جانا جاوے (۱۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳، ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۵):فى الأجوبة الفاضلة: وقال التووى فى "التقريب": يجوز عند أهل الحديث التساهل فى الأسانيد الضعيفة، ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف، والعمل به من غير بيان ضعفه فى غير صفات الله والأحكام. انتهىٰ.

قال السيوطى فى شرحه "التدريب": لم يذكر ابن الصلاح والمصنف ـ ههنا وفى سائر كتبه ـ لما ذكر سوى هٰذا الشرط، وهو كونه فى الفضائل ونحوها، وذكر شيخ الاسلام له ثلاثة شرط: أحدها: أن يكون الضعف غير شديد، فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين، بالكذب ومن فحش غلطه.

والثانى: أن يندرج تحت أصل معمول به.

والثالث: أن لايعتقد عند العمل به ثبوته، بل يعتقد الاحتياط. وهذان ذكرهما ابن عبد السلام وابن دقيق العيد. وقيل لايجوز العمل به مطلقاً، وقيل يعمل به مطلقاً. انتهىٰ. وقال ابن الهمام فى كتاب الجنائز من فتح القدير: الاستحباب يثبت بالضعيف غير موضوع. انتهىٰ.

وقال النووى فى كتاب "الأذكار": قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل فى الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا. (الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة، بحث قبول الحديث الضعيف فى فضائل الاعمال، ص: ۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى/وفى قواعد فى علوم الحديث، الفصل الثالث فى حكم العمل بالضعيف الخ، ص: ۹۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى/ وفى تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى، التوع الثانى والعشرون: المقلوب، ج: ۱، ص: ۵۰۲،

ہزاری روزہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

۲۷ رجب کو روزہ رکھنا کہ جس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس روزہ کا ثواب ہزاروں کا ہوتا ہے اور حضرت بڑے پیر صاحب بھی شاید اس کو ایسا ہی لکھتے ہیں آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے یہ روزہ رکھ لیا تو اس کو توڑ دینا چاہیے یا نہیں اور اگر کوئی شخص بدعت بتا کر اس روزہ کو تو ڑوادے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور ۲۷ رجب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ عظامؓ سے روزہ رکھنا ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

۲۷ رجب کا روزہ رکھنا جائز ہے کہ ہر روز روزہ نفل درست ہے سوائے پانچ روز منہی عنہ کے (۱۶) فضیلت اس کی صحاح احادیث میں نہیں ہے۔ فقط



رجب کے روزہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

سفر السعادت میں درباب رجب فرماتے ہیں ''ورجب را روزہ داشتن نہی فرمودہ

۵۰۳، ۵۰۴، ط، دار العاصمة رياض)

(۱۶):في التاتارخانية: يكره الصوم في العيدين وأيام التشريق لانعقاد الاجماع، ولو صام يكون صائما مسيئا. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثامن في بيان الأوقات التي يكره فيها الصوم، ج: ۳، ص: ۴۱۰، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

في الفتح: وأيام التشريق ثلاثة بعد يوم النحر. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، ج: ۶، ص: ۲۲۸، ط، دار أحياء التراث العربي بيروت لبنان)

وایضاً در باب روزہ رجب وفضل آن چیزے ثابت نشدہ'' بلکہ کراہیت وارد شدہ عبارت مذکورہ سے مطلق رجب میں روزہ رکھنا منع ومکروہ معلوم ہوتا ہے صحیح ہے یا مراد اس سے کوئی خاص روزہ ہے جس کو ہزاری وغیرہ کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾:

رجب کا روزہ رکھنا مباح وجائز ہے مگر خصوصیات کسی تاریخ کی کرنا یا اس کو مسنون اور دیگر ایام سے افضل جاننا یا زیادہ موجب ثواب جاننا اس کو مکروہ بدعت لکھتے ہیں (١٧) ورنہ جیسا تمام سال ہے رجب بھی ایک ماہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم اور ہزاری لکھتی کچھ نہیں اسی وجہ بدعت لکھا ہے۔ فقط



٢٧ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا

﴿سوال﴾:

٢٧ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

٢٧ رجب کے روزہ کی فضیلت صحاح احادیث میں ثابت نہیں مگر غنیۃ میں سید

---

(١٧):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فی الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:٣،ص: ٢٦، رقم: ٩٤٦،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے لکھا ہے اس کو محدثین ضعیف کہتے ہیں (۱۸)۔ حدیث ضعیف سے ثبوت نہیں ہوسکتا ہے۔ نفس روزہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



شہادت معتبرہ سے اگر ثابت ہو جائے کہ جس دن روزہ رکھنا چاہئے تھا نہیں رکھا گیا تو کیا کیا جائے

سوال:

یہاں پر پہلا روزہ رمضان شریف کا جمعرات کے روز ہوا رؤیت ہلال شوال کی جمعرات کی ہوئی اور عید بروز جمعہ ہوئی اور انتیس روزے ہوئے بعض مقامات شملہ وکوہ منصوری ونینی تال وبھوپال میں سنا گیا کہ روزہ بدھ کا ہوا اور مقامات مذکورہ کے باشندگان کے پورے تیس روزے ہوئے زیادہ تر خارجاً یہاں یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت مولانا صاحب عم فیضہ نے بدھ کے روزے کی بابت تحقیق فرمالی ہے اور انتیس روزہ رکھنے والوں کو ایک روزہ رکھنے کے واسطے حکم فرما دیا ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ آیا ہم لوگوں کو جنھوں نے

---

(۱۸): عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من صام يوم السابع والعشرين من رجب كتب له ثواب صيام ستين شهراً، وهو أول يوم نزل فيه جبريل على النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالرسالة. (الغنية لطالبی طريق الحق عزوجل، مجلس فی فضائل شهر رجب، فصل فی فضل صيام يوم السابع والعشرين من رجب، ج: ١، ص: ٣٣٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے اس مذکورہ بالا حدیث اور اس کے علاوہ بعض دوسرے احادیث کو نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: فهذه احاديث ذكرت فيما حضر عندنا من الكتب ولم يصح منها على ما قالوا شئ وغايته الضعف وجلها موضوع والله اعلم. (ماثبت بالسنة فی الايام السنة، ذكر شهر رجب، ص: ١٧٦، ١٨٣)

انتیس روزے رکھے ہیں کہ ایک روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں اور کوہ شملہ و منصوری و نینی تال جو بلندی پر آباد ہیں وہاں کی رؤیت ہلال ہمارے واسطے لازم ہے یا نہیں اور یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہم نے جب یہ خبر سنی کہ پہلا روزہ بدھ کا ہوا ہے تو یہاں علی العموم منگل کے روز اپنی ۱۳ رمضان کو ان لوگوں کی ۱۴ رمضان کو چاند بیٹھ جاوے گا اور دیر سے نکلے گا مگر چاند ۱۳ تاریخ ہی کے موافق نظر آیا اور دن سے موجود تھا۔ اگلے روز ہم نے اپنے حساب کے موافق ۱۴ تاریخ بروز بدھ کے چاند کو دیکھا تو فی الواقع بدھ کے ہی روزہ رمضان کی ۱۴ تاریخ تھی اور اس بدھ کے دن چاند بیٹھ گیا تھا یعنی دیر سے نکلا صورتہائے مفصلہ و معروفہ بالا میں ہر ایک بات پر خیال فرما کر جو حکم شرعی ہو فوراً آگاہی بخشئے چاند کے بیٹھنے کی طرف ضرور خیال فرمالیا جاوے ہمیشہ چاند ۱۴ تاریخ بدھ کو ہوئی اور شملہ و منصوری وغیرہ مقامات کی رؤیت ہمارے واسطے قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

شہادت معتبرہ سے یہ امر پورے طور سے ثابت ہوگیا ہے کہ پہلا روزہ چہار شنبہ کا ہوا یہاں بھی اس روزہ کی قضا کی گئی ہے۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے چہار شنبہ کو روزہ نہیں رکھا وہ لوگ ایک روزہ بہ نیت قضائے رمضان رکھ لیویں (۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۹):فی الدر المختار: فیلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب. (الدر المختار معه رد المحتار، کتاب الصوم، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: أهل المصر صاموا رمضان بغیر رؤیة الهلال، وفیهم رجل لم یصم حتی رأی الهلال من الغد، فصام أهل المصر ثلاثین یوما وهذا الرجل تسعة وعشرین، ثم أفطروا جمیعاً، فان کان أهل المصر رأوا هلال شعبان وعدوا شعبان ثلاثین یوما کان علی هذا الرجل قضاء الیوم الأول. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب

ملفوظات

چاند کی خبر خط کے ذریعہ

﴿۱﴾ چاند کی خبر تحریر خط سے دریافت ہوسکتی ہے مکتوب الیہ کو غالب گمان یہ ہے کہ فلاں کاتب عدل کا خط ہے اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا۔ تو اس پر عمل درست ہے (۲۰) کتاب القاضی جیسی توکید وتوثیق ضروری نہیں۔ اور امام ابو یوسف نے خود وہ قیود کتاب القاضی میں بھی کم کردی تھیں۔ بعد تحریر کے فقط دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ اپنا نامہ ہرقل کو بھیجا (۲۱)۔ تو ہرقل نے یہ نہ کہا کہ ایک آدمی کا

الصوم الفصل الثانی فی بیان رؤیة الهلال، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۲۰):فی الاشباه: لایعتمد علی الخط ولایعمل به.

وفی غمز عیون البصائر تحته: قوله: "لایعتمد علی الخط ولایعمل به" فی خزانة الاکمل أجاز أبو یوسف ومحمد العمل بالخط فی الشاهد والقاضی والراوی اذا رأی خطه ولایتذکر الحادثة. قال فی العیون: والفتوی علی قولهما کذا فی رسالة ابن الشحنة فی العمل بالخط اذا تیقن انه خطه، سواء کان فی القضاء او الروایة أو الشهادة فی الصک فی ید الشاهد لان الغلط فیه نادر، واثر التغییر یمکن الاطلاع علیه، وقلما یشتبه الخط من کل وجه فاذا تیقن ذلک جاز الاعتماد علیه توسعة علی الناس. (غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر، کتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب القضاء، باب القاضی الی القاضی وغیره، ج: ۸، ص: ۱۳۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۱):عن ابن عباس أن أبا سفیان أخره، من فیه الی فیه، قال: انطلقت فی المدة التی کانت بینی وبین رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: فبینا أنا بالشام، اذا جیء بکتاب

اعتبار نہیں ہے اور نہ آپ کو یہ خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا۔ علی ہذا ارسال نامجات پر آپ کے زمانے میں اور خلفاء کے زمانے میں دو دو گواہ کہیں نہیں گئے۔ فقط والسلام

﴿۲﴾ ہزاری روزہ جو رجب کا مشہور ہے اس کی اصل احادیث سے کچھ نہیں نکلتی مگر شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کی غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے وہ احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں (۲۲)۔ اگر ضعیف پر عمل کرلیوے فضائل میں درست کہتے ہیں (۲۳)۔ فقط والسلام



من رسول الله ﷺ الی هرقل، [یعنی عظیم الروم] قال: وکان دحیة الکلبی جاء به، فدفعه الی عظیم بصریٰ، فدفعه عظیم بصریٰ الی هرقل، فقال هرقل: هل هٰهنا أحد من قوم هٰذا الرجل الذی یزعم أنه نبی؟ قالوا: نعم... الی آخر الحدیث. (اخرجه مسلم فی صحیحه فی کتاب الجهاد والسیر، باب کتب النبی ﷺ الی هرقل ملک الشام یدعوه الی الاسلام، ص: ۷۸۷، رقم: ۴۶۰۷، ط، دار السلام ریاض)

(۲۲): (دیکھئے: حاشیہ نمبر: ۱۸)

(۲۳): فی الأجوبة الفاضلة: وقال النووی فی "التقریب": یجوز عند أهل الحدیث التساهل فی الأسانید الضعیفة، وروایة ما سوی الموضوع من الضعیف، و العمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات الله والأحکام. انتهٰی.

قال السیوطی فی شرحه "التدریب": لم یذکر ابن الصلاح والمصنف ۔ ههنا وفی سائر کتبه ۔ لما ذکر سوی هٰذا الشرط، وهو کونه فی القضائل ونحوها، وذکر شیخ الاسلام له ثلاثة شرط: أحدها: أن یکون الضعف غیر شدید، فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین، بالکذب ومن فحش غلطه.

والثانی: أن یندرج تحت أصل معمول به.

والثالث: أن لایعتقد عند العمل به ثبوته، بل یعتقد الاحتیاط. وهذان ذکرهما ابن عبد السلام وابن دقیق العید. وقیل لایجوز العمل به مطلقاً، وقیل یعمل به مطلقاً. انتهٰی. وقال ابن الهمام فی کتاب الجنائز من فتح القدیر: الاستحباب یثبت بالضعیف غیر موضوع. انتهٰی.

باب روزہ کی قضا اور کفارہ کا بیان

کفاروں کی ادائی میں دیر کرنا

﴿سوال﴾:

جس کے ذمہ روزہ کفارہ کے ہوں طلب علم میں ہو یا حفظ کلام اللہ میں اگر روزہ رکھتا ہے تو طلب علم میں نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو اس کا مؤاخذہ سخت ہوتا ہے کہ کفارہ کے روزے اس کے ذمہ ہیں اگر بعد طلب علم کے رکھ لے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کفارہ کے روزں میں دیر نہ چاہیے اگرچہ حفظ قرآن وتحصیل علم میں حرج لازم آوے(۱)۔



وقال النووی فی کتاب "الأذکار": قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل فی الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا. (الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة، بحث قول الحديث الضعيف فی فضائل الاعمال، ص: ۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية کراتشی)

(۱): فی البدائع: والكلام فی كيفية وجوب القضاء انه على الفور أو على التراخی كتالكلام فی كيفية الوجوب فی الامر المطلق عن الوقت أصلا كالامر بالكفارات والنذور المطلقة ونحوها وذلک على التراخی عند عامة مشايخنا.....وحكی الكرخی عن أصحابنا انه على الفور والصحيح هو الاول. (بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب الصوم، فصل وأما حكم الصوم المؤقت، ج: ۲، ص: ۱۰۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

کئی رمضان کے کئی روزوں کا کفارہ

﴿سوال﴾:

اگر قضاء چند صوم رمضان کے سبب کفارات ہوں خواہ دو رمضان کے جمع ہوں تو کفارہ ایک ہی کافی ہوگا یا ہر ایک صوم کا علیحدہ اور اگر طالب علمی میں کفارہ ادا نہ کر سکے تو بعد فراغ علم درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کفارات میں تداخل ہوجاتا ہے۔ اگر دس روزہ رمضان کے خواہ ایک ماہ خواہ چند سال کے جمع ہوں تو ایک کفارہ کافی ہے(۲) اور بعد فراغ طالب علمی کے کفارہ دیوے تو بھی درست ہے(۳) مگر جب تک طاقت صوم کی ہے۔ اطعام جائز نہ

---

(۲):فی البزازیة: اذا تعدد الافطار قبل التکفیر یکفیه کفارة واحدة وان فی رمضانین فکل کفارة وقال محمد یکفیه کفارة واحدة قال فی الاسرار وعلیه الاعتماد. (الفتاوی الزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصوم، الفصل الثالث فیما یفسد ومالایفسد وموجب القضاء والکفارة، نوع آخر جامعها متعمدا علیهما الکفارة الخ، ج: ۴، ص: ۱۰۲،۱۰۳)

وفی حاشیة الطحطاوی: ولو تکرر فطره، ولم یکفر للأول تکفیه واحدة، لو فی رمضانین عند محمد، وعلیه الاعتماد بزازیه ومجتبی وغیرهما. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب مایفسد به الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء، ص: ۶۶۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳):فی بدائع: والکلام فی کیفیة وجوب القضاء انه علی الفور أو علی التراخی کتالکلام فی کیفیة الوجوب فی الامر المطلق عن الوقت أصلا کالامر بالکفارات والنذور المطلقة ونحوها وذلک علی التراخی عند عامة مشایخنا.. ...وحکی الکرخی عن أصحابنا انه علی الفور والصحیح هو الاول. (بدائع الصنائع

ہوگا (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کئی روزے توڑنے کے کفارے کتنے ہوں گے

﴿سوال﴾:

جس شخص نے چند روزہ رمضان بعد بلوغ کے توڑے ہوں اور یاد نہ ہوں کہ کتنے روزوں کا کفارہ دینا ہوگا تو کیا ایک کفارہ سب کے لئے کافی ہے؟

﴿جواب﴾:

کئی روزہ توڑنے کا کفارہ ایک ہی ہے خواہ رمضان ایک ہی کے روزہ توڑے ہوں یا

فی ترتیب الشرائع، کتاب الصوم،فصل وأما حکم الصوم المؤقت، ج: ۲، ص: ۱۰۴، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)

(۴):فی البذل: وأما المسألة الرابعة: وهی هل هذه الکفارة مرتبة، ککفارة الظهار، أو علی التخییر؟ والمراد بالترتیب أن لاینتقل المکلف الی واحد من الواجبات المخیرة الا بعد العجز عن الذی قبله، وبالتخییر أن یفعل منها ما شاء ابتداء من غیر عجز عن الآخر، فاختلفوا فی ذلک، فقال الشافعی وأبو حنیفة والثوری وسائر الکوفیین: هی مرتبة، فالعتق أولا، فان لم یجد فالصیام، فان لم یستطع فالاطعام. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصیام، باب کفارة من اتی أهله فی رمضان، ج: ۸، ص: ۵۵۸، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

قال العلامة ابن عابدین الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: قوله: (ککفارة المظاهر) مرتبط بقوله "وکفر" أی مثلها فی الترتیب فیعتق أولاً، فان لم یجد صام شهرین متتابعین، فان لم یستطع أطعم ستین مسکیناً لحدیث الأعرابی المعروف فی الکتب الستة. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد وما لایفسد، مطلب فی الکفارة، ج: ۳، ص: ۳۹۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کئی رمضان کے توڑے ہوں (۵)۔فقط



عید کی خبر دوسری جگہ سے آنے پر روزہ رکھنے والے کیا کریں

﴿سوال﴾:

جوانب واطراف سے خبریں عید ہونے کی بروز پیر کے معتبر ویقینی سن کر چند آدمیوں نے روزہ ظہر کے وقت توڑ دیا زید کہتا ہے کہ ان آدمیوں کے ذمہ کفارہ روزہ کا لازم ہوگیا بکر کہتا ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوا قضا واجب ہوگئی کہ جن آدمیوں نے روزہ توڑا اس نیت سے توڑا کہ عید کے دن روزہ منع ہے کچھ خواہش نفس سے نہیں توڑا جن شخصوں نے روزہ توڑا شریعت کا کیا حکم ہے آیا کفارہ لازم ہوگیا یا قضا کا روزہ رکھے یا نہ رکھے؟

﴿جواب﴾:

جب دلیل شرعی سے ثابت ہوگیا کہ اتوار کے دن چاند ہوگیا تو پیر کے دن افطار واجب ہوگیا افطار کرنے والوں پر نہ قضا ہے نہ کفارہ (۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۵):ولو جامع فی رمضانین فعلیه كفارتان و ان لم يكفر للأولى فی ظاهر الرواية وهو الصحيح. كذا فی الجوهرة، وقال محمد: عليه واحدة. قال فی الأسرار: وعليه الاعتماد. وكذا فی البزازية. (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسد، ج: ۲، ص: ۴۸۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۶):فی الملتقٰى: ويلزم صوم نفل شرع فيه الا فی الأيام المنهية.

وفی الدر المنتقٰى تحته:(الا فی الأيام المنهية) فلايلزم الاتمام فی ظاهر الرواية. (الدر المنتقٰى فی شرح الملتقٰى على هامش مجمع الانهر، كتاب الصوم، ج: ۱، ص: ۳۷۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ملفوظات

غیر رمضان کا روزہ توڑنا

﴿۱﴾ کسی شخص نے رمضان شریف کا مٹی سے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہ آوے گا(۷) اور اگر غیر رمضان میں توڑا ہے تو کفارہ نہیں آتا خواہ مٹی سے توڑے یا کسی اور شئے سے(۸) البتہ رمضان میں کسی غذا و دوا سے رمضان کا روزہ توڑے تو اس سے کفارہ آتا ہے(۹)۔فقط

﴿۲﴾ اگر کسی پر دس بیس روزے رمضان کے عمداً توڑنے کے سبب کفارات ہوں

---

(۷):فی البحر: قوله (وان أعاده أو استقاء أو ابتلع حصاة أو حديداً قضى فقط) أى أعاد القىء أو قاء عامداً وابتلع ما لا يتغدى به ولايتداوى به عادة فسد صومه ولبزمه القضاء ولاكفارة عليه. (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد، ج: ٢، ص: ۴٧٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٨):فى ملتقى الأبحر: ولاكفارة بافساد صوم غير رمضان ويجب القضاء فقط.

وفى مجمع الانهر تحته: (لاكفارة بافساد صوم غير رمضان) لأنه لم يهتك حرمة الشهر فعلى هذا لاتلزم الكفارة على قضاء رمضان. (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصوم، باب موجب الفساد، ج: ١، ص: ٣۵۴، ٣۵۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٩):ومن جامع أو جومع فى أحد السبيلين عامداً، أو أكل أو شرب عامداً غذاء أو دواءً وهو صائم فى رمضان عليه القضاء والكفارة مثل المظاهر. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصوم، فصل فى وجوب الكفارة و القضاء على من جامع أو جومع، ج: ١، ص: ١٣١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

اگر چہ چند رمضان کے ہوں تو سب کا ایک کفارہ آتا ہے(۱۰)۔ ہر ایک روزہ کا جدا نہیں ہوتا بعد ختم قرآن کے دعا مانگنا مستحب ہے۔ خواہ تراویح میں ختم ہوا ہو خواہ نوافل میں خواہ خارج نماز پڑھا ہو یا کہ بعد عبادت کے نماز ہو ذکر ہو اجابت کی توقع ہے اور جو کچھ کنز العباد وغیرہ میں لکھا ہے وہ قابل اعتبار نہیں حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعد تلاوت قرآن کے اور بعد ختم قرآن کے وقت اجابت کا ہے(۱۱)۔ لہٰذا ختم بعد تراویح بھی اس میں داخل ہے اگر اس وقت کی دعا کو واجب اور ضروری جانے تو بدعت ہے(۱۲) اس کو ہی شاید کنز العباد وغیرہ

---

(۱۰):فی البزازية: اذا تعدد الافطار قبل التكفير يكفيه كفارة واحدة وان فی رمضانين فكل كفارة وقال محمد يكفيه كفارة واحدة قال فی الاسرار وعليه الاعتماد. (الفتاوی البزازية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصوم، الفصل الثالث فيما يفسد ومالايفسد وموجب القضاء والكفارة، نوع آخر جامعها متعمدا عليهما الكفارة الخ، ج: ۴، ص: ۱۰۲، ۱۰۳)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصوم، باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء، ص: ۶۶۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱):عن العرباض بن سارية قال: قال رسول اللهﷺ من صلی صلاة فريضة فله دعوة مستجابة، ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة. وقال الهيثمی: رواه الطبرانی وفيه عبدالحميد بن سليمان وهو ضعيف.(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب التفسير، باب الدعاء عند ختم القرآن، ج: ۷، ص: ۱۷۲، ط، دار الكتاب العربی بيروت لبنان)

(۱۲):من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر علی بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج: ۳، ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶ ،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

میں بدعت کہا ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور ایک دفعہ بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا ختم میں چاہیئے۔حنفیہ کے نزدیک خواہ فاتحہ کے ساتھ پڑھ لیوے خواہ کسی اور سورۃ کے ساتھ (۱۳)



(۱۳):قال الامام المحدث الفقیه الشیخ محمد عبد الحی اللکنوی الهندي رحمه اللّٰه تعالیٰ: قد صرحوا أن ختم القرآن بجمیع أجزء ه فی التراویح مرة سنة مؤکدة، حتی لو ترک آیة منه لم یخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أیضاً آیة منه علی الأصح، فیستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن فی التراویح، ولم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سوی مافی سورة النمل، لم یخرج عن عهدة السنیة، ولو قرأ ها الامام سرا خرج عن العهدة، لکن لم یخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتیت حین سئلت فی سنة أربع وثمانین بعد الألف والمائتین من الهجرة عن هذه المسألة. وقد أفتی به أبی و أستاذی نور اللّٰه مرقده مرات وکرات، وصرح به فی قمر الأقمار لنور الأنوار.(احکام القنطرة فی احکام البسملة،الباب الثانی فی نبذ من أحکام البسملة، ص: ۱۷،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی)

باب روزہ کس بات سے فاسد ہوتا ہے اور کن باتوں سے نہیں

بواسیر کے مسوں کو دبانے کا روزہ پر اثر

سوال:

ایک شخص کو مرض بواسیر ہے وقت اجابت مسہائے بواسیر اس کے جو کثیر الحجم ہیں باہر آتے ہیں اور بعد کرنے استنجاء ڈھیلوں سے اور کرنے طہارت کے پانی سے مسہائے مذکور دبانے سے اندر ہوجاتے ہیں اور بغیر اس کے طہارت مسوں کی پانی سے کی جاوے یا ہوا ہاتھ کو خواہ مسوں کو پانی سے تر کر کے مسوں کو دبایا جائے مسوں کا اندر جانا کسی وقت غیر ممکن اور کسی وقت سخت دشوار اور باعث نہایت تکلیف کا ہوتا ہے اور اس طرح کے دبانے سے کبھی کبھی خون بواسیر بھی جاری ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شخص مذکور بحالت صوم جب مسوں کو یا ہاتھ کو پانی میں تر کر کے یا طہارت مسوں کی پانی سے کر کے مسوں کو دبادے تو روزہ اس کا رہے گا یا نہیں اگر نہیں رہے گا تو اس کو واسطے قائم رکھنے روزہ کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ فقط

جواب:

ایسی حالت میں روزہ اس کا قائم رہے گا روزہ میں کسی طرح کا نقصان نہ آوے گا اس واسطے کہ محل مسوں کا جو کنارہ دبر ہے اس جگہ پر پانی پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا نہ معذور کا نہ غیر معذور کا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱

---

(۱): فی الدر المختار: ولو فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنة فسد، وهذا قلما یکون، ولو کان فیورث داء عظیماً.

وفی الشامیة تحته: فی بعض النسخ: المحقنة بالمیم وهی أولی. قال فی الفتح: والحد الذی یتعلق بالوصول الیه الفساد قدر المحقنة اهـ: أی قدر ما یصل الیه رأس المحقنة التي هي آلة الاحتقان. وعلی الأول فالمراد الموضع الذی ینصب

الجواب واللہ سبحانہ الموفق للصواب: حالت صوم میں ہاتھ کو پانی سے تر کر کے مسوں کو دبانا یا طہارت مس کی پانی سے کرے مسوں کو دبانا مفسد صوم نہیں ہے اس واسطے کہ جو رطوبت پانی کی مسوں پر رہ جائے گی اور وہ مسوں کے ساتھ جوف میں داخل ہوگئی اس سے احتراز ممکن نہیں خصوصاً مریض بواسیر شدید کو اور جو اس قسم کی چیز جوف میں داخل ہو جس سے احتراز ممکن نہ وہ ناقص صوم نہیں ہوتی جیسے رطوبت پانی کی جو منہ میں بعد کلی کے رہ جاتی ہے۔ باوجودیکہ وہ نسبت رطوبت مسوں کے کثیر ہوتی ہے۔

قال فی الدر المختار اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیا او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز او بقی بلل فیه بعد المضمضة وابتلعه مع الریق (۲) انتهٰی مختصرا فقط واللّٰه سبحانه اعلم وعلمه اتم العبد رامپوری محمد ارشاد حسین احمدی. شبہ مولوی محمد حسن صاحب سلمہ مراد آبادی مغلپوری نے مولانا گنگوہی کی خدمت میں لکھا تھا کہ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اس صورت میں صوم میں فساد آئے گا فقط حفیظ اللہ بیگ عفی عنہ اس پر مولانا نے بجواب خط مولوی احمد شاہ صاحب حسن پوری بنام محمد حسن صاحب لکھا از احمد شاہ عفی عنہ مسئلہ وہی ہے جو حضرت اقدس مدظلہم نے سابق ارقام فرمایا ہے اور بیشک نواب قطب الدین خاں مرحوم کو مظاہر حق میں غلطی ہوئی سرخ کے تر ہونے اور اندر جانے سے بھی روزہ جائے گا۔ اس لئے کہ یہ بھی موضع حقنہ سے ورے ہے یعنی کانچ۔

﴿سوال﴾:

منجن جس میں نمک پڑا ہوا ہو روزہ میں ملنا جائز ہے یا مکروہ اور روزہ میں نقصان ہوتا

منه الدواء الی الأمعاء. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب مایفسد ومالایفسده، ج: ۳، ص: ۳۶۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲):(الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لایفسده، ص: ۱۴۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
اگر منجن کا اثر حلق تک نہ جاوے تو منجن ملنا درست ہے(۳)۔فقط



ملفوظ

﴿۱﴾ جس شخص نے اس قدر کھانا کھایا کہ بعد طلوع آفتاب کے ڈکاریں آتی ہیں اور ان کے ساتھ پانی آتا ہے اس سے روزہ میں حرج نہیں آتا(۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔ رمضان یک شنبہ ۱۷ھ شنبہ کو یہاں بوجہ ابر کے چاند نظر نہیں آیا مگر اور مقامات سے مستند خبریں آئی ہیں کہ چہار شنبہ کی پہلی ہوئی۔



(۳):في الدر المختار: وكره له ذوق شيء.

وفي الشامية تحته: قوله: (كره الخ) الظاهر أن الكراهة في هذه الأشياء تنزيهية. رملي. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد وما لايفسد، مطلب فيما يكره للصائم، ج: ۳، ص: ۳۹۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لايكره، ج: ۱، ص: ۱۹۹)

(۴):في الدر المختار: وان ذرعه القيء وخرج ولم يعد لايفطر مطلقا ملأ أو لا فان عاد بلا صنعه و لو هو ملء الفم مع تذكره للصوم لايفسد.

وفي الشامية تحته: قوله: (وان ذرعه القيء) أي غلبه وسبقه: قاموس. والمسألة تتفرع الى أربع وعشرين صورة، لأنه اما أن يقيء أو يستقئ وفي كل اما أن يملأ الفم أو دونه، وكل من الأربعة اما ان خرج أو عاد أو أعاده، وكل اما ذاكر لصومه او لا، ولافطر في الكل على الأصح الا في الاعادة والاستقاء بشرط الملء

باب اعتکاف کا بیان

اعتکاف مسنون کی مدت

﴿سوال﴾:

اعتکاف مسنون کتنے روز کا ہے اور کب سے ہے؟

﴿جواب﴾:

اعتکاف مسنون اکیسویں سے آخر رمضان تک ہے نفل اعتکاف تیس روز کا بھی درست ہے(۱)۔



مع التذکر شرح المنتقی. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب مایفسد ومالایفسد، ج: ۳، ص: ۳۹۲، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱):فی البذل: وعند الحنفية سنة مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان سنة كفاية، كما فی البرهان وغيره، لاقترانها يعدم الانكار علی من لم يفعله من الصحابة رضی اللّٰه عنهم. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الصيام، باب الاعتكاف، ج: ۸، ص: ۶۹۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفی التبيين: والحق انه ينقسم الی ثلاثة أقسام واجب وهو المنذور وسنة وهو فی العشر الاخير من رمضان ومستحب وهو فی غيره من الازمنة. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ۱، ص: ۳۴۸، ط، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا فی رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ۳، ص: ۴۳۰، ۴۳۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

معتکف کا علاج کرنا

﴿سوال﴾:

معتکف کومسجد میں علاج مریضوں کا اللہ واسطے درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

معتکف کومریضوں کودوا بتلا دینا درست ہے(۲)۔فقط۔



معتکف حقہ کہاں پئے

﴿سوال﴾:

خاکسار نے اپنے ایک بھائی کواپنے ساتھ اعتکاف میں بیٹھنے کی ترغیب دی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ حقہ پینے کی عادت ہے اور حقہ مسجد میں پینا چاہئے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۲):فی مجمع الانہر: ویکره له الصمت ان اعتقد ان الصمت قربة للنهی عه، و الا فلا یکر ویکره الکلام الا بخیر أی مما لااثم فیه فان حرمة التکلم الشر فی الوقت الاعتکاف أشد منه فی غیره. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج: ۱، ص: ۳۸۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی غنیة ذوی الاحکام: (قوله والتکلم الا بخیر) قال فی البحر ظاهر الروایة ان المراد بالخیر هنا ما لااثم فیه فشمل المباح وبغیر الخیر ما فیه اثم وقال فی الکافی یتحدث أی المعتکف بما بداله ان لایکون مأثما لانه علیه الصلاة والسلام کان یتحدث مع الناس فی اعتکافه. (غنیة ذوی الاحکام فی بغیة درر الحکام علی هامش الدرر الحکام فی غرر الاحکام، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج: ۱، ص: ۲۱۴، ط، میر محمد کتب خانه کراتشی)

معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر کلی کر کے بو زائل کر کے مسجد میں چلا آوے (٣)۔



(٣): اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابرین علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب، حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب، محقق العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب کے نزدیک معتکف اگر حقہ پینے کا عادی ہو اور بغیر حقہ کے گذارہ نہیں تو حقہ پینے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے اور ان حضرات کے نزدیک جس طرح معتکف اپنے طبعی امور جیسے پیشاب، پائخانہ یا غسل واجب وغیرہ کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے اسی طرح ان ہی طبعی امور میں ان حضرات نے حقہ کو بھی شمار کیا ہے کہ مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر بو زائل کر کے مسجد میں واپس آ جائے۔ (دیکھئے: فتاوی محمودیہ، ج:١٠، ص:٢٣٩/ محمود الفتاوی، باب الاعتکاف، ج:٤، ص:٣٨٦/ کتاب المسائل، ج:٢، ص:١٨٦/ کتاب الفتاوی، ج:٣، ص:٤٥٥، ٤٥٦/ قاموس الفقہ، ج:٢، ص:٣١٧/ فتاوی رحیمیہ ج:٧، ص:٢٧٧، ٢٧٨/ فتاوی دینیہ، ج:٣، ص:٨٧، ٨٨/ ایضاح المسائل، باب الاعتکاف، ص:٩٤، ط، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی صاحب کے نزدیک معتکف حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر نہیں جا سکتا، اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک حقہ پینا طبعی امور میں داخل نہیں ہے۔ (دیکھئے: فتاوی دار العلوم دیوبند، ج:٦، ص:٣١٢/ کفایۃ المفتی، ج:٤، ص:٢٤٥/ فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٢٠٤/ فتاوی فریدیہ، ج:٤، ص:١٨٨/ نجم الفتاوی، ج:٣، ص:٣١٩)

معتکف کن وجوہ کی بنا پر مسجد سے نکل سکتا ہے

﴿سوال﴾:

معتکف کو شرکت جنازہ وعیادت مریض اگر ضرورت ہو تو جائز ہے یا نہیں اگر آتش زدگی ہو تو اس کو بجھانا جب کہ اپنے گھر کے جلنے کا بھی خوف ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

معتکف کو عیادت اور شرکت نماز جنازہ وغیرہ ضروریات درست ہیں ایسے ہی اگر آگ لگ جائے تو اس کو بجھانے جانا درست ہے (۴)۔فقط



(۴): راجح قول کے مطابق اگر کوئی معتکف بالقصد نماز جنازہ پڑھنے یا مریض کی عیادت کرنے کے لئے مسجد کی حدود سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر طبعی یا شرعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلا تھا اور واپسی میں بلاتوقف نماز جنازہ میں شریک ہو گیا یا اسی طرح راستہ بدلے بغیر کسی مریض کی عیادت کر لی تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

عن عبدالرحمٰن بن القاسم، عن أبيه، عن عائشة، قال النفيلي: قالت: كان النبي ﷺ يمر بالمريض وهو معتكف، فيمر كما هو، ولايخرج يسأل عنه. وقال ابن عيسى: قال: ان كان النبي ﷺ يعود المريض، وهو معتكف. وفي البذل تحت هذا الحديث: والمذهب عند الحنفية أن المعتكف لايخرج لعيادة مريض ولا لصلاة جنازة، لأنه لا ضرورة الى الخروج، لأن عيادة المريض ليست من الفرائض بل من الفضائل، وصلاة الجنازة ليست بفرض عين، بل فرض كفاية، تسقط عنه بقيام الباقين بها.

وما روى عن النبي ﷺ من الرخصة في عيادة المريض وصلاة الجنازة، فقد قال أبو يوسف: ذلك محمول عندنا على الاعتكاف الذى يتطوع به من غير ايجاب، فله أن يخرج متي شاء، ويجوز أن تحمل الرخصة علي ما اذا كان خرج

اعتکاف فاسد ہوجائے تو کیا کرے

﴿ســــوال﴾:

اگر اکیسویں روز اعتکاف کیا بعدہٗ کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگیا تو روز دوم یا سوم پھر کرنے سے اعتکاف رمضان میں شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اعتکاف مسنون دہ روزہ تو اس سے فوت ہوگیا باقی جتنے روز کا اعتکاف کرے گا اس کا ثواب ملے گا (۵)۔ فقط



المعتكف لوجه مباح، كحاجة الانسان أو للجمعة، ثم عاد مريضاً أو صلى على جنازة من غير أن كان خروجه لذلك قصداً. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الصيام، المعتكف يعود المريض، ج: ٨، ص: ٢٠٦، ٢٠٧، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفي البحر: وأفاد أنه لايخرج لعيادة المريض وصلاة الجنازة لعدم الضرورة المطلقة للخروج. كذا في غاية البيان.......وأشار الى أنه لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فانه جائز. (البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ٢، ص: ٥٢٨، ٥٢٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٥):في مجمع الانهر: والحق انه على ثلاثة أقسام واجب، وهو المنذور، وسنة مؤكدة، وهو اعتكاف العشر الأخيرة من رمضان، ومستحب، وهو في غيره من الأيام كما في التبيين. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج: ١، ص: ٣٧٦، ٣٧٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ملفوظ

اعتکاف مسنون اگر فاسد ہوجائے

﴿۱﴾ اعتکاف مسنون میں اگر فساد ہوجائے تو اس کی قضا نہیں آتی (٦) سحری

(٦): رمضان مبارک کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف شروع کرکے درمیان میں اعتکاف چھوڑ دیا تو اس کی قضا میں تین قول ہیں:

اُول: یہ کہ رمضان مبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت ہے، اگر کوئی شخص اس کو توڑ دے تو اس کی قضا نہیں، یہی کیا کم ہے کہ وہ اس عظیم دولت سے محروم رہا؟ عام کتابوں میں اسی کو اختیار کیا گیا۔

دوم: یہ کہ نفل عبادت شروع کرنے سے لازم ہوجاتی ہے، اور چونکہ ہر دن کا اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اس لئے جس دن کا اعتکاف توڑا صرف اسی ایک دن کی قضا لازم ہے، بہت سے اکابر نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔

سوم: یہ کہ اس نے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا التزام کیا تھا، چونکہ اس کو پورا نہیں کیا، اس لئے ان تمام دنوں کی قضا لازم ہے، یہ شیخ ابن ہمامؒ کی رائے ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل، ج:۴، ص: ٦٣٥، مکتبہ لدھیانوی)

لہٰذا حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے قول اول کو ترجیح دی ہے۔

فی التاتارخانية: ولو شرع فيه، ثم قطع لايلزمه القضاء فی رواية الأصل، وفی رواية الحسن يلزمه، وفی الظهيرية: عن أبی حنيفة أنه يلزمه يوماً. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصوم، الفصل الثانی عشر فی الاعتكاف، ج: ٣، ص: ٤٤٧، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

فی الشامية: قوله: (أما النفل) أی الشامل للسنة المؤكدة ح. قلت: قدمنا مايفيد اشتراط الصوم فيها بناء علی أنها مقدرة بالعشر الأخير، ومفاد التقدير أيضاً اللزوم بالشروع. تأمل. ثم رأيت المحقق ابن الهمام قال: ومقتضی النظر لو شرع في المسنون أعني العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاءه تخريجاً علی قول

کھانے کے اندر تاخیر مستحب ہے اور ایسی تاخیر کہ جس سے شک میں واقع ہو جاوے اس بچنا واجب ہے (۷)۔



أبی یوسفؒ فی الشروع فی نفل الصلوة ناویاً أربعاً لا علی قولهما....وعلی فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع، وان لزوم قضاء جمیعه أو باقیه مخرج علی قول أبو یوسف، وأما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی أفسده لاستقلال کل یوم بنفسه. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج: ۳، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۷):أخرج السیوطی فی الجامع الصغیر عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما: انا معشر الأنبیاء أمرنا أن نعجل افطارنا، ونؤخر سحورنا، ونضع أیماننا علی شمائلنا فی الصلاة. وفی الفیض تحت هٰذا الحدیث: (ونؤخر سحورنا) بالضم أی نقربه من الفجر جداً مالم یوقع التأخیر فی شک.....قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۲، ص: ۱۵۵، رقم: ۲۵۲۷، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

فی الهندیة: التسحر مستحبة ووقته آخر اللیل قال الفقیه أبو اللیث وهو السدس الاخیر هکذا فی السراج الوهاج. ثم تأخیر السحور مستحب کذا فی النهایة. ویکره تأخیر السحور الی وقت یقع فیه الشک هکذا فی السراج الوهاج. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصوم،الباب الثالث فیما یکره للصائم وما لایکره، ج: ۱، ص: ۲۰۰)

کتاب الحج کا بیان

رشوت کے روپیہ سے حج

﴿سوال﴾:

رشوت یا سود یا زنا وغیرہ سے اگر روپیہ جمع کیا حج زکوٰۃ وغیرہ فرض ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس کا سارے کا نکالنا فرض ہے اہل حقوق کو واپس کردے جو نہ معلوم ہوں تو صدقہ محتاجوں پر کردے حج وغیرہ اس سے ادا نہیں ہوتا (۱)۔ فقط



(۱): مال حرام ملک میں داخل نہیں ہوتا اس لئے ایسا شخص جس کے پاس صرف مال حرام ہی ہو اس پر حج فرض نہیں، لہذا جس شخص کے پاس حرام مال ہو تو اسے چاہئے کہ ان پیسوں کو اہل حقوق کو واپس کردے، اور اگر اہل حقوق معلوم نہ ہوں تو ان پیسوں کو محتاجوں میں تقسیم کردے۔ اور اگر ان پیسوں سے حج کیا تو سخت گنہگار ہوگا اگرچہ حج ادا تو ہو جائے گا لیکن قبول نہیں ہوگا۔

أخرج الطبرانی عن أبی هريرةؓ، قال: قال رسول اللهﷺ: اذا خرج الرجل حاجاً بنفقة طيبة، ووضع رجله فی الغرز، فنادى: لبيک اللّهم لبيک، ناداه [مناد] من السماء، لبيک وسعديک، زادک حلال، وراحلتک حلال، وحجک مبرور غير مأزور، واذا خرج بالنفقة الخبيثة، فوضع رجله فی الغرز، فنادى: لبيک، ناداه مناد من السماء: لا لبيک ولاسعديک، زادک حرام ونفقتک حرام، وحجک غير مبرور. (المعجم الأوسط للطبرانی، ج: ۵، ص: ۲۵۱، رقم: ۵۲۲۸، ط، دار الحرمين)

فی مجمع الانهر: وقدرة زاد و راحلة، وهما من شروط الوجوب عند الفقهاء، وقال: فی الفتح ان القدرة على الزاد، والراحلة شرط الوجوب لانعلم عن أحد خلافه ومبراده عن أحد من الفقهاء.......وفی القهستانی وفيه اشارة الى انه

حج بدل کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص پر حج فرض ہوا اور دوسرا اس کو اپنے نفقہ سے حج کروادے تو اول کا فرض اترایا باقی رہا؟

﴿جواب﴾:

اگر نفقہ دینے والے نے کسی اور کی طرف سے حج کرایا تو کرنے والے کا فرض ساقط نہیں ہوا(۲) اور اگر خود کرنے والے ہی کو اپنے حج کے واسطے روپیہ دیا ہے تو فرض ساقط

لایجب بالمال الحرام. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الحج، ج: ۱، ص: ۳۸۵، ۳۸۶، ط، دار الکتب العلمية بیروت لبنان)

وفی الشامية: فنان الحج فی نفسه مأمور به، وانما بحرم من حیث الانفاق، وکأنه أطلق علیه الحرمة لأن للمال دخلاً علیه، فان الحج عبادة مرکبة من عمل البدن والمال کما قدمناه، ولذا قال فی البحر: ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال، فانه لایقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث، مع أنه یسقط الفرض عنه معها ولاتنافی بین سقوطه وعدم قبوله، فلا یثاب لعدم القبول، ولایعاقب عقاب تارک الحج. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج: ۳، ص: ۴۵۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی منحة الخالق: لو کان الخبیث نصاباً لایلزمه الزکاة لأن الکل واجب التصدق علیه فلا یفید ایجاب التصدق ببعضه ومثله فی البزازية. قال فی الشرنبلالية: وبه صرح فی شرح المنظومة ویجب علیه تفریغ ذمته برده الی أربابه ان علموا والا الی الفقراء. (منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الزکاة، ج: ۲، ص: ۳۵۹، ۳۶۰، ط، دار الکتب العلمية بیروت لبنان)

(۲):فی الدر المختار:ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاهر من

ہوگیا۔فقط



عالم کا ہجرت کرنا

﴿سوال﴾:

ایک شخص ایسا ہے کہ اس سے دین کے بہت فائدے ہیں مثلاً کلام اللہ وحدیث شریف وتفسیر وغیرہ پڑھاتا ہے جس مسجد میں رہتا ہے وہ مسجد اس سے آباد ہے آیا اس شخص کو ہجرت کرنا حرمین شریفین کی اولیٰ ہے یا یہ شغل اولیٰ ہے؟

﴿جواب﴾:

اگر یہاں رہنے سے اس عالم کے دین میں کوئی نقصان نہیں اور خلق کو اس سے نفع دین کا ہے تو اس کا یہاں رہنا ہجرت عرب کرنے سے بہتر ہے (۳)۔فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم



المذهب.

وفي الشامية تحته: قوله: (على الظاهر المذهب) كذا في المبسوط، وهو الصحيح كما في كثير الكتب. بحر. ويشهد بذلك الآثار من السنة وبعض الفروع من المذهب. فتح.....لأنهم اتفقوا أن الفرض يسقط عن الآمر لا عن المأمور، وأنه لابد أن ينويه عن الآمر. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج: ۴، ص: ۲۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):قال الماوردي: اذا قدر على اظهار الدين في بلد من بلاد الكفر فقد صارت البلد به دار اسلام. فالاقامة فيها أفضل من الرحلة منها لما يترجى من دخول غيره في الاسلام. (اعلاء السنن، ج: ۱۲، ص: ۱۲۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي/ و في الحاوي الكبير، كتاب السير، باب أصل فرض الجهاد، ج: ۱۴، ص: ۱۰۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مدینہ منورہ کی زیارت کا حکم

﴿سوال﴾:

جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نہ جاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض واجب نہیں ہے بلکہ ایک کارِ خیر ہے۔ ناحق میں ایسے راستہ خوفناک میں جاؤں کہ جابجا راستہ میں قافلے لٹ رہے ہیں اور خوف جان و مال کا ہے۔ اور اس قدر روپیہ صرف ہوگا۔ اس سے کیا فائدہ تو یہ کچھ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا۔ زیارت کرنا کیوں ہوا اور راہ ہر روز نہیں لٹتی اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں۔ مگر ہاں واجب بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین آمین بالجہر سے زیادہ موجب ثواب و برکت کا ہے اس کو تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارت کا احتمال وہم سے بھی ترک کر دیں اور اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیویں کہ کونسا حصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جس نے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا اس کا ایمان و محبت لاریب ناقص ہے گو گنہگار نہ ہو مگر اصلی جبلت میں ہی کمی ایمان کی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۴): في الدر المختار: وزيارة قبره مندوبة، بل قيل واجبة لمن له سعة.

وفي الشامية: قوله: (مندوبة) أي باجماع المسلمين كما في اللباب. (رد المختار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الهدى، مطلب في تفضيل قبره المكرم صلى الله عليه وسلم، ج: ۴، ص: ۵۳، ۵۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

کتاب النکاح کے مسائل

بذریعہ خط ڈاک نکاح کا مسئلہ

﴿سوال﴾:
بذریعہ تحریر ڈاک نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
نکاح بذریعہ تحریر بھی ہوسکتا ہے جب کہ اس تحریر پر اعتماد ہو اور مکتوب الیہ مجلس شہود میں قبول کرلے اور مضمون تحریر بھی ان کو سنا دے(۱)۔ فقط



نامرد سے نکاح

﴿سوال﴾:
ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد سے کہ اس کی عمر بیس یا بائیس برس کی تھی کردیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ مرد محض نامرد ہے اس شخص کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے یعنی

وفی الموسوعة الفقهية: لاخلاف بين العلماء فی استحباب زيارة قبر النبیﷺ. (الموسوعة الفقهية، زيارة القبور، ج: ۲۴، ص: ۸۹)

(۱):فی الشامية: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. وصورته: أن يكتب اليها يخطبها، فناذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسی منه، أو تقول ان فلاناً كتب الی يخطبنی فاشهدوا أنی زوجت نفسی منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لاينعقد. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بارسال كتاب، ج: ۴، ص: ۷۳، ط، دار عالم الكتب رياض/ وفی البحر الرائق، كتاب النكاح، ج: ۳، ص: ۱۴۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

اپنی لڑکی کا نکاح اور جگہ کرے یا نہ کرے اور مرد نامرد طلاق بھی نہیں دیتا ہے وہ لڑکی کیا کرے فقط۔

﴿جواب﴾:

جب نکاح ہوگیا تو اب بدون طلاق دینے خاوند کے دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا (۲) فقط۔



نکاح کا صحیح طریقہ

﴿سوال﴾:

ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا لوگ میری اور تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ ان کا پوشیدہ باہم نکاح ہوگیا ہے۔اس عورت نے جواب دیا کہ تم کیوں گھبراتے ہو اگر نکاح کو پھر کہے تم کہہ دینا کہ نکاح نہ ہوا تھا اب ہوگیا یہ سن کر اس مرد نے دو آدمی یعنی دو گواہ کے سامنے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت سے بعوض اس قدر مہر کے اپنا نکاح پڑھ لیا اس کے بعد اس عورت سے آ کر کہا کہ میں نے دو گواہ کے سامنے تم سے اپنا نکاح پڑھ لیا بایں وجہ کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگوں سے کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا اب ہوگیا اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے غصہ میں یہ بات کہی تھی اس مرد نے کہا کہ نکاح ہر طرح ہوجاتا ہے ہنسی اور غصہ برابر ہے اس کے جواب میں عورت نے کہا اگر یہی

---

(۲):فی الخانیة: نکاح العنین جائز فان علمت المرأة وقت النکاح انه عنین لایصل الی النساء لایکون لها حق الخصومة کما لو علم المشتری بالعیب وقت البیع وان لم تعلم وقت النکاح وعلمت بعد ذلک کان لها حق الخصومة ولایبطل حقها بترک الخصومة وان طال الزمان مالم ترض بذلک کذا. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، فصل فی العنین، ج: ۱، ص: ۴۱۰)

بات ہے تو میں تم سے راضی ہوں مگر صحبت نہیں کراؤں گی باقی سب طرح تم کو اختیار ہے اس بات کو سن کر اس مرد نے جواب دیا بہت اچھا تم سے صحبت نہیں کروں گا۔لیکن مجھ کو بوس وکنار سے چارہ نہیں پھر چند روز کے بعد اس نے اس عورت سے صحبت کی اب وہ عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تر دد ہے کہ میں تم سے نکاح سے اس بات پر راضی ہوئی تھی کہ مجھ سے صحبت نہ کرنا اب تم نے صحبت کیوں کی شاید نکاح جائز نہ ہو نظر برآں التماس ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ جواب سے بہت جلد معزز فرمانا چاہئے زیادہ حد ادب فقط۔

﴿جواب﴾:

یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ عورت کا یہ کہنا کہ جب نکاح نہیں ہوا اب ہو گیا تو کیل نکاح کی نہیں ہے پس وہ شخص وکیل نہ ہوا اور اس کا نکاح کرنا فضولی نکاح ہوا اور اصیل اور فضولی ایک شخص نہیں ہوسکتا (۳) پس اگرچہ عورت نے اجازت اس نکاح کی دی مگر نکاح درست ہی نہیں ہوا تھا سو صحبت بھی بشبہ ہوئی اور بیجا ہوئی اب مکرر نکاح کرلیویں ورنہ وہ نکاح

---

(۳):فی المختار: وینعقد نکاح الفضولی موقوفا کالبیع اذا کان من جانب واحد، أما من جانبین أو فضولیا من جانب أصیلاً من جانب فلا. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب النکاح، ج: ۳، ص: ۹۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

والثالث لأبی حنیفة، ومحمد بن الحسن: وهو أنه اذا کان المتولی لطرفی النکاح شخصا واحدا فضولیا، کان العقد باطلاً، سواء تکلم بکلام واحد أو بکلامین ومثل ذلک فی الحکم اذا کان فضولیا بالنسبة لأحد الطرفین، ولو کان أصیلاً أو وکیلاً أو ولیا عن الطرف الآخر، مادام قد تولی العقد عن الطرفین. (الموسوعة الفقهیة، بحث فضولی، ج: ۳۲، ط، ۱۷۵)

(وکذا فی حاشیة نصب الخباء فی تعین ما علیه الفتوی علی الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها، ج: ۲، ص: ۳۰۲، ط، مکتبه اسلامیة کانسی روڈ کوئٹه)

صحیح نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



نکاح کا غلط طریقہ

سوال:

ایک شخص ایک عورت کوفروخت کرنے کے لئے لایا خریدنے والے نے دریافت کیا کہ عورت بیوہ ہے یا منکوحہ تو فروخت کنندہ نے بھی اور عورت نے بھی کہا کہ بیوہ ہوں بعدہ ایک مسلمان نے اس کی قیمت اسی ۸۰ روپیہ دے کر خریدا اور مبلغ بارہ روپیہ مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کرلیا اب بعد چندروز بعد کے اسی عورت فروخت شدہ کی زبانی معلوم ہوا کہ خاوند اس کا حالت چوری میں گرفتار ہوا اور دس برس کی قید ہوگئی بعد قید ہونے کے عورت ملنے کے لئے گئی اس قیدی نے اپنے وارثوں سے کہا کہ میری عورت کو اچھی طرح رکھنا نان ونفقہ میں کمی نہ کرنا اور عورت سے کہا کہ اگر میرے وارث تجھ کو تکلیف دیں اور تو دس برس گذار نہ کرسکے تو تجھ کو اختیار ہے جہاں چاہے اپنا نکاح کرلیجیو مفتی صاحب کو واضح ہو کہ یہ تقریر عورت کی زبانی ہے اب ناکح پوچھتا ہے کہ میرا نکاح اس عورت سے ہوا یا نہیں اور اگر نہیں ہوا تو وطی جو میں نے کی اس کا جرم میرے ذمہ کیا ہے اور مہر اس کا میرے ذمہ ہے یا نہیں؟ اور فروخت کنندہ اس کے خاوند کے وارث تھے۔

جواب:

یہ جو بیع اس عورت کی کی گئی یہ معاملہ باطل اور حرام ہوا اور اسی ۸۰ روپیہ جو شخص لے گیا ہے اس کا رد کرنا واجب ہے اور نکاح جو لاعلمی میں ہوگیا اس وجہ سے ناکح پر کوئی گناہ نہیں مگر اب جو اس کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی زوجہ سے جدا رہے اس کی تحقیق کرے اگر واقع میں اس کا زوج قید خانہ میں ہے تو اس کو طلاق دلا کر بعد عدت کے دوبارہ نکاح کرلیوے اور اگر نہیں تو نکاح درست ہوگیا اور عورت کے قول کا اعتبار نہیں ہے کہ اس کا کذب وفریب خود

ظاہر ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



زوجہ کی بھانجی سے نکاح کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

سالی یعنی خسر پورہ کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

---

(۴):عن سعيد ابن أبى سعيد رضى الله عنه، عن أبى هريرة رضى الله عنه، عن النبى ﷺ قال: قال الله تعالىٰ: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بى ثم غدر، ورجل باع حراً فأكل ثمنه، ورجل استأجر أجيراً فاستوفى منه ولم يعط أجره. (صحيح البخارى، كتاب البيوع، باب اثم من باع حرا، ص: ۴۳۷، رقم: ۲۲۲۷، ط، دار السلام رياض)

فى ملتقى الأبحر: والبيع به باطل كالدم والميتة والحر.

وفى مجمع الأنهر تحته: (والحر) لانعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال لأن هذه الأشياء لاتعد مالاً عند أحد ممن له دين سماوى كما فى أكثر الكتب.الخ. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ج: ۳، ص: ۷۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الهندية: لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا فى السراج الوهاج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى بيان المحرمات، القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، ج: ۱ ،ص: ۲۸۰/ و رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، ج: ۴، ص: ۲۷۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

اگر زوجہ مرگئی تو زوجہ کی بھانجی سے نکاح درست ہے(۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



نکاح کے وقت کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرنے کی شرط

سوال:

بعض اہل سنت حنفی مذہب عقد نکاح میں ناکح سے یہ شرط کرتے ہیں کہ اگر اس منکوحہ کے سوا دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق اور مضمون کی ایک دستاویز بھی شوہر سے لکھوا لیتے ہیں اس صورت میں نکاح مذکور صحیح ہے یا فاسد اور ایسی شرط کرنا اور دستاویز لکھا لینا درست ہے یا نہیں درصورت عدم جواز حاکم مسلم کی ممانعت اس امر خلاف شرع سے پہنچتی ہے یا نہیں؟ جو کچھ حق صریح اس بات میں ہو باشہادت ادلہ عقلیہ ونقلیہ زیب قلم فرماویں۔

---

(۵):نهى عليه وسلم أن يجمع الرجل بين المرأة وعمتها وبين المرأة وخالتها. وفى المعلم تحت هذا الحديث: قال الشيخ: الفروج تستباح فى الشريعة بالنكاح وملك اليمين ما لم يمنع من ذلك مانع. والمانع على قسمين: مانع يتأبد معه التحريم، ومانع لايتابد، فالذى يتأبد تحريمه على تفصيل نذكره وهو خمسة أقسام:......... وأما الذى لايتأبد معه التحريم ويرتفع بارتفاعه ويعود بعودته. فمنه مايرجع الى العدد كنكاح الخامسة. ومنه ما يرجع الى الجمع كالجمع بين الأختين والجمع بين المرأة وعمتها. (المعلم بفوائد مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها فى النكاح، ج: ٢، ص: ١٣٣، ١٣٥، ط، المؤسسة الوطنية للكتاب الجزائر)

واذا طلق العمة أو الخالة أو ابنة الأخ أو ابنة الأخت طلاقا بائنا. فلايحل له نكاح الأخرى مادام زمن العدة عند الحنفيين. (فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود، كتاب النكاح، باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء، ج: ٣، ص: ٢١٠، ط، مؤسسة التاريخ العربى بيروت لبنان)

﴿جواب﴾:

یہ نکاح شرعاً صحیح ومعتبر ہے اور اس تعلیق سے نکاح میں فساد نہیں آتا اور یہ تعلیق بھی شرعاً معتبر اگر اس شرط پر نکاح کیا گیا ہے تو خاوند کے دوسرے نکاح کرنے سے اس پر طلاق پڑجائے گی۔فی الدر المختار فی بیان التعلیق هو ربط حصول مضمون جملة محصول مضمون جملة اخری بشرط الملک کقوله لمنکوحته ان ذهبت فانت طالق و الاضافة الیه کان نکحت امرأة و ان نکحتک فانت طالق و کذا کل امرأة انتهٰی (٦).

مگر چونکہ اصل مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مرد کو بشرط اقامت عدم بین الازواج وتحمل نان نفقہ چار تک زوجات درست ہیں اس لئے ایسی شرط رائج کرنا ہرگز اصول شریعت کے سزاوار ومطابق نہیں۔قال اللّٰه تعالٰی الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰه بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم (۷) وقال عز اسمه فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربا ع (۸). اقل درجات امر اباحت یہ ہے پس اس میں اشتراط مذکورہ رواج وشائع کرنا بیشک اس اباحت کی مخالفت اور حکمت شرعیہ تعدد ازواج کو روکتا ہے بلکہ بعض اوقات بسبب بعض ضرورت کے نکاح ثانی کی سخت احتیاج ہوجاتی ہے حالانکہ نکاح ثانی سنت ہے اور بشرط عدم خشیۃ میل واقامت عدل وامن از جور موجب نفع ہے اور نیز مقتضائے شریعت تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم (۹). پر عمل ان وجوہ سے بوجہ ان اشتراط کے موقوف کرتے ہیں سعی مناسب ہے اور

(٦):(الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ص: ۲۲۰، ط، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۷):(سورة النساء: ۳۴)

(۸):(سورة النساء: ۳)

(۹):(سنن أبي داؤد، کتاب النکاح، باب النهي عن تزویج من لم یلد من

جس مسلمان حاکم کی ریاست میں اس کا شیوع ہو اس کو چاہیے کہ اس کے رفع میں کوشش کرے اور بجز ان لوگوں سے ترک کرا دے۔ فقط واللہ تعالیٰ



ایک ماہ بعد طلاق دینے کی نیت سے نکاح

﴿سوال﴾:

ایک شخص نے بروقت نکاح ہونے کے یہ نیت کی کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا اور بعد کو طلاق نہ دی نکاح اس کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس شخص نے نکاح کے وقت یہ نیت کی اس کے نکاح میں کچھ خرابی نہیں نکاح ہو گیا بعد ایک ماہ کے چاہے طلاق دے یا نہ دے نکاح قائم ہے (۱۰)۔ فقط



ایک ماہ کے بعد طلاق کی شرط سے نکاح کرنا

﴿سوال﴾:

نکاح بایں شرط کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دوں گا خواہ اس لفظ کو عقد میں لایا ہو یا دل میں رکھا ہو یا منکوحہ یا کسی اور سے کہا ہو نا جائز ہے یا نہیں؟

النساء، ص: ۲۹۷، رقم: ۲۰۵۰، ط، دار السلام ریاض)

(۱۰):قال فی الفتح: أما لو تزوج وفی نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح.

(فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج: ۳، ص: ۲۴۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

صرح الحنفیة و الشافعیة بأنه لو تزوج وفی نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح زواجه. (الموسوعة الفقهیة، ج: ۲، ص: ۳۲)

﴿جواب﴾:

نکاح بشرط طلاق بعد ایک ماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کی جاوے اور جو دل میں ارادہ ہے عقد میں ذکر نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے کہ عقود میں اعتبار الفاظ کا ہوتا ہے (۱۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مرد کو چار نکاح کی اجازت کی وجہ

﴿سوال﴾:

عورتوں کی نسبت مردوں کی دس حصہ خواہش زیادہ ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ اگر عورتوں کو خواہش زیادہ ہے تو ایک مرد کے واسطے ایک وقت میں چار عورتیں کیوں مقرر ہوئیں بلکہ نو مردوں کو ایک عورت ہونی چاہیئے اصل کس طرح ہے پر آیا مردوں کو خواہش زیادہ ہے یا عورتوں کو؟

﴿جواب﴾:

خدا تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہے کہ چار نکاح ایک مرد کو جائز ہیں ہماری تمہاری عقل پر موقوف نہیں (۱۲)۔ فقط



(۱۱): فی الهداية: ونكاح المتعة باطل وهو أن يقول لامرأة أتمتع بک کذا مدة بكذا من المال. وفی البناية تحته: قال شيخنا زين الدين فی "شرح الترمذی": نكاح المتعة المحرم هو ما اذا خرج بالتوقيت فيه، أما اذا كان فی تعين الزوج أنه لايقيم معها الا سنة أو شهراً أو نحو ذلک و لم يشترط ذلک، فانه نكاح صحيح عند عامة أهل العلم. (البناية شرح الهداية، كتاب النكاح، فصل فی بيان المحرمات، ج: ۵، ص: ۶۱، ۶۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲): قال الله تعالى: فانكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنٰى وثلٰث وربٰع. الى

سنی عورت کا رافضی سے نکاح کرنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

جو عورت سنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو پھر رفض یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیٰحدہ ہو جائے اور سنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد سنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سنی کے ترکہ سے محروم الارث ہو گئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے پس جب چاہے علیٰحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے۔ اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے(۱۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہذا رافضی اولاد سنی کو

آخر الآية. (سورة النساء: ۳)

(۱۳):فی الهندية: الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما و العياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرّم الله وجهه على أبی بكر رضی الله تعالیٰ عنه لايكون كافراً الا أنه مبتدع.....ولوقذف عائشة رضی الله عنها بالزنی كفر بالله.....من أنكر امامة أبی بكر الصديق رضی الله عنه فهو كافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح أنه كافر و كذلك من أنكر خلافة عمر رضی الله عنه فی الأصح الاقوال كذا فی الظهيرية. ويجب اكفارهم باكفار عثمان و علی وطلحة وزبير وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم ويجب اكفار الزيدية كلهم فی قولهم بانتظار نبی من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد صلی الله عليه وسلم كذا فی الوجيز للكردری. ويجب اكفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنيا و بتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر

ترکہ سنی سے نہ ملے گا(۱۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



والنهى الى أن يخرج الامام الباطن ويقولهم ان جيريل عليه السلام غلط فى الوحى الى محمدﷺ دون على بن أبى طالب رضى الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام وأحكامهم أحكام المرتدين كذا فى الظهيرية. (الفتاوى العالمكيرية، كاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ج: ۲، ص: ۲٦۴)

فى الهندية: ولايجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولامسلمة ولاكافرة أصلية وكذلك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد كذا فى المبسوط. ولايجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابى كذا فى السراج الوهاج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرك، ج: ۲، ص: ۲۸۲/ وفى الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن فى بيان مايجوز من الأنكحة ومالايجوز، ج: ۴، ص: ۳۷، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۴):عن اسامة بن زيد: أن رسول اللهﷺ قال: لايرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. قال ابو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح. (جامع الترمذى، كاب الفرائض، باب ماجاء فى ابطال الميراث بين المسلم والكافر، ص: ۴۸۳، رقم: ۲۱۰۷، ط، دار السلام رياض)

فى السراجى: المانع من الارث أربعة: الرق وافرا كان أو ناقصا، والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة، واختلاف الدينين، واختلاف الدارين اما حقيقة كالحربى والذمى. (السراجى فى الميراث، فصل فى الموانع، ص: ۱۱، ۱۲، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفى التاتار خانية: لاخلاف أن الكافر لايرث المسلمين بحال، وكذلك المسلم لايرث الكافر فى قول أكثر الصحابة رضى الله عنهم وهو مذهب الفقهاء. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض الفصل الرابع والثلاثون فى توريث أهل الكفر، ج: ۲۰، ص: ۳۹۴، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

فاسق سے نکاح کرنا

﴿سوال﴾:

اگر کوئی شخص معتقد تعزیوں کا ہو کہ ان سے مرادیں مانگے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ اس میں امام حسین علیہ السلام موجود ہوتے ہیں یا قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس وسویم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں کیونکہ نصاری اور یہود سے تو جائز ہے تو اس سے کیوں نہ جائز ہو یہ بھی تو بہت سی رسمیں شرک وکفر کی ترک کرتے ہیں یا جس مرد وعورت نے سابق میں مراسم شرک کفر معتقد یا غیر معتقد ہو کر کئے ہوں اور اب تائب ہو گئے ہوں تو ان کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں اور ان دونوں قسموں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی بشرط مکروہ تنزیہی یا تحریمی اگر کوئی شخص اعادہ نماز کرے تو اس نے اچھا کیا یا برا کیا اور نماز فجر وعصر کا بھی اعادہ کرے یا نہیں اور ابتدائے سلام کرے یا نہیں اور رسم ہدیہ باہمی جاری رکھے یا نہیں عیادت مریض وشرکت جنازہ کرے یا نہیں مولانا مرحوم تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ستاروں وغیرہ کی نحوست وسعادت کا قائل ہو تو اس کی شرکت جنازہ وعیادت نہ کرے اور جو شخص بدعتی سے دل ملائے اس کا ایمان نہیں ہے لہذا عرض ہے کہ اگر ظاہراً ان سے ملتا رہے اور اخلاق نہ رکھے اور دل سے برا نہ جانے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے اگرچہ نکاح اس سے درست ہو جاوے (۱۵) اور دختر مسلمہ کا نکاح نصرانی سے ہرگز درست نہیں اور جس عورت

(۱۵):في بذل المجهود: وقال السيوطي: والمراد حرمة الهجران اذا كان

مسلمہ کا اگر فاسق فاجر سے نکاح ہوگیا تھا اگر وہ تائب ہوگیا تو کوئی ضرورت تجدید نکاح کی نہیں البتہ اگر اس کا کفر ثابت ہو جاوے تو تجدید واجب ہوگی اور جو ایسے شخص ہیں ان کا جب تک کفر ثابت نہ ہو فاسق کہلاتے ہیں اور فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جاوے تو ہر گز نماز نہیں ہوتی (۱۶) اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے بعض

الباعث عليه وقوع تقصير فى حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، كاغتياب، وترك نصيحة، وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الى وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب فى هجرة الرجل أخاه، ج: ١٣، ص: ٣١٩، ط، دار البشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

(وكذا المرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب الآداب،الفصل الاول، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، ج:٩، ص: ٢٣١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الدر المختار: وفى النهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لانكفر أحداً من أهل القبلة. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، ج: ٤، ص: ١٣٤، ١٣٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الهندية: فلايكون الفاسق كفأ للصالحة كذا فى المجمع. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الاكفاء، ج: ١، ص: ٢٩١)

(١٦):وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع.هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة

فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد جائز ہے اور ایسے شخصوں سے ابتدائے سلام درست نہیں اور اگر فساد کا اندیشہ ہوتو کر لے اور عیادت اور جنازہ کے لئے بھی وہی حال ہے اگر فتنہ کا اندیشہ ہوتو کر لے ورنہیں (۱۷) تقویۃ الایمان کا کلام صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



غیر کی بیوی سے نکاح کر لینا

﴿سوال﴾:

زید اپنی ہندہ بیوی کو نان نفقہ کے واسطے دوسرے شہر سے روپیہ بھیجتا رہا مگر درمیانی

خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۱۷):عن مجاهد عن عائشة أن رجلا دخل على النبیﷺ فأدناه وقرب مجلسه، فلما خرج قالت له عائشة: يارسول اللهﷺ، ألم تک تشكو هذا الرجل؟ قال: بلىٰ، ولكن ان من شرار الناس، أو شر الناس الذين انما يكرمون اتقاء شرهم. [أخرجه أحمد ۶/ ۱۱۱. وابوداؤد ۴۷۹۳]. (المسند الجامع، ج: ۲۰، ص: ۱۸۶، رقم: ۱۷۰۰۹، ط، دار الجيل بيروت لبنان)

فى الهندية: واختلف فى السلام على الفساق والاصح انه لايبدأ بالسلام كذا فى التمرتاشى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع فى السلام وتشميت العاطس، ج: ۵، ص: ۳۲۶)

وفى العتابية: وعن أصحابنا، لايسلم على الفاسق المعلن، ولا على الذمى والكافر، ولاعلى الذى يتغنى والذى يطير الحمام. (الفتاوى الناتار خانية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن فى السلام والتشميت، ج: ۱۸، ص: ۸۱، ۸۲، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

اشخاص کی چالاکی سے روپیہ ہندہ کو نہیں ملا کئی سال کے بعد ہندہ نے عمرو سے نکاح کرلیا جب زید آیا تو بذریعہ پولیس ہندہ کو ملنا چاہا اور ناکامیاب ہوکر چپ ہو رہا زید کی اس کاروائی کا ہندہ کو علم تھا چند سال بعد ہندہ موقع پا کر عمرو کے گھر سے نکل آئی صورت مذکورہ بالا میں ہندہ زید کی بیوی ہے یا نہیں اور پہلے نکاح پر زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں جب ہندہ نے عمرو سے نکاح کیا تھا زید نے طلاق نہیں دی تھی اب ہندہ جب عمرو کے یہاں سے نکل آئی عمرو نے طلاق دی تھی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت ہو؟ فقط

﴿جواب﴾:

اس صورت میں نکاح نہیں ٹوٹا چنانچہ درمختار میں ہے۔ **لاعدة لو تزوج امراة الغير ووطيها عالما بذلك ومنها يحد مع العلم بالحرمة وانه زناء والمزني بها لاتحرم على زوجها** (۱۸). جب نکاح شوہر دوم باطل ہوا اور اس کی عدت بھی لازم نہ آئی تو معلوم ہوا کہ اس فعل سے نکاح اول میں کچھ نقصان نہیں آیا اور وہ اپنے حال پر باقی ہے اور شوہر زوجہ کو اپنے گھر اسی نکاح سابق سے رکھ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



بے نمازیوں کی نکاح میں شہادت

﴿سوال﴾:

اس موضع میں یہ رواج ہے کہ فقراء کو شاہد اور وکیل نکاح کا بنالیتے ہیں اور یہ اشخاص اسی کے واسطے مقرر ہیں اور نماز وغیرہ سے بےخبر ہیں ایسے لوگوں کی شہادت عندالشرع معتبر ہے یا نہیں؟

---

(۱۸):(الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب الطلاق، باب العدة، ص: ۲۴۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾:

ایسے لوگوں کی شہادت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے(۱۹) مگر ایسے فاسق اور مبتدع کو شاہد اور وکیل بنانا خود گناہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فاسق کا نکاح فسق سے فسخ ہونے کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص زانی اور شرابی ہے اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور اولاد حرام کی ہوئی یا حلال کی؟

﴿جواب﴾:

یہ شخص فاسق ہے نہ کافر اور نکاح فاسق کا فسق سے فسخ نہیں ہوتا لہٰذا نکاح قائم ہے اور اولاد حلال ہے(۲۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱۹):فی الخانية: و الشاهد فيه كل من يملك قبول النكاح لنفسه بنفسه فيصح بشهادة الفاسقين و الاعمين و المحدودين ورجل و امرأتين. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل فى شرائط النكاح، ج: ۱، ص: ۳۳۱)

(وكذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، قبيل مطلب فى عطف الخاص على العام، ج: ۹۲، ۹۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۰):فى الدر المختار: وفى النهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لانكفر أحداً من أهل القبلة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، ج: ۴، ص: ۱۳۴، ۱۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الشامية: لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه. (رد المحتار على الدر

عرس میں جانے والوں کے نکاح کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

عرس میں بے ضرورت واسطے تماشہ کے جانا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ ایسی جگہ جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ کہنا اس کا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

بے ضرورت بھی جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا کہ کفر نہیں البتہ فسق ہے(۲۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



المختار، کتاب النکاح، ج: ۴، ص: ۱۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۱):لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد علیها، ومن الاجتماع بعد الحول کالأعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری، سورة آل عمران تحت آیت:۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفین)

فیجب أن یحذر مما یفعلون علی رأس السنة من موته، ویسمونه حولاً، فیدعون الأکابر والأصاغر، ویعدون ذلک قربة، وهی بدعة ضلالة، لأن التصدق لم یختص بیوم دون یوم، ولاتصح الا علی الفقراء والمحتاجین، وقد زاد بعضهم فی جهله وهم المشایخ الذین لیس لهم الا جمع حطام الدنیا، لأنهم یجمعون بعض أحوال المیت فی کتاب ویسمونه مناقب، ثم اذا حضر الناس المدعوون، جیء برجل حسن الصوت فهو یأخذ تلک النسخة فی یده ویقرأها قرأةً مثل قرأة المولود، وقد ورد النهی عن مثل هذا صراحةً، ثم یختمون القرآن ویمد لهم سماط، ولیس هذا الا بدعة ضلالة لم یفعلها رسول اللهﷺ ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم بل لم یوجد لذلک أثر الی القرن الثامن کما یظهر من تتبع

حلالہ کا صحیح طریقہ

﴿سوال﴾:

مسئلہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک مجلس میں دے دی تھیں مگر باوجود اس کے اس کو اپنے گھر سے علیحدہ نہ کیا اور اس کے ساتھ خفت وخیز ترک نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کو اس حرکت پر ملامت شروع کی تو اس نے عورت کا نکاح ایک اور شخص سے اس شرط سے کرادیا کہ صبح کو طلاق دے دے چنانچہ ایسا ہوا اور بدون اس کے کہ وہ شوہر ثانی اس

القوم، وهذا خصوصات المشايخ، فانهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله وبذكره تنزل الرحمة، ولوسلم أنه من أولياء الله، فهل ذكر اولى بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة ؟حاشا؛فان الرحمة، لاتنزل الاباتباع السنة السنية، فان البدع فهى تنزل الغضب والنقمة.عافانا الله واياكم من غضبه وسخطه. ولو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، وليس غرض هؤلاء المتصوفة الا طلب الشهرة والافتخار بابائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل فى سلكهم، ومتى دخل فى طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وماعرفت له أصلاً، فان العرس انما يكون فى الزواج،ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو من ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولٰى فى ذلک. قاتلهم الله. فانهم يطوفون بقبر الولى الذين يعتقدون فيه ويظنون أنه هو المتصرف فى الكون، وأن الانسان اذا تمسک بهذه، فلاحاجة له بالصلوٰة والصيام، وأكثر ما غلوا فى ذلک أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلانى رحمه الله تعالٰى ونفعنا ببركاته، فانه. معاذ الله. أنى يرضٰى بتلک الكفريات اللتى يعتقدونها.(تبليغ الحق،ص: ۸۹۷،بحواله فتاوى محموديه، ج: ۳، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

عورت کے پاس شب باش ہو صبح کو طلاق دے دی گئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس نکاح ثانی کے وقت وہ عورت حاملہ تھی اور ابھی تک وضع حمل نہیں ہوا آیا اس عورت کا نکاح شوہر اول سے جس سے طلاق پا چکی ہے جائز ہے یا نہیں اور کسی طریقہ سے جائز ہوسکتا ہے یا نہیں اور نیز یہ بھی عرض ہے کہ شوہر اول نے طلاق اس طور سے دی تھی کہ عورت سے دو گواہوں کے روبرو مہر بخشوالیا تھا اور خود ایک جلسہ میں تین بار طلاق کے لفظ کہہ چکا تھا اس کا مفصل حکم شریعت محمدیہ کی رو سے فرمایا جاوے۔

﴿جواب﴾:

اس صورت میں اس عورت پر تین طلاق ہوگئیں اور اس کا نکاح شوہر اول سے جائز نہیں اور اپنے زوج اول پر حرام ہوگئی اور اس کو حلال کرنا چاہے تو یہ طریقہ ہے کہ جب اس کا وضع حمل ہوجاوے پھر کسی دوسرے سے نکاح پڑھادے اس طرح کہ کوئی شرط اس میں وقت اور چھوڑنے وغیرہ کی نہ ہو اگر کوئی قید ہوگی تو نکاح درست نہ ہوگا اور پھر دوسرا خاوند اس سے قربت کرے اور بعد نکاح کے اپنے ہی نکاح میں رکھے جب اس کو تین حیض آجاویں تو اس وقت طلاق دے اور بعد طلاق کے اس کی عدت پوری ہو اور اگر اس عرصہ میں حمل ہوگیا تو وضع ہو ورنہ جب تک تین حیض آجاویں اس وقت شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی کم ہوجاوے گی تو ہرگز نکاح نہ ہوگا (۲۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۲۲):فی الملتقی: ولاتحل الحرة بعد الثلاث ولا الأمة بعد الثنتين الا بعد وطيء زوج آخر بنكاح صحيح ومضى عدته ولايحل بملك يمين ويحلها وطؤ المراهق لاالسيد والشرط الايلاج دون الانزال فان تزوجها بشرط التحليل كره وتحل للأول.

وفي الدر المنتقى تحته: (ويحلها وطؤ) الزوج (المراهق)، وهو المقارب للبلوغ، ومثله تتحرك آلته، وتشتهي، قدره شمس الاسلام بعشر سنين (قلت)

لڑکی کا قبل بلوغ نکاح ہونے پر بعد بلوغ رضامند رہ کر پھر انکار کرنا

﴿سوال﴾:

زید کا نکاح ہندہ نابالغہ بولایت اولیاء ہندہ منعقد ہوا تھا بعد فوت ہونے زید کے ہندہ نابالغہ کا نکاح ثانی برادر زید سے والدین زید نے بلا اجازت واطلاع اولیاء ہندہ اپنے گھر میں کرالیا بعد اطلاع کے اولیاء ہندہ بھی شکایت وغیرہ کر کے نکاح ثانی ہندہ سے راضی ہوگئے۔ یہاں تک کہ ہندہ کی آمد ورفت برابر اپنے اولیاء وزوج میں رہی کسی قسم کی ناراضی اولیاء ہندہ میں نہیں پائی گئی۔ بعد بلوغت کے ہندہ خود بھی بدستور راضی وخوش رہی مگر اب

ولابد أن يطلقها بعد البلوغ لأن طلاقه قبله غير واقع كما فى التتارخانية (لا) يحلها وطئ (السيد) لأنه ليس بزوج ....(فان تزوجها بشرط التحليل كره) تحريماً للأول، والثانى لظاهر قوله ﷺ: لعن الله المحلل والمحلل له (وتحل للأول) لأنه لايبطل بالشرط الفاسد، وهذا عنده، وهو الصحيح. (الدر المنتقٰى فى شرح الملتقٰى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، ج: ٢، ص: ٨٨، ٨٩، ٩٠، ٩١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الهندية: وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة و ثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا فى الهداية.... رجل تزوج امرأة ومن نية التحليل ولم يشترطا ذلك تحل للاول بهذا ولايكره وليست النية بشئ ولو شرطا يكره وتحل عند أبى حنيفة وزفر رحمهما الله تعالى فى الخلاصة وهو الصحيح هكذا فى المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، ج: ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵)

(وكذا فى خزينة الفقه، مسائل الطلاق، ج: ٢، ص: ١٧٧، ط، جيد پريش بيلماران دهلى)

بوجہ کسی نزاع کے جو اولیاء ہندہ و زوج ہندہ میں ہے ہندہ اپنے نکاح سے انکار کرتی ہے اور زوج سے علیحدہ ہوکر اولیاء میں چلی گئی۔ لہٰذا ایسی صورت میں کہ ہندہ اپنے نکاح سے راضی تھی نکاح صحیح ہے اور ہندہ آسکتی ہے یا نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

﴿جواب﴾:

صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح صحیح ہوگیا کہ ہندہ کے اولیاء نے اس کو رد نہیں کیا اور دلالۃً اور صراحۃً اس کی رضا پائی گئی اور بعد بلوغ کے خود ہندہ بھی زوج سے راضی رہی اور اس کے پاس رہتی رہی تو اب یہ نکاح ہرگز انکار ہندہ سے فسخ نہیں ہوسکتا (۲۳)۔ کذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



لڑکی ثیبہ کس کو کہتے ہیں

﴿سوال﴾:

ثیب باعتبار فقہاء کس کو کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾:

(۲۳): فی الهداية: قال: فان زوجهما الأب أو الجد. يعنى الصغير والصغيرة. فلا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملاً الرأى وافرا الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما كما اذا باشراه ببرضاهما بعد البلوغ وان زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء أقام النكاح، وان شاء فسخ، وهذا عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه.... ثم عندهما اذا بلغت الصغيرة وقد علمت بالنكاح فسكتت فهو رضا، وان لم تعلم بالنكاح، فلها الخيار حتى تعلم فتسكت شرط العلم بأصل النكاح لأنها لاتتمكن من التصرف الا به. (الهداية، كتاب النكاح، باب فى الاولياء والأكفاء، ج: ۳، ص: ۳۴، ۳۵، ۳۶، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

ثیب اس کو کہتے ہیں کہ خاوند کے پاس جا کر اس کا ازالہ بکارت ہوگیا ہو فقہاء کے نزدیک اور لغت میں مطلقاً ازالہ بکارت سے ثیب ہو جاتی ہے (۲۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۲۴): قال العلامة ولی الدین العراقی: البکر هی الجاریة الباقیة علی حالتها الأولی والثیب المرأة التی دخل بها الزوج. (طرح التثریب فی شرح التقریب، کتاب النکاح، ج: ۷، ص: ۱۰، ط، احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وفی تاج العروس: وقال ابن الأثیر: الثیب من لیس ببکر. (تاج العروس من جواهر القاموس، باب الباء، ج: ۲، ص: ۱۱۴، ۱۱۵،)

(وکذا فی عمدة القاری، کتاب النکاح، باب تزوج الثیبات، ج: ۲۰، ص: ۱۰۷، ۱۰۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

باب رضاعت کا بیان

رضاعی بھتیجی سے نکاح

﴿سوال﴾:

شیخ کرم علی نے ساتھ سلیمہ کے جو دختر بی بی رحیمہ کی ہے دودھ مسماۃ رحیمہ کا زمانہ شیر خواری میں پیا تھا پیچھے ایک مدت کے رحیمہ سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام اشرف علی ہے۔ پس درمیان کرم علی اور اشرف علی بموجب تقریر بحر الرائق نسبت بھائی ہونے کی دونوں طرف سے ہے حسب مشاہدہ فی شرح قول الماتن وبین مرضعة ولد مرضعتها او ولد ولد المرضعة الاولی بفتح الضاد اسم مفعول ای لاحل بین الصغیرة المرضعة وولد المرأة التی ارضعتها لانهما اخوان من الرضاع انتهٰی. اب ساتھ دختر شیخ کرم علی کے مسماۃ حلیمہ کا نکاح اشرف علی فرزند رحیمہ کا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

نکاح اشرف علی کا حلیمہ کے ساتھ حرام ہے کیونکہ حلیمہ اشرف علی کی بنت الاخ ہے(۱)۔

---

(۱): عن أبی عبدالرحمٰن، عن علیؓ قال: قلت: یا رسول اللّٰہ! مالک تنوق فی قریش وتدعنا؟ فقال: وعندکم شیٔ؟ قلت: نعم بنت حمزة. فقال رسول اللّٰہ ﷺ: انها لاتحل لی انها ابنة أخی من الرضاعة. وفی الفتح تحت هٰذا الحدیث: قوله: (انها ابنة أخی من الرضاعة) وزاد الشافعی من طریق سعید بن المسیب عن علی: "وأن اللّٰه حرم من الرضاعة ما حرم من النسب" کما فی ترتیب مسند الشافعی للسندی (۲/ ۲۱ رقم: ۶۱). وکأن علیاً لم یعلم بأن حمزة رضی اللّٰہ رضیع النبی ﷺ، أو جوز الخصوصیة، أو کان ذلک قبل تقریر الحکم. وکانت ثویبة أرضعت رسول اللّٰہ ﷺ بعد ما أرضعت حمزة وکان حمزة أسن من رسول اللّٰہ ﷺ

قال اللّٰہ تعالٰی وبنات الاخ (۲). پس یہ نکاح قطعاً حرام ہے اور کسی عالم اور امام اور اہل مذہب کے نزدیک درست نہیں اور جس نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا وہ سراسر بے علم ہے قال علیہ الصلوٰۃ و السلام حرم من الرضاع مایحرم من النسب (۳) الحدیث. فقط واللّٰہ تعالٰی اعلم



رضاعی بہن کب سمجھی جائے گی

سوال:

ایک مرد اس وقت بیس برس عمر کا ہے اور ایک عورت بارہ برس کی ہے جب اس مرد کی عمر آٹھ برس کی تھی عورت کی عمر چھ مہینے کی تھی اس عورت نے اس مرد کی ماں کا دودھ پیا ہے ان کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے یا نہیں جس وقت یہ عورت چھ مہینے کی دودھ پیتی تھی وہ مرد جس کی عمر آٹھ برس کی تھی اس کی ماں کے اور لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا دودھ اس عورت نے پیا ہے؟

جواب:

جس مرد کی والدہ کا دودھ کسی لڑکی نے پیا وہ اس کی بہن ہوگی اس کا نکاح کسی حال

بسنتین، وقبل: بأربع...الخ. (تکلمة فتح الملهم، کتاب الرضاع، باب تحریم ابنة الأخ من الرضاعة، ج: ۱، ص: ۵۱، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

فی الهندیة: یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا...... فالکل اخوة الرضیع وأخواته وأولادهم أولاد اخوته وأخواته. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الرضاع، ج: ۱، ص: ۳۴۳)

(۲):(سورة النساء: ۲۳)

(۳):(صحیح المسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل، ص: ۶۱۴، رقم: ۳۵۷۹، ط، دار السلام ریاض)

میں جائز نہیں برابر کی عمر کی بہن حرام ہے اور چھوٹی عمر کی بہن بھی حرام ہے آٹھ سال کی بڑی چھوٹی ہونے سے بہن کس طرح حلال ہو جاوے گی تمام اولاد شیر پلانے والے کی پہلی اور پچھلی پر یہ دختر حرام ہے (۴)۔ فقط



مدت رضاعت

﴿سوال﴾:

ایک شخص نے کسی عورت غیر محرم کا سوائے اس مدت کے کہ جو بچوں کے لئے دودھ پینے میں مقرر ہے۔ دودھ پیا تو اس شخص کا اس عورت دودھ پلانے والی سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور سوائے اس عورت کے اس کی بہن یا دختر وغیرہ سے جو نسباً حرام ہیں نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿جواب﴾:

اگر بعد دو برس تمام ہونے کے دودھ پیا ہے تو اس دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعت کی دو سال ہے (۵) پس اب اس پسر کو اس عورت

---

(۴): في ملتقى الأبحر: ولا حل بين رضيعي ثدي وان اختلف زمانهما بين رضيع وولد مرضعته وان سفل.

وفي مجمع الأنهر: (وان اختلف زمانهما) أي سواء أرضعتهما في زمان واحد أو في أزمنة متباعدة لأن أمهما واحدة. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الرضاع، ج: ۱، ص: ۵۵۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الهداية: وكل صبيين اجتمعا على ثدي واحد لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى، هذا هو الأصل، لأن أمهما واحدة، فهما أخ وأخت. (الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الرضاع، ج: ۳، ص: ۱۲۴، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

(۵): في الفتح: اختلف الجمهور في تعيين مدة الرضاع على أربعة أقوال:

سے اس کے اقارب سے کوئی علاقہ بسبب شیر کے پیدا نہیں ہوا اس کا نکاح اس عورت سے اس کی اولاد وغیرہ سے سب سے درست ہے **کذا فی عامة الکتب الفقه. واللّٰه تعالٰی اعلم**



۱ـ الأول مذهب الجمهور، وهو أن مدة الرضاع حولان، وممن قال ذلک: الشافعی وأحمد وأبو یوسف، ومحمد، وعامر الشعبی، وابن شبرمة، والثوری، والأوزاعی، واسحاق، وأبو ثور، وهو قول مالک فی المؤطا، کما فی عمدة القاری (۹/ ۳۷۸) وهی روایة ابن وهب عنه کما فی فتح الباری. واستدلوا بقوله تعالی: ﴿والوٰلدٰت یرضعن أولٰدهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة﴾. [البقرة: ۲۳۳] وبقوله تعالی: ﴿وحمله وفصٰله ثلٰثون شهرا﴾. [الأحقاف: ۱۵] وأقل مدة الحمل ستة أشهر، فبقی حولان للفصال، واستدلوا أیضاً بما أسلفنا من الآثار فی مسألة رضاع الکبیر....و أما لو رجعنا الی قوة الدلیل فالراجح مذهب الجمهور، ومنهم أبو یوسف ومحمد، ولذلک أفتی المتأخرون من الحنفیة فی هذه المسألة علی قولهم، واختاره الطحاوی، وقال ابن نجیم: ولایخفی قوة دلیلهما، فان قوله تعالی: ﴿والوٰلدٰت یرضعن اولٰدهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة﴾ [البقرة: ۲۳۳] یدل علی أنه لارضاع بعد التمام، وأما قوله تعالی: ﴿فان أرادا فصالاً عن تراض منهما وتشاور فلا جناح علیهما﴾ [البقرة: ۲۳۳] فانما هو قبل الحولین، بدلیل تقییده بالتراضی والتشاور، وبعدهما لایحتاج الیهما. کذا فی البحر الرائق[۳: ۲۲۵]. (تکملة فتح الملهم، کتاب الرضاع، ج: ۱، ص: ۳۷،۷۶، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

کتاب الطلاق کے مسائل

ایک مجلس میں تین طلاق مغلظہ ہیں

﴿سوال﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء محققین شریعت بیضاء اس مسئلہ میں کہ طلاق ثلثہ جلسہ واحدہ میں دفعۃ واحدۃ یک لخت کہ یہ عند الشرع ملت بیضاء میں حرام وممنوع وبدعت ہے اگر کوئی شخص بایں ہیئت دیوے تو رجعت حالت مذکور بالا میں حسب احادیث صحیحہ ہوسکتی ہے یا نہیں یا بقاعدہ فقہاء ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ عند الضرورۃ بحسب مذاہب دیگر رجوع کیا جاتا ہے چنانچہ مواقع کثیرہ عدیدہ میں یہ امر مسلم اور جاری ہے خاص کہ مسئلہ ہذا میں بھی کذا افتاہ مولانا محمد عبدالحی المرحوم اللکھنوی فی مجموعۃ الفتاوی وکذا فی مسک الختام فی بلوغ المرام نقلہ عن الائمۃ الحنفیۃ رحمھم اللّٰہ تعالیٰ بینوا بالحق والصواب تواجروا بیوم الفتح والحساب.

﴿جواب﴾:

ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کر خاوند رجوع کرسکتا ہے کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنہما کے شروع زمانہ خلافت میں بھی دستور تھا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مندرجہ صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ کان الطلاق علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناء ۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تینوں کو تین قرار دیا تو یہ حکم ان کا سیاسی تھا شرعی نہ تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منصب شریعت نہ تھا واللہ اعلم والعلم عند اللہ راقم ابو الوفاء ثناء

اللہ کفا اللہ امرتسری ثناء اللہ محمودی جواب صحیح ابوتراب محمد عبدالحق۔

جمہور کا تو مذہب یہی ہے کہ تین طلاق پڑ جاتی ہیں مگر بعض محققین جن میں بعض صحابہ تابعین بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ تین نہیں بلکہ ایک ہی طلاق ہوگا ان کی دلیل قوی ہے پہلوں کے ساتھ کثرت رائے ہے۔ من اتبع علما لقی اللّٰہ سالما انشاء اللّٰہ تعالٰی . ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ۔ احمد اللہ ابوعبید محدث امرتسری۔

یہ فتویٰ موافق مذہب بعض اہل علم از صحابہ اور تابعین اور محدثین اور فقہاء کے ہے جمہور علماء از صحابہ کرام و تابعین و محدثین وفقہاء اس فتویٰ کے خلاف پر ہیں جمہور کا مذہب اسلم ہے احتیاط کی رو سے اور پہلا قوی ہے دلیل کی رو سے فقط ۔عبدالجبار عفی عنہ ۔ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی۔

مجموعۃ فتوی جلد دوم ص:۵۹ مکتوب اسلام استفتاء.........بن عبداللہ لغزنوی

سوال: زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ (۱) میں نے طلاق دیا (۲) میں نے طلاق دیا (۳) میں نے طلاق دیا پس اس تین بار کہنے سے طلاق واقع ہوں گی یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جاوے گی یا نہیں ہوالمطلوب اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور مفاسد زائدہ کا خطرہ ہو تو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورۃ قول امام مالکؒ پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے ۔ واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفی عنہ لکھنوی۔ عبدالحیٔ ابو الحسنات۔

جواب: تین طلاقیں اس صورت میں واقع ہوگئیں سوائے حلالہ کے کوئی تدبیر اس کی

نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔



(۱):فی الأوجز: قال الموفق: ان طلق ثلاثاً بكلمة واحد وقع الثلاث، وحرمت عليه حتى تنكح زوجاً غيره، ولافرق بين قبل الدخول وبعده، وروى ذلك عن ابن عباس وأبى هريرة وابن عمر وعبداللّٰه بن عمرو وابن مسعود وأنس، وهو قول أكثر أهل العلم من التابعين والأئمة بعدهم.

قال الزرقانى: والجهمور على وقوع الثلاث، بل حكى ابن عبدالبر الاجماع قائلاً: ان خلافه شذوذ لايلتفت اليه، انتهٰى.

وقال الحافظ فى الفتح بعد ما أطال الكلام فى ذلك: وفى الجملة فالذى وقع فى هذه المسألة نظير ما وقع فى مسألة المتعة سواء، أعنى قول جابر: انها كانت تفعل على عهد النبىﷺ وأبى بكر وصدراً من خلافة عمر۔رضى اللّٰه عنه۔: قال: ثم نهانا عمر۔رضى اللّٰه عنه۔عنها فانتهينا، فالراجح فى الموضعين تحريم المتعة وايقاع الثلاث الاجماع الذى انعقد فى عهد عمر۔رضى اللّٰه عنه۔على ذلك، ولايحفظ أن أحداً فى عهد عمر۔رضى اللّٰه عنه۔خالفه فى واحدة منهما، وقد دل اجماعهم على وجود ناسخ، وان كان خفى عن بعضهم قبل ذلك، حتى ظهر لجميعهم فى عهد عمر۔رضى اللّٰه عنه۔فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذ له، والجمهور على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق، اهـ. (أوجز المسالک الى موطأ مالک، كتاب الطلاق، باب ماجاء فى البتة، ج: ۱۱، ص: ۱۲، ۱۳، ط، دار القلم دمشق/ وبذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، ج: ۸، ص: ۱۹۵، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان/ ورد المحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، مطلب فى طلاق الدور، ج: ۴، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

طلاق کے گواہوں کے نہ ہونا

﴿سوال﴾:

اگر زوجہ مدعیہ طلاق ہے اور شوہر منکر اور گواہ نہ ہوں تو کیا ہو اور دونوں کے ہوں تو کس کے اولیٰ ہوں گے اور زوجین رضامند ہو اور کوئی مدعی نہیں اور اجنبی کہتا ہے کہ دی تھیں تو کس کا قول ماننا پڑے گا؟

﴿جواب﴾:

یہ معاملہ قضا کا ہے قاضی ظاہری فیصلہ دیتا ہے عند اللہ تعالیٰ حلت نہیں ہوسکتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ثبوت طلاق کا نصاب شہادت

﴿سوال﴾:

جو ثقہ اور سچا ہو اس کے روبرو کسی نے دو طلاق دی ہوں اور پھر منکر ہو جاوے پھر اس شور و شغب کیوجہ سے کوئی شخص نکاح صورت ہذا میں پڑھ دیوے تو کیا وہ اور حضار گنہگار

---

(۲): فی الهندية: والمرأة كالقاضی لایحل لها أن تمكنه اذا سمعت منه ذلک أو شهد به شاهد عدل عدها. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الثانی فی ايقاع الطلاق، الفصل الاول فی الطلاق الصريح، ج: ۱، ص: ۳۵۴)

وفی البحر: والمرأة كالقاضی اذا سمعته أو اخبرها عدل لایحل لها تمكينه. وهكذا اقتصر الشارحون. وذكر فی البزازية وذكر الأوزجدی أنها ترفع الأمر الی القاضی، فان لم يكن لها بينة تحلفه، فان حلف فالاثم عليه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق، ج: ۳، ص: ۴۴۸، ۴۴۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہوں گے اور اس صورت میں ثقہ کے قول کا اعتبار ہوگا کیا مطلق کا؟

﴿جواب﴾:

ایقاع طلاق کا ثبوت دو گواہوں سے ہوتا ہے (۳) ایک گواہ سے اگر چہ عادل ہو نہیں ہوتا پس انکار زوج پر عمل ہوگا اور دو طلاق کی حالت میں اگر نکاح دوبارہ کر دیا تو کچھ حرج نہیں کسی پر کہ یہ درست امر ہے (۴) اگر چہ فضول ہی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



طلاق کے لئے گواہوں کی ضرورت

﴿سوال﴾:

زید نے اپنی زوجہ کو بایں وجہ طلاق دی کہ وہ امورات وانتظامات خانہ داری میں ہمیشہ اس کی مرضی کے خلاف کاربند رہا کرتی تھی باعث اس کا یہ تھا کہ زید نوکری پیشہ ہے وہ ہمیشہ سفر میں رہا ہے جب کبھی ایک سال یا چھ ماہ کے بعد وہ گھر آتا تو جن امورات کی نسبت وہ ہدایت کر کے سفر کو جاتا تھا ان امورات سے زیادہ خرابیاں آنکو دیکھتا تھا اور معاملات اس قسم کے پیدا ہوئے جن کی وجہ سے زید کے اقرباء میں نفاق پیدا ہوگیا اس صورت میں زید نے اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر یہ نفاق اس کی طرف سے ہوا تو میں اس کو طلاق دیدوں گا پس تحقیقات باطنی سے ثابت کیا تو بنیاد نفاق اس کی ہی جانب سے ثابت ہوئی زید نے اپنے

---

(۳): فی البحر: (ولغیرها رجلان أو رجل وامرأتان) للآیة. أطلقه فشمل المال وغیره کالنکاح والطلاق والوکالة والوصیة والعتاق والنسب. (تکمة البحر الرائق، کتاب الشهادات، ج: ۷، ص: ۱۰۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی ملتقی الأبحر: ولغیر ذلک رجلان أو رجل وامرأتان مالاکان أو غیر مال کالنکاح، والرضاع، والطلاق والوکالة، والوصیة. (ملتقی الأبحر ومعه مجمع الانهر، کتاب الشهادات، ج: ۳، ص: ۲۶۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

عہد کو پورا کیا اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ زید کی زوجہ کا بروقت دینے طلاق کے زید پسر اور زید کا باپ موجود تھا الہٰذا یہ بیان زید کا صحیح ہے اس صورت میں طلاق جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾:

زید نے جو طلاق دی وہ واقع ہوگئی زوجہ کے اقرباؤں کا موجود ہونا کچھ ضرور نہیں (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم



طلاق کے بعد میاں بیوی کا راضی ہو جانا

﴿سوال﴾:

اگر کوئی ہزاروں طلاق دیدیوے اور بعد کو منکر ہو اور باہم زوجین رضامند بھی ہو جائیں اور تحلیل نہ کرائیں اور شوہر تین کا بھی اقرار نہ کرتا ہو پس کسی نے نکاح جدید ان کا

---

(۴): فی الهندیة: اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، ج: ۱، ص: ۴۷۲، ۴۷۳)

وفی ملتقی الأبحر: وله أن یتزوج مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها. (ملتقی الأبحر ومعه مجمع الانهر، کتاب الطلاق، باب الرجعة، ج: ۲، ص: ۸۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵): فی مجمع الانهر: وشرطه کون الزوج مکلفاً والمرأة منکوحة أو فی عدة تصلح معها محلاً للطلاق. (مجمع الانهر، کتاب الطلاق، ج: ۲، ص: ۳، ص: دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی البحر: وأما شرطه فی الزوج فالعقل والبلوغ، وفی الزوجة أن تکون منکوحته أو فی عدته التی تصلح معها محلاً للطلاق. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، ج: ۳، ص: ۴۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت)

پڑھ دیا گنہگار کون ہے؟

﴿جواب﴾:

وقوع طلاق حق اللہ اور تحریم فرج بھی پس رضامندی زوجین سے حلت نہیں ہوسکتی جب تین طلاق سے حرمت مغلظ ثابت ہوئی اور اب وہ مثل مادر کے حرام ہوگئی رضا طرفین سے کچھ حلت نہیں ہوسکتی (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



بیوی کو ماں کہنا

﴿سوال﴾:

اگر کوئی حالت غصہ میں اپنی عورت کو ماں بہن کہہ دے اور وہ یہ جانتا ہے کہ ماں بہن کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے تو اس کہنے سے طلاق ہوجاوے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۶):عن ابن عمر رضی اللہ عنهما، قال: سئل النبی ﷺ عن الرجل يطلق امرأته ثلاثا. فيتزوجها الرجل فيغلق الباب، ويرخي الستر، ثم يطلقها قبل أن يدخل بها، لاتحل للأول حتى يجامعها الآخر. رواه النسائي، وقال: هذا أولى بالصواب(أى من الذى قبله فى السنن باعتبار السند). (اعلاء السنن، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، باب أن المطلقة المغلظة تحل اذا نكحت من زوج غير الأول وجامع الثانى ثم أبانها، ج: ۱۱، ص: ۲۰۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

فى الهندية: وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة و ثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا فى الهداية. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، ج: ۴۷۳)

ماں بہن کہنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی ہے خواہ کچھ سمجھ کے کہے (۷)۔ فقط

﴿سوال﴾:

ایک شخص اپنے دل میں بالیقین جانتا ہے کہ اپنی عورت کو ماں کہنے سے طلاق آجاتی ہے حالت غصہ میں اپنی عورت کو تین مرتبہ بہ نیت طلاق ماں بہن کہہ دیا یا بہ نیت طلاق یہ کہہ دیا کہ تیرا وجود میرے نزدیک مثل میری ماں بہن کے وجود کے ہے مگر کسی عضو خاص کا نام نہیں لیا صرف لفظ وجود کہا ان دونوں صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس ہر دو صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر دوسری صورت میں جو کہا کہ وجود مثل ماں کے اس میں اگر تحریم کی نیت کی تو زوجہ میں نیت کے سبب حرمت ہو جاوے گی (۸)۔ فقط



---

(۷): عن أبی تمیمة الهجیمی: أن رجلاً قال لامرأته: یا أخیة، فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: أختک هی؟ فکره ذلک ونهی عنه. وفی البذل تحت هذا الحدیث: هذا الحدیث مرسل، فان أبا تمیمة تابعی من الطبقة الثالثة، وانما کره ذلک، لأن قرابة الأخوة محرمة، فکونها أختاً له مظنة التحریم...الخ. (بذل المجهود فحل سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الرجل یقول لامرأته: یا أختی، ج: ۸، ص: ۲۱۷، رقم: ۲۲۱۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

فی الهندیة: لو قال لها أنت أمی لایکون مظاهرا وینبغی أن یکون مکروهاً ومثله أن یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوه. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظهار، ج: ۱، ص: ۵۰۷)

(۸): فی التاتارخانیة: ولو قال "أنت علی کأمی" أو قال "مثل أمی" فان نوی ظهاراً أو طلاقا فهو علی مانوی، وفی الهدایة: وان قال "اردت الطلاق" فهو طلاق بائن، م: وان أراد به البر والکرامة لایلزمه شئ وان لم تکن له نیة فعلی قول أبی

شوہر کا بیوی کو ماں بہن کہنا اور بیوی کا شوہر کو باپ بھائی کہنا

سوال:

زید غصہ میں اپنی عورت کو ماں یا بہن یا اسی طرح عورت اپنے مرد کو باپ یا بھائی یا اور کچھ کہے یا عورت مرد ایک دوسرے کو گالیاں دیویں تو اس صورت میں نکاح باقی رہتے ہے یا نہیں؟

جواب:

ان سب صورتوں میں نکاح نہیں ٹوٹتا مگر یہ فعل خود شنیع ہے(۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



حنیفة هو لیس بشئ، وقال محمد رحمه الله: هو الظهار، وعن أبی یوسف رحمه الله أنه قال: ان کان فی غضب فهو یمین ان ترکها أربعة أشهر ولم یقربها بانت منه بتطلیقة، وعنه روایة أخری أنه کان فی غضب فهو علی الظهار، وفی الهدایة وان عنی به التحریم لاغیر فعند أبی یوسف رحمه الله هو ایلاء، وعد محمد هو ظهار، وفی الخلاصة: وان نوی به التحریم ذکر فی بعض نسخ أنه ایلاء عد أبی حنیفة وأبی یوسف رحمه الله تعالی، والأصح أنه ظهار عد الکل. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون فی مسائل الظهار وکفارته، ج: ۵، ص: ۱۶۹، ۱۷۰، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظهار، ج: ۱، ص: ۵۰۷)

(۹):عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ: لیس المؤمن بالطعان، ولااللعان، ولا البذی، ولاالفاحش. (الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، باب ذکر نفی اسم الایمان عمن أتیٰ ببعض الخصال التی تنقص باتیانه ایمانه، ج: ۱، ص: ۳۵۶، ط، دار التاصیل)

بیوی کو گھر سے نکل جانے کا حکم دینا

﴿سوال﴾:

جو شخص اپنی عورت کو چند بار کہہ دے کہ تو میرے گھر سے چلی جا اور دل میں یہ ہو کہ نہ جاوے بطور ڈرانے کے کہتا ہے اس لفظ سے اس کے نکاح میں کچھ نقصان تو نہیں ہوتا؟

﴿جواب﴾:

اس طرح کہنے سے نکاح میں کچھ نقصان نہیں ہوتا البتہ اگر طلاق کی نیت سے کہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے(۱۰)۔فقط



فی التاتارخانية: اذا قال لها "أنت أمي" يريد به الطلاق فهو باطل لأنه كذبه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع والعشرون في مسائل الظهار و كفارته، ج: ۵، ص: ۱۷۰، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب التاسع في الظهار، ج: ۱، ص: ۵۰۷)

(۱۰):في البحر: وحاصل ما في الخانية أن من الكنايات ثلاث عشرة لايعتبر فيها دلالة الحال ولاتقع الا بالنية: حبلك على غاربك، تقنعي، تخمري، استتري، قومي، اخرجي، اذهبي، انتقلي، انطلقي.الخ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، ج: ۳، ص: ۵۲۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، ج: ۴۶۸)

باب عدت کا بیان

عدت والی عورت کا باپ کی عیادت کرنا

سوال:

عورت کو حالت عدت زوج میں اپنے والد کی عیادت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

عیادت کے واسطے خروج معتدہ کا گھر سے درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



عدت والی عورت کا طاعون زدہ مقام سے نکلنا

سوال:

جس محلّہ میں بمعہ کنبہ کے میرا قیام ہے طاعون کی نہایت زیادتی ہے اموات کثیر ہوتی ہیں شہر کی آب و ہوا بہت خراب ہے اہل محلّہ و ہمسایہ دیگر جگہ کو فرار ہو رہے ہیں میرے مکان میں ایک عدت والی عورت ہے اس مکان میں اس کے خاوند نے انتقال کیا ہے جس

---

(۱): فی الدر المختار: وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه الا أن تخرج، أو ینهدم المنزل أو تخاف انهدامه، أو تلف مالها، أو لاتجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج: ۵، ص: ۲۲۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی البحر: معتدة الموت تخرج یوماً وبعض اللیل لتکتسب لأجل قیام المعیشة لأنه لا نفقة لها حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها أن تخرج لزیارة ولا لغیرها لیلاً ولا نهاراً. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فی الاحداد، ج: ۴، ص: ۴۵۸، ۴۵۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

میں وہ زمانہ عدت کاٹ رہی ہے۔ دوسری جگہ جانے سے مجبور ہے نیز اسکی وجہ سے دوسرے لوگ بھی غیر جگہ جانے سے اور مکان خالی کرنے سے جس میں اکثر چوہے مرے ہوئے نکلے ہیں مجبوراً لاچار ہیں لہٰذا اس صورت میں اپنے محلّہ سے بخیال تبدیل آب وہوا دوسری جگہ ایام طاعون میں بارادہ سکونت جاسکتے ہیں یا نہیں اور ایسی حالت میں وبا میں جہاں اندیشہ مال وجان ضائع ہونے کا ہو عدت والی بھی اس مکان کو چھوڑ کر دیگر جاسکتی ہے یا نہیں بعض علماء وباء سے بھاگنے والے کو جہاد کے بھاگنے والے سے تشبیہ دیتے ہیں اور گنہگار مرتکب کبیرہ کا بتلاتے ہیں جواب باصواب عنایت فرماویں بینوا توجروا۔ مرسلہ عبدالعلیم خان عفی اللہ تعالیٰ عنہ مقیم آلہ آباد محلّہ گیٹ گنج مکرر عرض ہے کہ آجکل مقدمات وغیرہ اکثر ہورہے ہیں کوئی درد شافی وکافی فساد کو بتلایا جاوے زیادہ والسلام

﴿جواب﴾:

اللہ تعالیٰ رحم فرماوے دست بدعا ہوں ورد حسبنا اللہ کی اجازت ہے پس جب بوجہ طاعون اہل محلّہ باہر چلے جاویں یا دوسرے محلّہ میں چلے جاویں تو عدت والی کو بھی جانا درست ہے(۲) اور ایسی جگہ سے لوگوں کو شہر سے دور چلا جانا یا دوسرے شہر میں جانا درست نہیں ہے(۳) البتہ اسی شہر کے آس پاس رہنا درست ہے یا دوسرے محلّہ میں چلے جاویں

---

(۲):فی ملتقی الأبحر: ولاتخرج معتدة الطلاق من بيتها أصلاً، ومعتدة الموت.....وتعتد المعتدة فی منزل يضاف اليها وقت الفرق أو الموت الا أن تخرج جبراً أو خافت علی مالها أو انهدام المنزل أو لم يقدر علی كرائه. (ملتقی الأبحر مع مجمع الانهر، كتاب الطلاق، باب العدة، ج: ۲، ص: ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):عن عامر بن سعد بن أبی وقاص، عن أبيه: أنه سمعه يسأل أسامة بن زيد: ماذا سمعت من رسول اللهﷺ فی الطاعون؟ فقال أسامة: قال رسول اللهﷺ: الطاعون رجس أرسل علی طائفة من بنی اسرائيل أو علی من كان قبلكم.

تب بھی درست ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فاذا سمعتم به بأرض فلاتقدموا عليه. واذا وقع بأرض وأنتم بها فلاتخرجوا فرارا منه. (صحيح البخارى كتاب أحاديث الأنبياء، ص: ۷۱۵، ۷۱۶، رقم: ۳۴۷۳، ط، دار السلام رياض)

يرى جمهور العلماء منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فراراً من ذلك، لقول النبى ﷺ: "الطاعون آية الرجز ابتلى الله عزوجل به أناساً من عباده، فاذا سمعتم به فلاتدخلوا عليه، واذا وقع بأرض وأنتم بها فلاتفروا منه. (الموسوعة الفقهية، باب الطاعون، القدوم على بلد الطاعون والخروج منه، ج: ۲۸، ص: ۳۳۰)

(۴):فى حاشية امداد الاحكام: فيه دليل جواز ما افتى به مشائخنا من خروج اهل المصر الى الفناء لا لتقلاح الهواء فان ذالک ليس من الفرار بل من باب التداوى. (امداد الاحكام، مسائل متفرقه، ج: ۴، ص: ۴۵۲، ط، مكتبه دار العلوم كراچى)

سوال: دوسرے طاعونی مقام سے تخلیہ نقل مکان جو طبعاً ضروری خیال کیا گیا ہے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: انتقال بلد درست نہیں، ایک ہی بلد میں محلّہ یا دار کا نقل درست ہے۔(امداد الفتاوی، مسائل متعلقہ طاعون وباء، ج:۴،ص:۲۸۴،۲۸۵،ط،مکتبہ دار العلوم کراچی)

باب بچوں کی پرورش کا بیان

بچوں کی پرورش کا حق کن کن کو حاصل ہے اور مدت بلوغ کیا ہے

سوال:

حق حضانۃ یعنی استحقاق پرورش وتربیت اولاد صغیرہ والدین میں سے کس کو حاصل ہے اور صورت طلاق دینے زوجہ کے کس کو حاصل ہے اور درصورت فوت ہونے زوج کے کس کو حاصل ہے اور درصورت فوت ہونے زوجین کے کس کو حاصل ہے اور یہ حق حضانۃ اولاد صغیرہ کس حد عمر تک حاصل ہے اور مدت بلوغت لڑکی یا لڑکے کا کس مدت عمر تک ہے اور جو اس کی حد وعلامات ہیں تو کیا کیا علامات ہیں؟ مفصل مدلل بمذہب حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماویں تا کہ ماجور ہوں عند اللہ مشکور ہوں عند الناس بمہر ودستخط مزین فرمایا جاوے۔

جواب:

نمبر ا ماں کو(۱) فقط نمبر ۲، ۳ ماں کو جب تک وہ کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرلے جو اس بچہ سے ایسا علاقہ نہیں رکھتا جس سے پھر وہ ساقط ہو جاوے(۲) فقط۔ نمبر ۴ ماں کے بعد

---

(۱):فی الهندية: أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الام. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة، ج: ۱، ص: ۵۴۱)

(وكذا فى مجمع الانهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۲، ص: ۱۶۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):عن عمرو بن شعيب، عن ابيه عن جده عبدالله بن عمرو، أن امراة قالت: يا رسول الله، ان ابنى هذا كان بطنى له وعاء وثديى له سقاء، وحجرى له حواء وان اباه طلقنى وأراد أن ينتزعه منى، فقال لها رسول الله ﷺ: أنت أحق به مالم تنكحى. وفى البذل تحت هذا الحديث: وقد ذهب أبو حنيفة والهادوية الى أن

نانی کواور نانی کے بعد خالہ کواور خالہ کے بعد بہن کو(۳) فقط۔نمبر۵ آٹھ سال تک حاصل

النكاح اذا كان لذى رحم محرم للمحضون لم يبطل به حق حضانتها. وقال الشافعي: يبطل مطلقاً، لأن الدليل لم يفصل، وحديث ابنة حمزة لايصلح للتمسك به، لأن جعفراً ليس بذى رحم محرم لابنة حمزة.

وقد استدل لمن قال بأن النكاح اذا كان بذى رحم للمحضون لم يبطل حق المرأة من الحضانة بما رواه عبدالرزاق، عن أبى سلمة بن عبدالرحمٰن، أنه قال: جاءت امراة الى النبى ﷺ فقالت: ان لى أنكحى رجلاً لا أريده، وترك عم ولدى، فأخذ منى ولدى، فدعا رسول اللّٰه أباها، ثم قال لها: اذهبى فانكحى عم ولدك. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ج: ۸، ص: ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، رقم: ۲۲۷۶، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى البحر: ومن نكحت غير محرم سقط حقها أى غير محرم من الصغير كالأم اذا تزوجت بأجنبى منه....... قيد بغير المحرم لأن الزوج لو كان ذا رحم محرم للصغير كالجدة اذا كان زوجها الجد أو الأم اذا كان زوجها عم الصغير أو الخالة اذا كان زوجها عمه لايسقط حق لانتفاء الضرر عن الصغير. ودخل تحت غير المحرم الذى ليس بمحرم كابن العم فهو كالأجنبى هنا. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ، ۴، ص: ۲۸۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):حضرت گنگوہی صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ:''ماں کے بعد نانی کواور نانی کے بعد خالہ کواور خالہ کے بعد بہن کو''۔

واضح ہو کہ نانی کے بعد اگر دادی موجود ہو تو بچے کی پرورش کا حق دادی کو حاصل ہے۔اور اگر دادی نہ ہو تو بچے کی بہن پرورش کا حق دار ہے،اور اگر بچے کی بہن نہ ہو تو پھر خالہ بچے کی پرورش کا حق دار ہے اور اگر بچے کی خالہ نہ ہو تو پھر پھوپھی بچے کی پرورش کا حق دار ہے۔نیز حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ:''خالہ کے بعد بہن کو''، یہاں بظاہر بہن سے والد کے بہن (پھوپھی) مراد ہیں اس لئے کہ بچے کی بہن حق حضانت میں خالہ سے مقدم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

فى الكنز: أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم الأم ثم أم الأب ثم الأخت

ہے(۴) فقط۔نمبر۶ موافق مذہب مفتی بہ پندرہ سال کی عمر تک حد بلوغ لڑکا لڑکی ہے اور

لأب وأم ثم لأم ثم لأب ثم الخالات كذلك ثم العمات كذلك.

وفي البحر تحته: قوله: (ثم الأخت لأب وأم ثم لأم ثم لأب) يعني فهن أولى من العمات والخالات لأنهن بنات الأبوين ولهٰذا قدمن في الميراث. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۴، ص: ۲۷۹، ۲۸۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۲، ص: ۱۶۶، ۱۶۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴): بچے کی حق حضانت کے بارے میں فقہائے کرام سے تین قول منقول ہے، سات سال، آٹھ سال اورنو سال، البتہ مفتیٰ بہ قول سات سال کا ہے۔اور بچی کی ام اور جدہ لڑکی کی پرورش کی اس وقت تک حقدار ہیں جس وقت کہ اس کو حیض آئے یعنی بالغ ہوجائے، امام محمدؒ سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ جب حد شہوت کو پہنچ جائے۔اورام اور جدہ کے سوا باقی عورتیں (جن کو حق پرورش حاصل ہے) لڑکی کی پرورش کے اس وقت تک زیادہ حقدار ہیں جس وقت کہ وہ حد شہوت کو پہنچ جائے جس کا اندازہ علماء نے نو سال مقرر کیا ہے۔لہٰذا محققین علمائے کرام نے اس زمانے فساد میں امام محمدؒ کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔

في التاتارخانية: وذكر الحصاف في كتاب النفقات: أن الأم أحق بالغلام مالم يبلغ سبع سنين، أو ثمان سنين، وفي الكافي: والفتوى على سبع سنين. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثلاثون في حكم الولد عند افتراق الزوجين، ج: ۵، ص: ۲۷۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

في ملتقى الأبحر: ويكون الغلام عندهن حتى يستغني عنها بأن يأكل ويشرب ويلبس ويستنجي وحده وقدر بتسع أو بسع ثم نجبر الأب على أخذه والجارية عندالأم أو الجدة حتى تحيض وعند محمد حتى تشتهي ما عند غير هما وبه يفتي لفساد الزمان.

وفي مجمع الأنهر تحته: (وقدر بتسع أو سبع) أي قدر مدة الاستغناء أبو بكر

اگر اس سے پہلے انزال یا حمل ظاہر ہو جاوے تو اس پر حکم بلوغ دیا جاوے گا (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

بندہ محمود عفی عنہ　　　　عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی
مدرس اول مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند　　　　مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند
الٰہی عاقبت محمود گرداں۔　　　　وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔



الرازی بتسع سنین، والخصاف بسبع سنین، وعلیه الفتوی کما فی أکثر الکتب اعتباراً للغالب...... (وبه) أی بقول محمد: (یفتی لفساد الزمان) کما فی أکثر المعتبرات، وفی البحر ان الفتوی علی خلاف ظاهر الروایة فقد صرح فی التجنیس بأن فی ظاهر الروایة انها أحق بها حتی تحیض، واختلف فی حد الشهوة فقدره أبو اللیث تسع سنین، وعلیه الفتوی کما فی التبیین. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۲، ص: ۱۶۸، ۱۶۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الدر المختار: والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها بالصغیرة حتی تحیض أی تبلغ فی ظاهر الروایة...... وغیرهما أحق بها حتی تشهی وقدر بتسع، وبه یفتی، وبنت احدی عشرة مشتهاة اتفاقاً زیلعی. وعن محمدؒ أن الحکم فی الأم والجدة کذلک وبه یفتی لکثرة الفساد.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وبه یفتی) قال فی البحر بعد نقل تصحیحه: ولحاصل أن الفتوی علی خلاف ظاهر الروایة. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة، ج: ۵، ص: ۲۶۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۵): فی الدر المختار: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والأصل هو الانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحاً لأنه قلما یعلم منها فان لم یوجد فیهما شیء فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة، وبه

باب اولیاء اور کفو کا بیان

ماں کی ولایت کا نکاح

﴿سوال﴾:

ایک لڑکی کا نکاح باوجود ہونے لڑکی کے چچا حقیقی کے والدہ لڑکی نے بلا اجازت واذن لڑکی و چچا کے باہمی عداوت کیوجہ سے نکاح کر دیا اور نہ لڑکی راضی ہے تو اس صورت میں شرعاً نکاح صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر کوئی ولی عصبہ نہ ہو تو ولایت دختر نابالغہ کی اس کی ماں کو ہوتی ہے(۱) اگر وہ راضی نہیں ہے تو اس کے رد کرنے سے نکاح رد ہو جاوے گا(۲) اگر اور کوئی عصبہ موجود ہو تو وہ رد

یفتی.

وفی الشامية تحته: قوله: (وبه يفتی) هذا عندهما، وهو رواية عن الامام وبه قالت الأئمة الثلاثة. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام الخ، ج: ۹، ص: ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):فی الكنز: والولی العصبة على ترتيب الارث....وان لم يكن عصبة فللام.

وفی النهر تحته: (وان لم يكن عصبة) لانسبية ولاسببية، (فالولاية) أی: فولاية الانكاح (للام) هذا ظاهر فی تقديمها على أم الأب. (النهر الفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ج: ۱، ص: ۴۹۶، ۴۹۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):فی مجمع الانهر: وان كان المزوج غيرهما أی غير الأب، والجد، ولو اماما أو قاضياً على الصحيح، وعليه الفتوى كما في الكافي فلهما الخيار اذا بلغا أو

کرسکتا ہے اس کی رد سے نکاح رد ہو جاوے گا۔ اور اگر لڑکی بالغہ ہے تو وہ خود رد کرسکتی ہے بغیر اس کی اذن ورضا کے نکاح نہیں ہوسکتا پس جب وہ بروقت پہنچنے خبر نکاح کے کہہ دے کہ میں نے اس کو رد کیا اور میں راضی نہیں ہوں تو اس سے نکاح رد ہو جاتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



چچا کی ولایت نکاح

﴿سوال﴾:

ایک لڑکی صغیرہ بعمر تقریباً آٹھ ماہ اس کی والدہ نے مرض موت میں اس کے چچا حقیقی کی کفالت وولایت میں دے دیا بایں صورت کہ تم اس کے مالک پرورش کنندہ ہو کل اختیارات تم کو حاصل ہیں حالانکہ یہ خود بھی لاولد ہیں اس وجہ سے ان کو بھی لڑکی کے کفیل بننے کی معہ اپنی زوجہ کے خواہش دامن گیر تھی اور والدہ لڑکی کی بھی جانتی تھی کہ اس کے چچا سے تکمیل کفالت پوری ہوگی اور پدر لڑکی بھی معاملہ مذکورہ سے راضی تھا اور صراحۃً رضا ظاہر کی

علما بالنكاح بعد البلوغ أى ان كان المزوج غيرهما فكل واحد منهما خيار الفسخ سواء كانا عالمين قبل البلوغ بالعقد أو علما بعد البلوغ فى أظهر الروايتين عند امام، وهو قول محمد. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الابحر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ج: ۱، ص: ۴۹۴، ۴۹۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):فى الدر المختار: ولاتجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استأذنها هو أى الولى وهو السنة.

وفى الشامية تحته: قوله: (وهو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح فلان يخطبك أو يذكرك فسكتت، وان زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها. (رد المختار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولى، ج: ۴، ص: ۱۵۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

بعدازاں جب کبھی پدرلڑکی سے تذکرہ معاملہ مذکور کا کوئی کرتا تو یہ کہا جاتا تھا کہ لڑکی اس کے چچا کی ہی ہے اسی کی پرورش میں ہے اس کے نکاح وغیرہ کا اختیار بھی اسی کو حاصل ہے اور درحقیقت ایسا ہی معاملہ واقع ہے کہ لڑکی اپنے پدر کو پدر بھی نہیں پہچانتی ماں اور باپ، چچا اور چچی کو ہی جانتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے اس کے کفیل نان نفقہ اور ہر طرح خبر گیری اور پرورش میں شفقت سے رکھتے ہیں اور تعلیم دین و پابند صوم وصلوٰۃ سے آراستہ رکھتے ہیں اور کبھی پدر کو کچھ تعلق کسی قسم کا لڑکی سے نہیں ہوا اب بعمر تقریباً گیارہ سال کی تجویز نکاح معہ رائے پدرلڑکی اپنے کفو میں کی گئی مگر فی الحال بوجہ کسی امر دنیوی آپس میں بھائیوں کے نزاع واقع ہوگئی بایں وجہ پدرلڑکی یہ کہتا ہے کہ لڑکی کو میں لے لونگا اور نکاح اس کا خود کروں گا تم سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا ہوں ور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جگہ تجویز نکاح میں پدر کی راضی رہی صرف بوجہ تنازع بھائیوں کے یہ امر واقع ہوا اور لڑکی بھی ہرگز کسی نوع یہ امر قبول نہیں کرتی کہ میں پدر کے یہاں جاؤں کیونکہ جو معاملہ چچا سے واقع ہے وہ پدر سے واقع نہیں لہٰذا ایسی صورت میں کہ ولایت کفالت لڑکی استحقاق چچا کو حاصل ہے تو نکاح بولایت چچا بھی ہوسکتا ہے یا نہیں مدلل بقواعد ارقام فرمایا جاوے؟

﴿جواب﴾:

باپ کے موجود ہوتے چچا کو ولایت نکاح اس لڑکی کی نہیں پہنچتی باپ کو اختیار ہے جہاں چاہے لڑکی کا نکاح کرے فقط اور چچا کو باپ کی اجازت سے ولایت واختیار نکاح ہوسکتا ہے جب اس کی طرف سے اجازت نہیں رہی تو چچا کو اختیار بھی نہیں رہا۔ قال في البحر الرائق تحت قوله: (وللولی انکاح الصغیر والصغیرة والولی العصبة بترتیب الارث) افاد بقوله بترتیب الارث ان الاحق الابن وابنه وان سفل الی ان قال ثم الاب ثم الجد ابوه ثم الاخ الشقیق ثم الاب الخ (۴). فقط

(۴): (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، ج: ۳، ص: ۲۰۸، ۲۱۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

واللہ تعالیٰ اعلم



دادا کی ولایت نکاح

﴿سوال﴾:

ایک شخص مر گیا اس نے اپنے بچے اور عورت کو چھوڑا اور اس کا چچا اور دادا ہے ولی ان بچوں کا دونوں میں سے کون ہے؟

﴿جواب﴾:

یہ نکاح بچگان مثلاً دادا کو ہے چچا کو نہیں ہے(۵) اور حق حضانت سات سال تک زوجہ کو ہے جو والدہ بچگان کی ہے(٦)۔



---

(۵):فی الهندية: وأقرب الأولياء الى المرأة الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد أبو الاب وان علا كذا فى المحيط. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الاولياء، ج: ١، ص: ٢٨٣)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ج: ٢، ص: ٢٠٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦):فى الهندية: أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الام.......والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع سنين وقال القدورى حتى يأكل وحده ويشرب وحده ويستنجي وحده وقدره أبو بكر الرازى بتسع سنين والفتوى على الاول. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة، ج: ١، ص: ٥٤١، ٥٤٢)

(وكذا فى الفتاوى التاتار خانية، كتاب الطلاق، الفصل الثلاثون فى حكم الولد عند افتراق الزوجين، ج: ٥، ص: ٢٧٣، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

غیر کفو میں نکاح ہوتو فسخ کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

زید ایک شخص اجنبی کے مکان پر رہتا تھا عمرو نے وارثان ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دیکر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرادیا بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے نور باف ہے اب وارثان ہندہ کو شرم وحیاء معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے کیونکہ سید اور نور باف کا نکاح نہایت عار کی بات ہے لہٰذا شرع شریف کے مطابق وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زمانہ جائز ہے یا نہیں دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفو کے وہاں سے چلا گیا وقت رخصت زوجہ سے کہا کہ میں اس گھر میں ونیز قریہ میں تاحیات نہیں آوں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا اب اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾:

صورۃ مذکورہ میں ہندہ کو اور اولیاء ہندہ کو اختیار فسخ کا ہے **کما فی العالمکیریۃ ولو انتسب الزوج لها نسباً غیر نسبه فان ظهر دونه وهو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل وان کان کفوا فحق الفسخ لها دون الاولیاء انتهیٰ. وفی الدرالمختار فلو نکحت رجلاً ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لاخیار لها بل للاولیاء ولو زوجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا الاخیار ولاحد الا اذا اشترطوا الکفاءۃ او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذلک ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم الخیار.** اور زید کا قسم کھانا مستلزم ایلاء کا نہیں۔ **کما فی الدر المختار او قال وهو بالبصرة والله لاادخل مکة وهی بها لایکون مولیا لانه یمکنه ان یخرجها منها فیطاها انتهیٰ.** اور اس زمانہ میں اگرچہ قاضی نہیں ہے جب بھی شہر کے مفتی سے حکم لے کر فسخ کرسکتا ہے۔ کیونکہ قائم مقام قاضی کا مفتی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمٰن برسانی تعقبہ بعضہم وھو

مندرج فی الذیل ایضا۔

صورت مستفسرہ میں وہ سرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر کو ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کیلئے کفاءت شرط نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر اپنی رضا کر دے بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا۔ والمختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی وفی ردالمحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر. یہاں جب کہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید کے قسم وتحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی مرتب نہیں ہوسکتا واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

فتنازعوا بینھم فرجعوا الی علمائنا خصوصا الی شیخنا الاجل امام الفقھاء فی عصرہ المولانا رشید احمد سلمہ اللّٰہ تعالیٰ فاجاب باحسن التفصیل وھو ھذا. صورت مندرجہ ذیل مسئلہ ہذا میں اولیاء کو حق فسخ نکاح ہے اور وہ کسی حاکم یا قاضی مسلمان سے رجوع کریں کہ وہ فسخ کرے مفتی کو حنفیہ کے نزدیک بغیر تحکیم طرفین اختیار فسخ نہیں ہے (۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح محمود عفی مدرس اول مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔ الٰہی عاقبت محمود گردان۔

الجواب صحیح بندہ محمد منفعت علی۔ جواب مجیب اول صحیح ہے اولیاء کو اختیار فسخ نکاح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی۔ وتوکل علی العزیز الرحمٰن۔



(۷): (تفصیل کے لیے دیکھئے: المسائل المھمہ فیما ابتلت علیہ العامۃ، کتاب النکاح، ج: ۲، ص: ۱۶۰/ وخیر الفتاوی، کتاب النکاح، باب ولایت وکفاۃ، ج: ۴، ص: ۵۲۹، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان)

باب وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ان کا بیان

اگر لڑکا اپنے باپ پر اپنی بیوی سے زنا کی تہمت لگائے

﴿سوال﴾:

زید نے اپنی زوجہ کی بابت اپنے والد سے تہمت زنا لگائی اور ہر کس وناکس حتی کہ عدالت کے روبرو یہی بیان کیا۔ اب اوپر والے اس سے سخت پریشان ہیں اور حکم شارع کے جویاں کہ ایسی حالت میں آیا حرمت باعث تفریق بین الزوجین واقع ہے یانہیں اور ہرچند کہ عرصہ چار پانچ سال سے یہ امر واقع ہورہا ہے لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید آمادہ اپنے والد اور اپنی زوجہ کے ہلاک کردینے کا ہے امیدوار ہوں کہ ایسی کوئی وجہ تصفیہ ارقام فرماویں کہ رفع فساد ہو خاص جامع مسجد میں مجمع عام اپنے والد پر حملہ کیا۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾:

زید کی زوجہ فقط اس قول تہمت سے جدا نہیں ہوتی لیکن اگر زید لفظ کہہ دے کہ میں نے جدا کیا یا کوئی اور اس قسم کا کلمہ کہہ دیوے تو اس وقت جدا ہو جاوے گی (۱) اور پھر عدت کرائی جاوے گی اور یہ قول اگرچہ غلط ہو مگر جب خود زوج اس کا اقرار کرتا ہے تو حرمۃ اس

---

(۱): فی الدر المختار: وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بآخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة.

وفی الشامیة تحته: قوله: (الا بعد المتارکة) أی وان مضی علیها سنون کما فی البزازیة. وعبارة الحاوی الا بعد تفریق القاضی أو بعد المتارکة اهـ. وقد علمت أن النکاح لایرتفع بل یفسد، وقد صرحوا فی النکاح الفاسد بأن المتارکة لاتتحق الا بالقول، وان کانت مدخولاً بها کترکتک أو خلیت سبیلک. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج: ۴، ص: ۱۱۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

عورت کی اس شخص پر ہوگی (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اگر عورت اپنے خسر پر زنا کے ارادہ کی تہمت لگائے

﴿سوال﴾:

مسئلہ: ایک شخص نے بہ نیت حرام اپنے لڑکے کی زوجہ کا از راہ زبردستی کمر بند توڑ دیا مگر وہ عورت قابو میں نہ آئی اور حرام سے بچ گئی اور وہ شخص انکار کرتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور عورت از روئے قسم کے کہتی ہے اور وہ عورت نیک بخت ہے اور کوئی گواہ شاہدان کا نہیں ہے اس صورت میں وہ عورت اس کے لڑکے پر حرام ہوگئی یا نہیں زید کہتا ہے کہ وہ حرام ہوگئی؟

﴿جواب﴾:

صرف عورتوں کے کہنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی (۳)۔فقط



---

(۲):فی البحر: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع فی أكبر رأيه صدقها. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، ج: ۳، ص: ۱۷۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الشامية: قال فی الفتح: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، ويقع فی أكبر رأيه صدقها. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، ج: ۴، ص: ۱۰۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):فی الهندية: رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الاب امرأة ابنه بشهوة وهی مكرهة وانكر الزوج أن يكون بشهوة فالقول قول الزوج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فی بيان المحرمات، القسم الثانی المحرمات بالصهيرية، ج: ۱، ص: ۲۷۶)

(وكذا فی رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فی

باب غائب شخص کی بیوی کے مسائل

اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہوجائے

﴿سوال﴾:

ایک عورت کا خاوند عرصہ بیس اکیس سال سے مفقود الخبر ہے اور نکاح ثانی ایسی کا اسی صورت پر کسی شخص نے کرادیا تو جائز ہے یا نہیں اور جو حمل ہے اس کا کیا حکم ہے؟ فقط

﴿جواب﴾:

اس صورت میں جبکہ شوہر کو مفقود ہوئے بیس سال سے زائد ہوگئے ہیں تو اس کا نکاح دوسرے شخص سے حسب مذہب امام مالکؒ جس پر حنفیہ نے بھی بوجہ ضرورت فتویٰ دیدیا ہے درست ہوگیا اور اولاد جو اس شوہر دوم سے ہوئی ہے اس کا نسب ثابت ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔ رشید احمد ۱۳۰۱ از وجہ خفیۃ المذہب کو موافق قول امام مالکؒ

المحرمات، ج: ۴، ص: ۱۱۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):في اعلاء السنن: ولمالك: أن يقول: ان ابتلاء المرأة بالزنا ضياعها، فان خيف على امرأة المفقود ابتلاؤها بالزنا كان حكمها حكم ضالة الغنم، ومذهب الحنفية في الباب وان كان قويا رواية ودراية ولكن المتأخرين منا قد أجازوا الافتاء بمذهب مالك عند الضرورة الى فساد الزمان. والله المستعان وعليه التكلان، ومن أراد البسط في تحقيق مذهب المالكية في باب المفقود، فليراجع رسالة "الحيلة الناجزة" التي ألفها سيدي حكيم الأمة مجده وعلاه. (اعلاء السنن، كتاب المفقود، باب امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها البيان، ج: ۱۳، ص: ۵۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب المفقود، ج: ٦، ص: ۴٦۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

کے بعد گزرنے چار برس کے چار مہینے دس دن عدت گزار کر نکاح بلاریب درست ہے کیونکہ قول امام مالکؒ کا مستند ہے قول خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين. حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے قال فی الموطاء امام مالک عن يحيىٰ بن سعيد عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه قال ايما امراة فقد زوجها فلم يدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل.

اور یہی مذہب حضرت عثمان وعبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کا ہے چنانچہ فتح الباری اور تلخیص امام رافعی وغیرہ میں بوجہ بسط وتفصیل مذکور ہے اسی نظر سے جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور طحطاوی اور ردالمحتار حواشی درمختار اور فتاویٰ حسب المفتین وغیرہ میں حنفی مذہب میں بھی بروقت ضرورت کے دوسرے نکاح کرنے کا زن مفقود کے واسطے فتویٰ دیا ہے اور قول امام مالکؒ معمول بہ لکھا ہے۔

قال فی حسب المفتيين قول مالكؒ معمول به فی هذه المسئلة وهو احد قولی الشافعی رحمه اللّٰه ولو افتى الحنفی بذلک يجوز فتواه لان عمر رضی اللّٰه عنه قضی هكذا فی الذی استوته الجن بالمدينة وكفى به اماما ولانه منع حقها بالغيبة فی سنة عملا بالشبهين انتهٰی كلامه لو افتی به فی موضع الضرورة ينبغي ان لاباس به كذا فی الطحطاوی ورد المحتار وخزانة العلماء وغيره واللّٰه اعلم بالصواب الراقم العاجز محمد نذير حسين عفی عنه. محمد سيد نذير حسين.

ابومحمد عبدالحق ۱۳۰۵۔ سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹۔ ابومحمد عبدالوہاب رسول الادب خادم شریعت۔

قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ ابومحمد عبدالرؤف البہاری۔ جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔ حفیظ اللہ بس حسبنا اللہ۔ جواب صحیح ہے ابوعلی محمد عبدالرحمٰن الاعظم گڈھی

المبارک فوری۔محمد نجیب خان۔الجواب صحیح نمعہ یٰس الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی۔ابوعلی محمد عبدالرحمٰن۔منصور الرحمٰن۔محمد یٰس۔

قد اصاب من اجاب حررہ ابومحمد عبداللہ فقیر اللہ المتوطن ضلع شاہپور۔المجیب مصیب محمد حسین خان خورجوی۔محمد تلطف حسین رسول الثقلین ۱۲۹۲ خادم شریعت۔الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی۔المجیب مصیب ولہ جزاء الصیب خادم عباد اللہ الجلیل احقر محمد اسماعیل۔ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح۔محمد عبدالقادر ۱۲۸۹۔

عندالضرورت حنفیہ کے نزدیک تقلید مذہب غیر کی درست ہے اور اس مسئلہ میں بھی حنفیہ تصریح کرتے ہیں چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسه بعدها کما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان لاباس به علی مااظن اور ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے ذکر ابن وهبان فی منظومة انه لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورة یجوز انتهٰی واللّٰه اعلم حرره عبدالحی تجاوز اللّٰه عن ذنبه الجلی والخفی. محمد عبدالحیٔ ابو الحسنات.

فی الواقع جوابات مذکورہ صحیح ہیں کہ عمل کرنا مذہب غیر پر مواقع ضروریہ میں حسب تصریحات فقہاء احناف بلاشبہ ثابت وجائز ومعمول بہا ہے۔کما فی الشرح الاسبیحابی ناقلا عن جامع الفتاوی افتی علماء نا وعلماء العراق وماوراء النهر علی مذهب الشافعی ومالک رضی اللّٰه عنهم فی سبعة مسائل فی تکبیرات العیدین وفی الزوال فی الظهر والعصر وفی التسمیة علی رؤس کل سورة فی الصلوٰة وفی البلوغ خمسة عشر سنة وفی حکم تفریق امراة الغائب باربع سنین وفی حکم النظر واللمس للمولی کما فی المعیار.

اور جناب رئیس المحققین حجۃ من حجج اللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسوی شرح الموطاء میں بہ بسط اس کو ارقام فرمایا ہے اور ان کے خلف الصدق شیخ الہند مولانا

شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی بجواب سوالات بخارا شرائط جواز تقلید مذہب غیر میں مسئلہ مذکور کو بنقل عبارات جامع الرموز کے ارقام فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم حررہ ابوالجمیل محمد خلیل عفی لہ اللہ الجلیل۔ غفر اللہ الجلیل ابوالجمیل محمد خلیل۔

جواب:

جو کوئی حادثہ مہلکہ میں گم ہوا وہ بھی مفقود اصطلاحی فقہاء میں داخل ہے چنانچہ وہ عبارت ردمحتار جس سے مجیب نے اور اس پر اعتماد کیا خود وہ بھی ایسے شخص کو مفقود میں ہی شمار کرتا ہے لہٰذا یہ فرمانا مجیب کا کہ یہ مفقود حادثہ مہلکہ مفقود اصطلاحی نہیں درست نہیں بلکہ مفقود میں داخل ہے اور مفقود حادثہ مہلکہ میں اور مفقود غیر حادثہ مہلکہ میں کچھ فرق نہیں باقی یہ بات کہ مفقود پر کس وقت حکم موت کا لگایا جاوے تو وہ مختلف فیہ فقہاء کا ہے کسی نے موت اقران ہی پر اعتماد فرمایا اور یہ ہی ظاہر روایت ہے اور کسی نے رائے امام کے سپرد کیا کہ جب اس کو غلبہ ظن موت اس مفقود کا ہو جاوے حکم موت دیوے اور یہ مختار زیلعی کا ہے صاحب ردمحتار اس رائے کو بھی ظاہر روایت میں داخل کرتا ہے کیونکہ اعتبار موت اقران میں بھی غلبہ ظن موت مفقود ہے اور یہ روایت جامع الفتاوی کی جس کو مجیب صاحب نے نقل کیا وہ بھی رائے بعض فقہاء کی ہے اور اس رائے کو بھی صاحب ردمحتار نے زیلعی کے قول پر حمل کیا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ایسے مفقود کے باب میں بعد مضیٰ ایسی مدت کے ظن موت کا ہو جاوے حسب مختار زیلعی اگر حکم موت اس مفقود کا کیا جاوے تو درست ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ حسب آراء دیگر فقہاء یہاں بھی وہ ہی اختلاف ہوگا الحاصل ایسے مفقود کو اصطلاحی مفقود میں فقہاء نے داخل رکھا ہے اور اس کی کہ ایسا مفقود مفقود اصطلاحی ہے تو حکم موت اس پر دنیا حسب رائے زیلعی مضائقہ نہیں کہ وہ بھی ایک رائے مفتی بہا مشائخ ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ احتمال فساد غالب لہٰذا در باب نکاح زن مفقود اس روایت پر فتویٰ دیا جاوے تو بہتر ہے الغرض یہ لوگ مفقود اصطلاحی فقہاء میں اور بعد مضیٰ اس مدت کے کہ ظن غالب ان لوگوں کی موت کا ہو جاوے ان پر حکم موت کا دینا درست ہے اور پھر بعد عدت کے نکاح کرنا

ان کی عورتوں کو بھی جائز ہے اور پھر اگر کوئی ان میں سے آجاوے تو اپنی عورت و مال باقی کو لے سکتا ہے اور روایات ان امور کے مجیب صاحب نے خود لکھے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

غلہ کی تجارت کا حکم

﴿سوال﴾:

کیا تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے زید کہتا ہے کہ عموماً حرام ہے کیونکہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے آیا قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

احتکار کی حرمت اس وقت ہے کہ عوام کو ضرر پہنچاوے یا بدنیتی سے اپنے نفع کو عوام کے ضرر کا امیدوار ہو کر گرانی کا انتظار کرے۔ فقط ورنہ درصورت دونوں امر کے نہ ہونے کے گناہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱): فی التاتارخانية: الاحتكار مكروه، وانه على وجوه: أحدها: أن يشترى طعاما فى مصر أو ما أشبهه ويمتنع من بيعه، وذلک يضر الناس فهو مكروه، وفى تجنيس الناصرى: وان اشترى فى ذلک المصر وحبسه لايضر بأهل المصر لا بأس به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب البيوع، الفصل السابع والعشرون فى الاحتكار، ج: ۹، ص: ۴۱۴، ط، مكتبه دار زكريا ديوبند)

وفى مجمع الانهر: ويكره الاحتكار فى أقوات الآدميين كالبر ونحوه والبهائم كالشعير والتبن ببلد يضر بأهله لأنه تعلق به حق العامة، قيد بقوله: يضر بأهله لأنه لو كان المصر كبيراً لايضر بأهله، فليس بمحتكر لأنه حبس ملكه ولاضرر فيه لغيره. (مجمع الانهر، كاب الكراهية، فصل فى البيع، ج: ۴، ص: ۲۱۲، ۲۱۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

چڑھاوے کے جانور

﴿سوال﴾:

جو جانور قبروں پر یا تھان یا نشان جھنڈے پر چڑھائے جاتے ہیں مجاور یا کوئی اور ان کو پکڑا کر اگر بیع کرے تو ان کا خریدنا حلال ہے یا حرام اور خود چڑھانے والے کچھ تعرض بھی نہیں کرتے خواہ کوئی لے جائے اور اس قسم کے جانور بحیرہ وسائبہ میں داخل ہیں یا نہیں اور بحیرہ وسائبہ حلال ہیں یا حرام؟ مفصل ارقام فرماویں

﴿جواب﴾:

جو جانور مالک نے کسی بت یا تھان وقبر کے نام پر چھوڑا وہ ملک چھوڑنے والے سے نہیں نکلتا پھر اس کو اگر کوئی پکڑ کر بیع کر دیوے اور مالک منع نہ کرے اس کا خریدنا مباح ہے اور وہ حلال ہے اور جانور مجاور کو قبض کرا دیا ہے اور تملیک مجاور کی کر دی وہ حرام ہے اس کو خریدنا نہ چاہئے کہ وہ معصیت کی نیت سے مجاور کے پاس آیا ہے اس میں بسبب معصیت کے حرمت عقد ہبہ کی ہوگئی ہے۔اور بحیرہ وسائبہ کا حکم وہی ہے جو اوپر کی شق میں لکھا گیا ہے کیونکہ بحیرہ کا کوئی مالک نہیں کیا جاتا بلکہ بت کے نام چھوڑ دیتے ہیں (۲)۔فقط



نوٹ کی خرید وفروخت

﴿سوال﴾:

نوٹ کی خرید وفروخت کمی یا زیادتی پر جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل ارقام فرمادیں۔

﴿جواب﴾:

نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں (۳) مگر اس میں حیلہ حوالہ

(۲): تفصیل کے لیے دیکھئے حاشیہ نمبر ۵۔

(۳): یہ جواب اس زمانہ کے لحاظ سے تھا جب نوٹوں کی حیثیت رسید اور سند کی تھی، اب چونکہ

ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا ورنا جائز ہے۔ فقط



مندر اور قبر کا چڑھاوا خریدنا

﴿سوال﴾:

مندر کا چڑھاوا اس کے پجاری سے خرید کرنا اور قبر کا چڑھاوا مجاور سے خرید کرنا درست ہے یا نہیں؟

ثمن عرفی بن گئے ہیں اس لئے ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا تبادلہ برابر سرابر جائز ہے بشرطیکہ مجلس عقد میں فریقین میں سے کوئی ایک بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرلے اور اگر یہ تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے۔

فی تکلمة فتح الملهم: وأما الأوراق النقدية وهی التی تسمی "نوت" فقدأشبعنا الكلام على حقيقتها فی باب تحريم مطل الغنی، وصحة الحوالة، فالذين يعتبرونها سندات دين، ينبغی أن لايجوز عندهم مبادلة بعضها ببعض أصلاً، لاستلزامه بيع الدين بالدين، ولكن قدمنا هناک أن المختار عندنا قول من يجعلها أثمانا اصطلاحية، وحينئذ نجری عليها أحكام الفلوس سواء بسواء، وقدمنا آنفاً ان مبادلة بجنسها لايجوز بالتفاضل عند محمد رحمه اللّٰه، وينبغی أن يفتی بهذا القول فی هذا الزمان، سداً لبناب الربا، وعليه فلايجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة، ويجوز اذا كانت متماثلة، والمماثلة ههنا أيضا تكون بالقيمة لابالعدد، كما فی الفلوس، فيجوز أن يباع ورق نقدی قيمته عشر روبيات، بعشرة أوراق قيمة كل واحد روبية واحدة، ولايجوز ان يباع الأول بأحد عشر ورقا من الثانية. (تكملة فتح الملهم، كتاب المساقاة، باب الربا، قبيل باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً، ج: ۱، ص: ۵۵۰، ط، دار أحياء التراث العربی بيروت لبنان/ وفی فقهی مقالات، ج: ۱، ص: ۳۱، ۳۷، ط، ميمن اسلامک پبلشرز كراچی)

﴿جواب﴾:

مندر کی چڑھی ہوئی شئے خرید نا حرام ہے ایسے ہی قبر کی چڑھی ہوئی (۴)۔فقط



چڑھاوے کے جانور کا بیچنا

﴿سوال﴾:

نذر لغیر اللہ یعنی مرغا بکرا وغیرہ کہ جو کسی تھان یا کسی قبر یا نشان یا جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اگر وہاں کے خادم مجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کریں تو اس کا خرید نا اور صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ درصورت علم یا بلاعلم کے ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾:

جو مرغ یا بکرا و کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خرید نا درست ہے کہ کافر مالک ہو جاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا اس کا خرید نا درست نہیں اور یہ سب جواب اس حالت میں ہے کہ علم ہو اس کے چڑھاوا ہونے کا اور بدون علم کے تو مباح ہوتا ہی ہے (۵)۔واللہ اعلم



---

(۴): دیکھئے حاشیہ نمبر ۵۔

(۵): اس جواب میں اس سے ماقبل والے جواب میں تعارض ہے اور دونوں کے درمیان تعارض کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: دونوں جوابوں میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ ایسے جانور کا خرید نا تو مطلقاً گناہ ہے خواہ ہندو پجاری سے خریدیں یا مسلمان مجاور سے جیسا کہ حصہ سوم کی عبارت کا مقتضا ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ کافر سے جو خریدا گیا ہے وہ آجائیگا اور بیع تام ہو جائیگی اگر چہ فعل کا گناہ اس کے ذمہ رہیگا اور مسلمان مجاور سے خریدا ہے وہ اس کی ملک ہی نہ آوے گا اور نہ بیع تام ہوگی نہ اس کو اُس کے اندر تصرفات بیع وشراء کا اختیار ہو گا یہی مراد ہے عبارت فتاوی رشیدیہ حصہ اول کی اس طرح دونوں جوابوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ واللہ

تمبا کو خوردنی ونوشیدنی کی تجارت

﴿سوال﴾:

تمبا کو خوردنی اور نوشیدنی کی تجارت کیسی ہے؟

﴿جواب﴾:

جائز ہے مگر اولیٰ نہیں ہے(٦)۔فقط

بدعتیوں کے کتابوں کی تجارت

﴿سوال﴾:

کتب غیر مذہب ومبتدعین وغیرہ کی تجارت وطبع واشاعت کرنا کہ اس میں ابطال مذہب حق اور تائید مذہب باطلہ ہوتی ہے منع ونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

تعالیٰ اعلم۔(امداد المفتین،ج:۲،ص:۸۳۱،۸۳۲)

(٦): قال شيخ الاسلام "الشهير بـ بيرزاده" في رسالته رفع التنباك في حكم التعاطي شجرة التنباك..... وأما بيعها و شراء ها فيجوز لامكان الانتفاع في غير الشرب بدليل تقييد الأصحاب عدم الجواز في مثلها بما لاينتفع به. (زجر ارباب الريان عن شرب الدخان، ص: ٨٣، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

وفي الدر المختار: وصح بيع غير الخمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. وفي الشامية تحته: قوله: (ومفاده الخ) أي مفاد التقييد بغير الخمر، ولاشك في ذلك لأنهما دون الخمر وليسا فوق الأشربة المحرمة فصحة بيعها يفيد صحة بيعهما. فافهم.(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الأشربة، ج: ١٠، ص: ٣٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

ایسی کتب کی تجارت حرام ہے کہ وہ خود معصیت کی اشاعت اور اسلام کی توہین ہے(۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مردار جانور کی ہڈی کی تجارت

﴿سوال﴾:

فی زمانہ جو مردار وغیرہ کی ہڈیاں زمین پر پڑی ہوتی ہیں۔ان کو چن کر خرید وفروخت کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں کچھ خشک وتر کا فرق نہیں ہے اس میں کلاب اور خنازیر کی بھی ہڈیاں ہوتی ہیں؟

﴿جواب﴾:

مراد جانور کی ہڈی جب خشک ہو جائے بیع اس کی درست ہے سوائے آدمی اور خنزیر کے اور تر ہڈی مردار کی بیع درست نہیں اور مذبوح کی تر بھی درست ہے(۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۷): قال اللّٰہ تعالیٰ: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم ویتخذھا ھزواً. اولئک لھم عذاب مھین. [سورة لقمان: ٦]

وفی الدر المنثور: أخرج البیھقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما فی قولہ: ﴿ومن الناس من یشتری لھو الحدیث﴾. یعنی باطل الحدیث، وھو النضر بن الحارث بن علقمة، اشتری أحادیث الأعاجم وصنیعھم فی دھرھم، وکان یکتب الکتب من الحیرة والشام ویکذب بالقرآن، فأعرض عنہ فلم یؤمن بہ.

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، سورة لقمان، الآیة: ٦، ج: ١١، ص: ٦١٤)

(۸): فی المحیط: وفی العیون: لابأس ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتة، لأن الموت لایحل العظام، ولادم فیہ، فلاینجس، فیجوز بیعہ الا عظم الآدمی

شربت خشخاص کا بیچنا

﴿سوال﴾:

شربت خشخاص پینا جائز ہے یا نہیں اور اس کا فروخت کرنا کیسا ہے؟ اس شربت میں دانہ خشخاص اور پوست خشخاص پڑتا ہے؟ فقط

﴿جواب﴾:

شربت خشخاص کا پینا اور فروخت کرنا درست ہے (۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



زمین مزروعہ مشترکہ شرکاء میں اپنی ملک فروخت کرنا

﴿سوال﴾:

زید کا مملوکہ مقبوضہ ایک قطعہ اراضی مزروعہ مشترکہ شرکاء دیگر ہے کہ جس کو اصطلاح اہل ہندو دیہات میں ملک کہتے ہیں۔ زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ ملک پانصد روپیہ کو مثلاً فروخت کی اور زرثمن اس کا اہتمام وکمال تجھ کو بخش دیا۔ زوجہ نے کہا

والخنزير، فان بيعهما لايجوز، وهذا اذا لم يكن على عظم الفيل، وأشباهه دسومه، فأما اذا كان، فهو نجس، ولايجوز بيعه. (المحيط البرهانى، كتاب البيوع، الفصل السادس مايجوز بيعه و مالايجوز، نوع آخر فى بيع المحرمات، ج: ۹، ص: ۳۳۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب البيوع، الفصل السابع، بيع المحرمات، ج: ۸، ص: ۳۴۰، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۹):فى الدر المختار: وصح ببيع غير الخمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الأشربة، ج: ۱۰، ص: ۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

کہ میں نے قبول کیا اندریں صورت شرعاً کیا حکم ہے آیا یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿جواب﴾:

یہ بیع صحیح اور وہ زمین ملک زوجہ ہوگئی اور قیمت اس کی ذمہ زوجہ سے ساقط ہوگئی (۱۰)۔ فقط



حشرات الارض فروخت کرنا

﴿سوال﴾:

حشرات الارض اگر بے قیمت نہ ملے دوائی کے لئے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جائز للضرورۃ درمختار (۱۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ اعلم۔



(۱۰): فی البحر: یجوز بیع أحدهما نصیبه من شریکه فی جمیع الصور. (البحر البرائق، کتاب الشرکة، ج: ۵، ص: ۲۸۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی المختار: البیع ینعقد بالایجاب و القبول بلفظی الماضی کقوله: بعت و اشتریت وبکل لفظ یدل علی معناهما. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب البیوع، ج: ۲، ص: ۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۱): فی الدر المختار: ویباع دود القز أی الابریسم وبیضه أی بزره، وهو بزر الفیلق الذی فیه الدود و النحل المحرز، وهو دود العسل، وهذا عند محمد، وبه قالت الثلاثة، وبه یفتی عینی و ابن ملک وخلاصة وغیرها. وجوز أبو اللیث بیع العلق، وبه یفتی للحاجة. مجتبی بخلاف غیرهما من الهوام فلایجوز اتفاقاً کحیات وضبّ وما فی بحر کسرطان، الا السمک وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه.

بغیر قبضہ کے جائداد کو فروخت کرنا

سوال:

اس وقت میں ایسا رواج ہو رہا ہے کہ قانوناً یا شرعاً اگر کچھ حق اپنا کسی کی جائیداد سے ملنا اور ممکن الحصول سمجھتے ہیں تو اس کو بیع کر دیتے ہیں اور مشتری مول لے کر مقدمہ لڑاتا ہے یہ بیع شرعاً صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:

اگر کسی کا حق کسی ملک میں ہو اور وہ اس کو بلا قبضہ کے بیچ ڈالے تو یہ بیع درست ہے(۱۲)۔فقط



والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع.

وفي الشامية تحته: قوله: (كحيات) في الحاوي الزاهدي: يجوز بيع الحيات اذا كان ينتفع بها للأدوية. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ج: ۷، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۲):في الفيض: ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة، وأبي يوسف. (فيض الباري، كتاب البيوع، باب بيع الطعام قبل أن يقبض، وبيع ما ليس عندك، ج: ۳، ص: ۴۴۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الهندية: ببيع العقار قبل القبض جائز عندهما وعليه الفتوى كذا في المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، فيما يجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الثاني في بيع الثمار وانزال الكروم والاوراق الخ، ج: ۳، ص: ۱۰۹)

تصویردار برتن کی فروخت

سوال:

تصویر دار بکس وڈبہ وغیرہ کے اندر جو اشیاء فروخت ہوتی ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ کو مقصود تصویر نہیں ہوتا بلکہ مجبوراً مارکہ تصویر دار لینا پڑتا ہے لہٰذ یہ خرید وفروخت درست ہے یا نہیں؟

جواب:

اگر ڈبہ پر تصویر ہو اور اصل مقصود وہ شے ہے نہ ڈبیہ تو اس بیع میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ڈبیہ بھی مقصود ہو تو اس پر جو تصویر ہے وہ مقصود نہیں ہے اس لیے اس کی بیع میں مضائقہ نہیں ہے (١٣)۔ فقط والسلام



(١٣): سوال: جن رسالوں کے اندر تصویریں ہوں جیسے ڈائجسٹ وغیرہ اور وہ دینی رسائل جن میں تصاویر ہوں، ایسے رسالوں کا خریدنا کیسا ہے؟ جواب مدلل ومفصل بحوالہ عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

جواب: جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے ان کا خریدنا جائز نہیں: لأن الأمور بمقاصدها. اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کردیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ، باب الصورۃ والملاھی، ج:١٩،ص:٤٨٢)

سوال: ذی روح کی تصویر والے کپڑے کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں مقصد کپڑا فروخت کرنا ہے، تصویر کا فروخت کرنا نہیں اس لئے کپڑا فروخت کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دینیہ، ج:٤،ص:٦٦)

امام باڑہ کی تعمیر کے لئے سامان بیچنا

﴿سوال﴾:

ایک امام باڑہ بنتا ہے ایک شخص نے اپنا سامان یعنی کڑی وغیرہ واسطے تیاری امام باڑہ کے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کردی تو زید کہتا ہے کہ یہ شخص جس نے اپنی کڑی امام باڑہ کے واسطے فروخت کردی بڑا گنہگار رہوا یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾:

اگر کوئی امام باڑہ کے بنانے کو کڑی خرید کرے تو اس کے ہاتھ کڑی کا بیع کرنا امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ دوسرا فعل ہے مگر بہتر ہے کہ اعانت نہ کرے (۱۴)۔ فقط



(۱۴):فی الهداية: قال: ومن آجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به. وهذا عند أبي حنيفة وقالا لاينبغي ان يكريه لشئ من ذلك لانه اعانة على المعصية. الخ.

وقال العلامة عبدالحكيم الشاوليكوتي في حاشية الهداية: وقالا لاينبغي آه وبقولهما قالت الأئمة الثلاثة وهو الراجح رجحه شيخ الاسلام في المحيط وكذا رجحه في الذخيرة واليه مال المحقق ابن الهمام في الفتح وقال ان دليل الهداية من جهة قول الامامؒ ينتقض بكثير من المسائل المسلمة الاتفاقية آه وقال في المحيط هذا الخلاف فيما اذا آجرها لسكنى ثم صنع الذى فيها بيت نار او كنيسة او باع فيها خمرا اما الاستيجار ابتداء لبيعة او كنيسة او بيع خمر فلايجوز بالاتفاق ۱۲ فتح القدير. (الهداية مع الحاشية نصب الخباء في تعين ما على الفتوى لعبد الحكيم الشاوليكوتي، ج: ۴، ص: ۴۷۰، ط، امير حمزة كتب خانه كانسی روڈ كوئٹه)

حرام مال والے کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا

﴿سوال﴾:

مال حرام مثلاً بذریعہ سود وزنا ولہو تماشا ڈھول تاشا وتجارت ممنوعات شراب وتصویر وغیرہ سے حاصل کیا ہوا ایسے مال کے عوض بیع کرنا اور مشتری کو اس مال کا لینا حرام ہے یا حلال؟

﴿جواب﴾:

جس کا مال حرام ہے اس کے ہاتھ اگر اپنا حلال مال بیع کرے گا تو ثمن حرام ہی رہے گا حلال نہیں ہوجاوے گا (۱۵)۔حرام شئے ہر جگہ حرام ہی رہتی رہے۔البتہ مالک کے پاس اگر پہنچ جاوے تو حلال ہوجاوے گی کہ وہاں اول بھی حلال تھی۔پھر وہاں جاکر بھی حلال ہوجاوے گی کہ وجہ حرمت کی رفع ہوگئی۔ورنہ جہاں تک وہ پہنچے گی حرام ہی رہے گی۔جب تک مزیل حرمت اس کا نہ ہوجاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



حرام کی کمائی والوں کو کوئی چیز بیچنا

﴿سوال﴾:

مراثی یا طواف کہ پیشہ حرام سے کماتے ہیں۔ان سے معاملہ بیع وشریٰ حلال ہے یا حرام یا مکروہ وغیرہ اور مکان ان کو کرایہ پر دے دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

---

(۱۵):فی الدر المختار: الحرام ینتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاہ وأخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ، لکن لایطیب لہ ولا للمشتری منہ..... وفی حظر الأشباہ: الحرمۃ تتعدد مع العلم.

وفی الشامیۃ تحتہ: قولہ: الحرمۃ تتعدد الخ نقل الحموی عن سیدی عبدالوہاب الشعرانی أنہ قال فی کتابہ المنن: وما نقل عن بعض الحنفیۃ من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنہ الشہاب ابن الشلبی فقال: ہو محمول علی ما

﴿جواب﴾:

حرام والے کے مال سے بیع کرنے سے قیمت حرام ہی ہوتی ہے(۱۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



نقد میں کم ادھار میں زیادہ قیمت لینا

﴿سوال﴾:

قرض لینے والے کو کم دینا یعنی نقد ایک روپیہ کو دیتا ہے اور ادھار میں سوا روپیہ کو دیتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ادھار پر کم نقد سے دینا مروت کے خلاف ہے(۱۷)۔ قال اللّٰہ تعالٰی ولا تنسوا الفضل بینکم(۱۸). مگر مال میں حرمت نہیں آتی(۱۹)۔فقط



اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۶): دیکھئے حاشیہ نمبر ۱۵۔

(۱۷):عن جریر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه تعالی عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس. متفق علیه. (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۱، ط، قدیمی کتب خانه کراتشی)

(۱۸):(سورة البقرة: ۲۳۷)

(۱۹):فی شرح المجلة: البیع مع تأجیل وتقسیطه صحیح یلزم أن تکون

ادھار چیز کو زیادہ قیمت پر دینا

سوال:

کسی شئے کو اس طرح بیچنا کہ اگر اس وقت قیمت دے گا تو دس روپیہ کو دے دوں گا ورنہ بعد اس قدر مدت کے مثلاً پندرہ لوں گا۔ ایک جگہ کے علماء نے عدم جواز باسناد اس روایت فقہیہ کے لکھا ہے۔ **قال فی الخلاصة رجل باع علی انه بالنقد هکذا وبالنسية هکذا لم یجزوا لی شهر هکذا اولی شهرین هکذا.** اور دوسری جگہ کے علماء نے جواز اور آنجناب کس کو پسند فرماتے ہیں؟

جواب:

اس طرح بیع کرنا بشرطیکہ اسی جلسہ میں مقرر ہو جاوے کہ نسیۃً لے لیوے یا نقداً درست ہے اور یہ بیع صحیح ہے مال حلال ہے مگر خلاف مروت اور احسان کے ہے کہ فقیر پر احسان چاہیے نہ تشدد پس فعل مکروہ ہے اور بیع صحیح ہے اور معنی روایت منقولہ کے یہی ہیں کہ مجلس میں دونوں شق کی تعین نہ ہو ورنہ درصورت تعین درست ہے۔ پس جس نے بدیں روایت ناجائز کہا وہ مطلب سمجھے نہیں (۲۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



المدة معلومة فی البیع بالتأجیل والتقسیط اذا عقد البیع علی تأجیل الثمن الی کذا یوماً أو شهرا أو سنة أو الی وقت معلوم عند العاقدین کیوم قاسم أو النیروز صح البیع. (مجلة الأحکام مع درر الحکام، الفصل الثانی فی بیان المسائل المتعلقة بالبیع بالنسیئة والتأجیل، ج: ۱، ص: ۲۲۷، ۲۲۸، رقم المادة: ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۰): فی المبسوط: واذا عقد العقد علی انه الی أجل کذا بکذا وبالنقد بکذا أو قال الی شهر أو الی شهرین بکذا فهو فاسد....وهذا اذا افترقا علی هذا فان کان یتراضیان بینهما ولم یتفرقا حتی قاطعه علی ثمن معلوم وأتما العقد علیه فهو جائز

غریب کو کم قیمت میں اور امیر کو زیادہ قیمت میں دینا

سوال:

زید جو چیز غریب آدمی کو ایک پیسہ کو دیتا ہے وہ چیز امیر آدمی کو دو پیسہ کو دیتا ہے اس طرح فروخت کرنا زید کو درست ہے یا نہیں؟

جواب:

زید کو ایسی تجارت جائز ہے(۲۱)۔فقط



قیمت معلوم کیے بغیر دوا لے جانا اور بروقت حساب ادا کرنا

سوال:

اکثر بلاد میں رواج ہے کہ عطار کی دوکان پر جا کر دوائیں لیتے ہیں، اور قیمت دوا کی دریافت نہیں کرتے اور عطار اس دوا کو کتاب حساب میں لکھ لیتا ہے اور بروقت حساب کے جو کچھ عطار نے طلب کیا وہ دیدیا جاتا ہے پس یہ تعامل ناس معتبر ہے یا نہیں؟ اور یہ بیع صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:

یہ تعامل صحیح ہے دوا کو قرض لاتے ہیں اور وقت ادا کے اس کی قیمت دے دیتے ہیں

لأنهما ما افترقا الا بعد تمام شرط صحة العقد. (المبسوط السرخسي، باب البيوع الفاسدة، ج: ۱۳، ص: ۷، ۸، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۲۱):قال العلامة محمد تقى العثمانى: أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد، بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم بثمن متفق عليه عند العقد. (يحوث فى قضايا فقهية معاصرة، أحكام البيع بالتقسيط، ص: ۱۲، ط، دار القلم دمشق)

پس ذمہ پر دوا ہوتی ہے دیتے وقت اس کی قیمت ادا کردی جائز ہے(۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اگر مشتری چیز پر قبضہ نہ کرے لیکن نہ قیمت دے نہ بیع فسخ کرے

﴿سوال﴾:

مشتری نے مبیع پر قبضہ نہ کیا اور غائب ہوایا زبردستی ثمن دیتا ہے نہ فسخ کرتا ہے۔بائع نے نہ مجبوری بطور فضولی بیع کردیا مشتری مدعی ہوا اب کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾:

اگر مشتری بدون ادائے ثمن غائب ہوایا جبراً نہ ادائے ثمن کرے نہ فسخ تو بائع خود فسخ کرسکتا ہے۔ولانہ بما تعذر استیفاء الثمن من المشتری فات رضاء البائع

---

(۲۲):فی المحیط: جهالة المبيع أو الثمن مانعة جواز البيع اذا كان يتعذر معها التسليم وان كان لايتعذر لم يفسد العقد. (المحيط البرهاني، كتاب البيوع، الفصل السادس فيما يجوز بيعه ومالايجوز، نوع آخر في جهالة المبيع أو الثمن، ج: ۹، ص: ۳۵۱، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الثامن في جهالة المبيع والثمن، ج: ۳، ص: ۱۲۲)

في نور الانوار: وتعامل التاس ملحق بالاجماع. (نور الانوار، نظائر القياس المستنبط من الأدلة الثلاثة، ج: ۱، ص: ۱۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

وفيه ايضاً: ثم اجماع من بعدهم أى بعد الصحابة رضى الله عنهم من أهل كل عصر. (نور الانوار، باب الاجماع، بيان مراتب أهل الاجماع، ج: ۱، ص: ۶۳۳، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

فیستبد بفسخه انتهٰی. هدایه(۲۳).

پس بایع نے تنگ ہوکر مبیع کو دوسرے سے بیع کر دیا فسخ بیع ہوا اب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگیا اور بایع پر کوئی وجہ ضمان کی نہیں اور بایع فضولی ہے بلکہ خود اپنی ملک بیع کرتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم



چیز دوسری جگہ سے لاکر نفع لے کر فروخت کر دینا

سوال:

ایک شخص نے ایک دکان سے کوئی شے خریدی مگر دوکاندار کے پاس نہیں تھی۔ دوسرے دکاندار سے لاکر اور اپنا منافع لگا کر دی۔لہٰذا یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب:

اگر اس شخص سے پیشگی قیمت لے لی ہے اور اس نے اس شخص کو خریدنے کا وکیل بنادیا ہے تو اب یہ اس سے نفع نہیں لے سکتا اور اگر خریدار نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس وقت نہیں پھر دوسرے وقت تم آکر لے جانا اور اس کو کہنے کے بعد دوسرے شخص سے خرید کر اس پر نفع لے لیا تو البتہ درست ہے(۲۴)۔فقط



(۲۳):(الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب أدب القاضى، مسائل شتى، المجلد الثالث، جزء ۵، ص: ۳۹۳، ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامية كراتشى)

(۲۴):في القدورى: واذا وكله بشراء شيء بعينه فليس له أن يشتريه لنفسه.

وقال العلامة محمد سليمان الهدى في حاشيته: (فليس له أن يشتريه الخ) سواء كتان تعيينه بالاشارة أو باسمه العلم أو بالاضافة الى مالكه، فليس للوكيل أن يشتريه لنفسه. (مختصر القدورى مع المعتصر الضرورى، كتاب الوكالة، ص: ۳۹۶، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

قبر کی زمین خریدنے کے بعد کس کی ملک ہوگی

﴿سوال﴾:

اگر مملوکہ قبرستان میں مالک نے قیمت قدر زمین قبر ورثہ میت سے لے لی۔ پھر دوبارہ سہ بارہ بعد منہدم ہونے قبروں کے یا بحالت موجودگی یا عدم موجودگی وارثان میت و مالک زمین خود منہدم کرکے قیمت لے لیوے تو یہ بیع حلال ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جب مالک زمین نے قدر قبر زمین کی قیمت لی تو اب وہ زمین ملک ورثہ میت کی ہو جائیگی پھر مالک کو بیع کرنا حلال نہ ہووے گا مگر باذن ورثہ میت کے (۲۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فی ملتقى الأبحر: المرابحة بيع ما شراه بما شراه وزيادة.

وفي مجمع الانهر تحته: (وزيادة) على ما قام عليه وان لم يكن من جنسه، وسبب جواز البيع مرابحة تعامل الناس بلانكير. الخ. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ج: ۳، ص: ۱۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲۵):في شرح مجلة: لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا اذنه.

وفي درر الحكام تحته: هذه المادة مأخوذة من المسألة الفقهية "لايجوز لأحد التصرف في مال غيره بلا اذنه ولا ولايته". (درر الحكام شرح مجلة الأحكام، ج: ۱، ص: ۹۶، رقم المادة: ۹۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

بیعانہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

بیع نامہ اس لئے دینا کہ بائع یا مشتری معاملہ میں انکار نہ کریں اور ادائے ثمن یا تسلیم مبیع میں عذر وتوقف نہ کرسکیں ورنہ عہد شکنی حربہ کا ذمہ دار ہے اور بیع فسخ ہوجائے گی جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بیع نامہ دینا اس طرح کہ اگر بیع ہوئی تو منجملہ ثمن میں ہووے گا ورنہ ضبط ہوجائے گا ناجائز ہے۔ **بقولہ علیہ السلام نهى عن بيع العربان**. مگر جو یہ ٹھہر جاوے کہ درصورت عدم بیع کے بیعانہ واپس ہوجاوے گا درست ہے(۲٦)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۲٦): عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أنه قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع العربان، قال مالك: وذلك فيما نرى۔ والله اعلم۔ أن يشترى الرجل العبد أو يتكارى الدابة ثم يقول: أعطيك ديناراً أنى ان تركت السلعة أو الكراء فما أعطيتك لك. وفى البذل تحت هذا الحديث: قلت: ويرد العربان اذا ترك العقد على كل حال بالاتفاق. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الاجارة، باب فى العربان، ج: ١١، ص: ٢٢٠، ٢٢١، رقم: ٣٥٠٢، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

ملفوظ

جو شخص اپنا حلال مال اس کو بیچے جس کے پاس حرام روپیہ ہے

﴿۱﴾ بائع جو مال حلال اپنا اس شخص کے ہاتھ بیع کرے کہ مال اس کا حرام ہے تو وہ روپیہ جو ثمن مال حلال میں آوے گا بائع کے قبضہ میں وہ حرام ہی رہے گا اس کے عوض جو شئے خرید کی جاوے گی اس میں بھی حرمت ہووے گی سب علماء کے نزدیک اور کھانا پینا بھی اس کا حرام ہے(۲۷)۔ البتہ ایک دوسری بات ہے جس میں سہارا روایات فقہاء سے نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ ثمن اگرچہ حرام ہے مگر اس روپیہ کے ذریعہ سے اس طرح کوئی چیز خرید کی جاوے کہ قیمت مقرر کر کے شئے قبض کر کے پھر یہ روپیہ قیمت میں دیدیوے تو امام کرخیؒ نے اس بیع کو حلال فرمایا ہے اور اس پر بعض علماء نے فتویٰ بھی دیدیا ہے(۲۸)۔ فقط والسلام



(۲۷):فی الدر المختار: الحرام ینتقل، فلو دخل بأمان و أخذ مال حربی بلا رضاه و أخرجه الینا ملکه و صح بیعه، لکن لایطیب له و لا للمشتری منه..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامیة تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی کتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفیة من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۸):فی الهندیة: اکتسب مالا من حرام ثم اشتری شیأ منه فان دفع تلک الدراهم الی البائع أولا ثم اشتری منه بتلک الدراهم فانه لایطیب له و یتصدق به

باب بیع فاسد کا بیان

ایکھ بونے کے وقت اس کی خریداری

﴿سوال﴾:

اس دیار میں خریداری رس نیشکر کا عموماً طریقہ یہ ہے کہ موجودگی اس سے چند ماہ پیشتر بیع وشریٰ رس کی جاتی ہے۔ بعض تو ایسے وقت میں خرید کرتے ہیں کہ ہنوز رس قابل وصول نہیں ہوتا۔ اور بعض ایکھ بوتے وقت خرید لیتے ہیں۔ پس شرط بیع سلم کے کہ جو نزدیک ائمہ اربعہ کے ہے ان یکون المسلم فیه موجود امن حین العقد. مفقود ہے اگرچہ الی حین المحل میں اختلاف ہے ائمہ میں پس اس صورت میں آپ سے دریافت ہے کہ بوجہ طریقہ عام اس دیار کے اس کو عموم بلویٰ کہہ کر جواز پر فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں یا کہ جو حیلہ اس میں ہوسکتا ہو وہ معلوم ہو جائے یا یہ کہ وقت تقابض کے برضامندی باہمی بیع فسخ کر کے اس ہی قیمت پر بایع سے خرید لیں مگر اس میں بایع پر ایک جبر مشتری کی جانب سے ہوگا۔ اس واسطے کہ بعد فسخ کے عند الشرع بایع کو اختیار افزونی ہوگا مگر بسبب تمسک کے کہ جو اول مرتبہ لکھا گیا ہے۔ بایع کو مجبوراً پہلی قیمت پر دینا پڑھے گا یا یہ کہ اول روپیہ قرض دے دے اور

وان اشترى قبل الدفع بتلك الدراهم ودفعها فكذلك في قول الكرخي وأبي بكر خلافا لابي نصر وان اشترى قبل الدفع بتلك الدراهم ودفع غيرها أو اشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم أو اشترى بدراهم أخرى ودفع تلك الدراهم قال أبو نصر يطيب ولايجب عليه أن يتصدق وهو قول الكرخي والمختار قول أبي بكر الا أن اليوم الفتوى على قول الكرخي كذا في الفتاوى الكبرى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، فصل في الاحتكار، ج: ۳، ص: ۳۱۵/وفي مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الغصب، ج: ۴، ص: ۸۲، ۸۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

جس وقت کہ رس قابل وصول کے ہو نرخ اس کا مقرر کر لے یا اور کوئی شکل ہو تو لکھ دیجئے تا کہ عام لوگوں کو مسئلہ سے اطلاع ہو۔ فقط

﴿جواب﴾:

رس کی بیع جو اس دیار میں ہوتی ہے یہ ہرگز درست نہیں نہ بطور بیع کے کہ بیع معدوم ہے(۱) اور نہ بطور سلم کے کہ وجود مسلم فیہ کا وقت عقد کے ضرور ہے پس یہ معاملہ فاسد ہے(۲)۔ البتہ حیلہ یہ کرنا کہ ان کو روپیہ قرض دیا جائے اور بوقت مال تیار ہونے کے ایک مقدار مقرر کر کے لیا جاوے اور قرض میں محسوب کر لیا جاوے تو درست ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



راب کے موسم کے پہلے کسی موضع کے نرخ سے کم مقرر کرنا

﴿سوال﴾:

یہاں پر دستور ہے کہ نرخ مال راب کا ماہ اساڑھ میں مقرر کر لیتے ہیں اور ایک گاؤں

---

(۱): فی الفتح: ثم ان بیع الثمار قبل ظهورها اجماعاً ولا خلاف فیه لکونه بیع المعدوم. (تکمله فتح الملهم، ج:۷، ص: ۳۷۰، ط، دار التراث العربیّ بیروت لبنان)

وفی الشامیة: قال فی الفتح : لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر. (ردالمحتارعلی الدر المختار، ج: ۷، ص: ۸۵،ط،دارعالم الکتب ریاض)

(۲): فی اللباب: ولایجوز السلم حتی یکون المسلم فیه موجوداً من حین العقد الیٰ المحل، حتی لو کان منقطعاً عند العقد، موجوداً عند المحل، أو علیٰ العکس، أو منقطعاً فیما بین ذلک: لایجوز. هدایة. (اللباب فی شرح الکتاب، کتاب البیوع، باب السلم، ج: ۳، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، ط، دار السراج المدینة المنورة)

شاہ نگر ہے وہاں کے نرخ سے ایک روپیہ یا بارہ آنہ فی من کمی پر مقرر کیا جاتا ہے اور شاہ نگر کے نرخ پر نرخ ٹھہرایا جاتا ہے اور کسی قدر روپیہ بائع راب کو دیا جاتا بعد کو بروقت تیاری راب کے روپیہ دیا جاتا ہے یہ نرخ شاہ نگر پر مقرر کرنا اور کمی فی من بارہ آنہ یا آٹھ آنہ مقرر کر لینا کیسا ہے آیا حرام ہے یا سود یا جائز ہے؟

﴿جواب﴾:

اس طرح سے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ بیع فاسد ہے۔ فقط



پھول پھل کی تیاری سے پہلے نرخ مقرر کرنا

﴿سوال﴾:

بہار باغ بروقت آنے مول یعنی پھول کے اس کی بیع کر دے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ بروقت پختہ ہونے عنقریب پختگی ثمر اس کی کے بیع کر دے تیسری شکل یہ ہے کہ بروقت آنے پھول درختاں انبہ معہ جملہ اراضی اس کی خواہ ایک سال خواہ دو سال کو بیع کر دے۔ اندریں صورت جیسا حکم شریعت ہو محرر فرمادیں۔ چونکہ یہ امر دینی ہے اس واسطے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ بہار باغ میں سب شے ہے اور وہ وقتاً فوقتاً آتی ہے اس کے بلا معین آنے بہار کے غیر موسم میں معہ درخت تین چار سال کو بطور ٹھیکہ کے دیا گیا۔ اب وہ اس طور سے جیسا کہ مندرجہ عریضہ ہے شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾:

جواب آپ کے مسائل کا یہ ہے اول بیع کرنا مول کا درست نہیں اور یہ بیع باطل ہے اس واسطے کہ بیع یہاں ثمر ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں اور معدوم کی بیع باطل ہے (۳)۔ فقط

(۳):فی البنایة: وبیع الثمار قبل الظهور لایجوز بالاجماع. (البنایه شرح الهدایة، ج:۷، ص:۳۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

دوسرے اگر ثمر نکل آیا اور وہ قابل نفع کے ہوگیا تو اس کی بیع جائز ہے بشرطیکہ اسی وقت کاٹ لے اور اگر شرط رکھنے کی ہوگی جیسا کہ دستور ہے تو بیع فاسد ہوگی (۴) اور اگر ثمر ایسا ہوگیا کہ اب زیادہ نہ بڑھے گا تو اس کی بیع درست ہے کیونکہ اس کے سب اجزاء موجود ہو چکے ہیں۔ فقط تغیر وصف باقی ہے۔ اور یہ اخیر شکل امام محمد صاحب کے یہاں درست ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ امام صاحب کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا گیا (۵) اور زمین معہ درخت کے بیع کرنا ایک دو سال کے واسطے یہ بیع

وفی الشامية: قال فی الفتح : لاخلاف فی عدم جواز بيع الثمار قبل ان تظهر. (ردالمحتارعلى الدر المختار، ج: ۷، ص: ۸۵،ط،دارعالم الكتب رياض)

(۴):قال شيخ الاسلام محمد تقی العثمانی : والصورة الثانية : ان يشترط المشتری ترک الثمارعلی الاشجار حتیٰ يحين الجذاذ، وهذه الصورة باطلة بالاجماع ولايصح البيع فيها عند احد الّا ما حكاه الحافظ فی الفتح عن يزيد بن ابی حبيب ، انه يقول بجواز هذه الصورة ايضاً، وامّا سائراهل العلم، ومنهم الحنفية فيقولون بعدم جوازه. (تكمله فتح الملهم ،ج:۷، ص :۳۷۰، ط،داراحياء التراث لعربیّ بيروت لبنان)

(۵):قال شيخ الاسلام محمد تقی العثمانی : وامّا بيع الثمار بعد بدو صلاحها فله صور ثلاثة ايضاً، الاولیٰ:أن تباع بشرط القطع، والثانية :أن تباع بشرط تركها على الاشجار ، والثالثة : أن تباع مطلقاً، فالشافعی ومالک و احمد رحمهم اللّٰه يجوزون البيع فی الصور الثلاث كلها ....وامّا ابو حنيفة وابو يوسف رحمهما اللّٰه تعالیٰ فقالا : يجوز بشرط القطع وفی صورة الاطلاق ، ويفسد بشرط الترک ، ويجب على المشتری فی صورة الاطلاق أن يقطعهااذا طالب به البائع ....وامّا محمد بن الحسن رحمه اللّٰه ففصل المسألة وقال : لو كان البيع بشرط الترک بعد ما تناهی عظم الثمار جازالبيع استحساناً للعرف، ولو لم يتناه عظمها فسد بشرط الترک ، واستدل له صاحب الهداية فيما لم يتناه عظمها بأنه لما شرط تركها علیٰ

فاسد ہے اس واسطے کہ اس میں شرط بعد دو سال ہٹا لینے کی ہے اور یہ شرط مفسد عقد بیع ہے۔ لہٰذا درست نہیں اور اگر فقط درختوں کو اجارہ دیا گیا ایک سال یا دو سال یا کم زیادہ کے لئے تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ اجارہ درختوں کا جائز نہیں البتہ اگر زمین معہ درختوں کے اجارہ دی جاوے۔ میعاد معین تک تو درست ہے اس صورت میں جتنا کچھ پیداوار زمین کی یا درختوں کی ہوگی وہ مستاجر لیوے گا اور اجارہ معین الگ ملے گا اس طرح سے شرح مذاہب اس واسطے ذکر کیا ہے کہ مولوی محمد شفیع صاحب وہاں ہیں۔ شاید دیکھ کر ان کو اشتباہ پیدا ہوتا۔ فقط والسلام



کتب کا حق تصنیف ہبہ یا بیع کرنا

﴿سوال﴾:

حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے۔ لا یجوز

الاشجار شرط فی البیع الجزء المعدوم من الثمار ، وهو الذی لمعنی من الارض أو الشجر.... أن تباع الثمار بعد ما تناهی عظمها وبدا صلاحها، فشرط الترک فی هذه الصورة جائزة عند محمد رحمه الله، وبه أفتی کثیر من المشایخ لعموم البلویٰ، واختاره الطحاوی و الیه مال ابن الهمام و ابن عابدین ، کما ورد فی رد المحتار (۴ : ۴۳ و ۴۴)، ففی هذه الصورة سعةً أیضاً عند عموم البلویٰ. (تکمله فتح الملهم ، ج :۷، ص: ۳۷۵، ۳۷۷.۳۷۸، ط ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المحتار علی درالمختار ، ج: ۷، ص: ۸۶.۸۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

الاعتیاض عن الحقوق المجردة اشباه(۶). واللّٰہ تعالیٰ اعلم



کسبی کے مال سے خرید کردہ چیز کی بیع کا حکم

﴿سوال﴾:

مالِ کسبی سے خرید کردہ شے کو خریدنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ مال حرام ہے اور اس کی خرید وفروخت نا درست ہے(۷)۔فقط



(۶):(الأشباه والنظائر مع غمز عیون البصائر، کتاب البیوع، الفن الثانی، ج: ۲، ص: ۲۸۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابر علمائے کرام کی آراء مختلف ہیں، بعض اکابر مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ وغیرہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتاوی محمودیہ جدید ج:۱۶،ص:۱۸۳تا۱۸۶، جواہر الفقہ ج:۴،ص:۴۴۷تا۴۵۱، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)۔جبکہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مصنف کو حقوق طبع محفوظ کرانے کا حق حاصل ہے، کسی کو بغیر اجازت کے طبع کرانا جائز نہیں۔ان حضرات میں سے شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، دکتور وہبۃ الزحیلی صاحب، مفتی نظام الدین اعظمی صاحبؒ مفتی دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة ج:۱،ص:۱۲۲، ط، دار القلم دمشق، فقہی مقالات، ج:۱،ص:۲۲۶، ط میمن اسلامک پبلشرز، نظام الفتاوی ج:۲،ص:۴۵۸، فتاوی رحیمیہ، ج:۹،ص:۲۱۹، ط، دار الاشاعت کراچی، کتاب النوازل، ج:۱۱،ص:۵۲، المسائل المہمہ، ج:۵،ص:۲۱۴)

چوری کا مال خریدنا

﴿سوال﴾:

چوری کا مال خریدنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جب چوری کا مال یقیناً معلوم ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے(۸)۔ فقط واللہ

---

(۷):عن أبی مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: نهی النبیﷺ عن ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی. وفی العمدة تحت هذا الحدیث: وقال القاضی: لم یختلف العلماء فی تحریم أجر البغی لأنه ثمن عن محرم، وقد حرم اللّٰہ الزنی فلذلک أبطلوا أجر المغنیة والنائحة، وأجمعوا علی بطلانه. (عمدة القاری، کتاب العدة، باب مهر البغی والنکاح الفاسد، ج: ۲۱، ص: ۱۳، ۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی الدر المختار: الحرام ینتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاه وأخرجه الینا ملکه وصح بیعه، لکن لایطیب له ولا للمشتری منه..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامیة تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی کتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفیة من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۸):عن أبی هریرة (رضی اللّٰہ عنه) عن النبیﷺ قال: من اشتری سرقة

تعالیٰ اعلم



بازار میں عموماً ملنے والی چیز کے نمونہ پر نرخ مقرر کرنا

﴿سوال﴾:

جو چیز بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہیں، ان کے نمونہ پر بیع کر کے معین وقت میں مشتری کو دینا جائز ہے یا نہیں بیع مطلق ہو یا مسلم؟

﴿جواب﴾:

جو شئے بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہے مگر بائع کی ملک بالفعل نہیں اس کی بذریعہ نمونہ بیع مطلق کرنی درست نہیں بقولہ علیہ السلام و لا بیع فیما لیس عندک (۹). اور سلم کرنا بشرائط سلم اگر سب شرائط موجود ہوں تو درست ہے (۱۰)۔ فقط

وهو يعلم انها سرقة فقد اشترک فی عارها و اثمها. وقال العلامة مختار احمد الندوی فی تخريج هذا الحديث: اسناده: لابأس به. (الجامع لشعب الايمان، باب قبض اليد عن الأموال المحرمة ويدخل فيه تحريم السرقة وقطع الطريق، ج: ۷، ص: ۳۵۲، رقم: ۵۱۱۲، ط، مكتبة الرشد رياض)

به مسلمان اجازه نمی دهد که چیزی را که می دادند غصبی یا دزدیده شده ویا به ناحق از صاحبش گرفته شده است، خریداری نماید و آن را حرام نموده است. (الحلال والحرام فی الاسلام مترجم، الفصل الرابع فی المعاملات، ص: ۲۱۶ المكتب الاسلامی)

(۹): (سنن أبی داؤد، كتاب الاجارة، باب فی الرجل يبيع ما ليس عنده، ص: ۵۰۵، رقم: ۳۵۰۴، ط، دار السلام رياض)

(۱۰): عن حكيم بن حزام قال: يا رسول اللّٰه ياتينی الرجل فيريد منی البيع ليس عندی، أفابتاعه له من السوق؟ فقال: لاتبع ماليس عندک. وفی البذل تحت

واللہ تعالیٰ اعلم



هـذا الـحديث: قال في شرح السنة: هذا في بيوع الأعيان دون بيوع الصفات، فلذا قيـل: السلم في شئ موصوف عام الوجود عند المحل المشروط يجوز، وان لم يكن في ملكه حال العقد. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الاجارة، باب في الـرجـل يبيع مـاليـس عـنده، ج: ١١، ص: ٢٢٢، رقم: ٣٥٠٣، ط، دار البشـائر الاسلامية بيروت لبنان)

باب بیع میں کون سی چیز داخل ہوتی ہے اور کون سی نہیں

عام سڑک میں سے کچھ حصہ میں مکان یا مسجد بنانا

﴿سوال﴾:

سابق سے ایک شاہراہ عام تھا اس کے کچھ حصہ میں ایک شخص نے اپنے مکان کے آگے اس راستہ میں کچھ چبوترہ بنایا۔ اہل محلّہ نے سرکار میں عرضی دی حاکم وقت نے موقع دیکھا اس شخص نے جھوٹا اظہار کیا کہ یہ چبوترہ پندرہ یا بیس برس کا بنا ہوا ہے تو یہ اس شخص نے جھوٹ بیان کیا کیونکہ ایک سال تھا نہ بیس سال کا مگر تب بھی حاکم نے حکم دیا کہ اس چبوترہ کا نصف حصہ دور کردو پھر اس نے کاٹ کر بعد چند روز کے پھر سابق سے بھی زیادہ تیار کیا پھر وہاں پر کچھ تھوڑے حصہ میں یک جانب کو ایک مسجد تیار کی۔ اور غالباً قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد چونکہ لائق تعظیم کے ہے تو شاید مسلمان اس پر عرضی حاکم کے یہاں نہ دیں تو میرا چبوترہ بھی بہانہ مسجد سے رہ جائے گا۔ اب بعد کو اس موقع پر کلکٹر آیا اس نے جو شخص عرضی دہندہ تھے ان سے کہا کہ راستہ تو اب بھی وسیع ہے تمہارا کیا حرج ہے۔ جاؤ چلے جاؤ۔ اب بعد دو سال کے اس شخص نے چبوترہ کا مکان بنوایا تو جو شخص بروقت تعمیر اس چبوترہ کے مانع ہوئے تھے ان سے دریافت کیا کہ اب تم لوگ اجازت دیتے ہو کہ میں مکان بنالوں اب مانعین نے اجازت دے دی اور رضامندی ظاہر کی اول میں یہ راستہ اتنا وسیع تھا کہ تین گاڑی برابر ایک دفعہ ہی نکل جاتی تھیں۔ اب بھی راستہ بخوبی ہے ڈیڑھ گاڑی کا ہے اگر دو گاڑی ایک وقت آجاویں تو ایک دفعہ نکل سکیں گی بلکہ دس پانچ قدم پیچھے ہٹا کر جہاں راستہ وسیع ہے نکال لیں گے۔ اس راستہ کے مالک اول زمیندار تھے ایام بندوبست میں سرکار جبراً مالک ہوگئی تو حضور فتویٰ دیں کہ یہ مکان و مسجد جائز ہے یا نہیں اور وہ شخص غاصب ہے یا نہیں اگر اجازت زمینداران کافی ہے تو سب کی اجازت چاہئے یا بعض کی بھی کافی ہے کیونکہ زمینداران مشترک ہیں؟

﴿جواب﴾:

جب سب لوگ رضامند ہوگئے ہیں تو وہاں مسجد بنانا درست ہے(۱۱) اور مکان بھی بنانا درست ہے جھوٹ کا گناہ اس شخص پر ہے مگر مکان ومسجد میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ شخص غاصب بھی نہیں ہے مگر سب کی رضامندی درکار ہے چند کی رضامندی کافی نہیں ہے۔



سڑک کا ایک کونہ مکان میں داخل کرنا

﴿سوال﴾:

ایک کوچہ بند کے درمیان میں ایک شخص کا مکان ہے اور اس مکان کے سامنے ایک گوشہ پڑا ہوا ہے اگر وہ شخص اس گوشہ کو بلا اجازت سرکار اور بلا اجازت اہل محلّہ اپنے مکان میں ملالیوے تو عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر کسی کا حرج نہ ہو تو اس قطعہ کے شامل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر حرج ہوتا

---

(۱۱):فی المحیط: قوم بنوا مسجداً، واحتاجوا الی مکان لیتسع، وبجنبه طریق المسلمین، وأخذوا شیئاً من الطریق، وأدخلوه فی المسجد، ان کان لایضر بأصحاب الطریق رجوت أن لایکون به بأس. (المحیط البرهانی، کتاب الوقف، الحادی والعشرون، فی المساجد، ج: ۹، ص: ۱۲۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

وفی الخانیة:طریق للعامة هی واسع فبنی فیه أهل المحلة مسجداً للعامة ولایضر ذلک قالوا لابأس به. هکذا روی عن أبی حنیفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالی لان الطریق للمسلمین والمسجد لهم أیضا. (الفتاوی الخانیة هامش علی الفتاوی

ہو یا باوجود عدم حرج کے اگر مزاحمت کریں تو پھر شامل نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



سڑک میں سے کچھ حصہ مکان کے لئے لینا

﴿سوال﴾:

شارع عام کس کی ملکیت ہے شرعاً اور کس کی اجازت سے کچھ حصہ اپنے مکان میں داخل کرنا یا اس میں مسجد بنوانا جائز ہے جو زمیندار یا اہل محلّہ اس چبوترہ کی تعمیر کے وقت خاموش رہے ان کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں جو شخص کہ بروقت تعمیر مانع ہوا تھا اگر وہ قلب میں راضی ہو اور ظاہراً اجازت نہ دی ہو تو اس کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں رضامند کرنا انہیں لوگوں کا ضرور ہے جو بروقت ابتداء تعمیر کے مزاحم تھے یا جواب بعد تمام ہونے کے اور چند سال کے بعد غیر رضامندی ظاہر کریں تو ایسوں کا رضامند کرنا بھی ضروریات سے ہے یا نہیں کیونکہ پہلے سے اس نے اپنی نارضامندی کیوں ظاہر نہ کی اس قصبہ میں اکثر جگہ اتنا راستہ ہے کہ جتنا اس موقع متنازعہ میں ہے اب حضور قول فیصل تحریر فرماویں؟

﴿جواب﴾:

شارع عام کسی کی ملک نہیں ہوتا جو لوگ خاموش رہے وہ بھی رضامندی رہے ہوں گے صریح زبانی اجازت درکار نہیں ہے بلکہ اعتراض نہ کرنا اور سکوت کرنا کافی ہے مگر سب کی رضامندی درکار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ج: ۳، ص: ۲۹۲، ۲۹۳)

ملفوظات

شارع عام میں سے کچھ حصہ مکان کے لیے لینا

﴿۱﴾ شارع عام میں سے کچھ اپنے مکان میں شامل نہیں کر سکتے خاص کر جب کہ اور لوگ ناخوش ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲﴾ بعد خرید نے مکان کے جو روپیہ نکلا وہ بائع ہی کا ہے کیونکہ اس نے روپیہ نہیں بیچا صرف مکان بیچا ہے (۱۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۲):فی الدر المختار: كل ما كان فی الدار من البناء....أو متصلاً به تبعاً لها دخل فی بيعها يعنی أن كل ما كان متصلاً بالبيع اتصال قرار .الخ.

وفی الشامية تحته: قوله: (اتصال قرار) فيدخل الحجارة المخلوقة و المشبتة فی الأرض و الدار لا المدفونة. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، فصل فيما يدخل فی البيع تبعا وما لايدخل فيه ما يصح استثناؤه من البيع، ج: ۷، ص: ۷۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

باب سود کے مسائل کا بیان

منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا

﴿سوال﴾:

مسئلہ ہمارے دیار میں علماء کے دو فرقہ ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملانے پیسہ کے حرام اور سود ہے البتہ اگر پیسہ مل جاوے گا تو مباح اور جائز ہے دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق اور جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں۔ پس آپ محاکمہ شرع شریف کی رو سے جو کچھ ہو بیان فرماویں؟

﴿جواب﴾:

روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں ہے خواہ اس میں کچھ پیسہ دیئے جائیں یا نہ دئے جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱): في امداد الفتاوی: منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے دوسرا اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتوی مناسب ہے۔

وفي حاشية امداد الفتاوی: حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ نے منی آرڈر سے متعلق تین فتاوی تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے ایک فتوی ۱۳۲۰ھ میں دوسرا ۱۳۳۱ھ میں ان دونوں میں عدم جواز یا جواز میں تردد ظاہر فرمایا کہ کم از کم سفتجہ کے دائرہ میں داخل ہو کر مکروہ ہے۔ اور تیسرا فتوی ۱۳۳۲ھ میں لکھا ہے، یہی آخری فتوی ہے، اس میں صاف الفاظ میں جائز تحریر فرمایا ہے، لہٰذا اس آخری فتوی کے ذریعے سے پہلے دونوں سے رجوع ثابت ہو گیا اور جواز کا جزئیہ ملاحظہ فرمائیے:

يلجأ الناس عادة للتحويلات المحلية بنفس العملة و الخارجية بعملة أخرى

منی آرڈر میں روپیوں کیساتھ پیسے بھیج دیں تو جائز ہوگا یا نہیں

﴿سوال﴾:
منی آرڈر میں کچھ روپے ہوں اور کچھ پیسے تو جواز کے لئے یہ حیلہ کافی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے (۲)۔ فقط



عن طريق المصارفة والصرف، ويأخذ المصرف عادة من المحول مبلغا من النقود، وهذا كما تقدم عمل جائز على أساس أنه توكيل للمصرف بدفع مبلغ معين لشخص معين وهو توكيل بأجر، فان انضم اليه صرف كان القبض حكميا وهو جائز، فيحل القبض الحكمى محل القبض الحقيقى، والحوالة المصرفية تختلف فى اجراء اتها عن السفتجة، لأن التحويل المصرفى يتم بطريق القيد المصرفى بين المصرفين المتوسطين فى العملية وتتم المقاصة بين المصرفين فى الحوالات المقيدة لحساب كل مصرف آمر ومأمور الخ. (الموسوعة الفقه الاسلامى والقضايا المعاصرة ۱۱/۴۷۹)

الحالة الثانية: أن تقع الوكالة فى مقابلة عوض على وجه الاجارة، وذلک أن يوكله على عمل معين بأجرة معلومة أو على غير معين فى زمن معين الخ. (الفقه على المذاهب الأربعه ۳/۲۰۷). (امداد الفتاوى جديد مطول حاشية، ج: ٦، ص: ۵۹۰، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

(۲): فى الدرالمختار: وكرهت السفتجة...وهى اقراض لسقوط خطر الطريق.

وفى الشامية: قوله: (وهى اقراض الخ) وصورتها: أن يدفع الى تاجر مالا قرضا ليدفعه الى صديقه، وانما يدفعه قرضا لا أمانة يستفيد به سقوط خطر

کفار سے سود لینا

﴿سوال﴾:

ان بلاد حربیہ میں نصاریٰ کو اپنا روپیہ دے دینا اور اس پر سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کفار سے بھی سود لینا درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



الطريق........و فی الفتاوی الصغری وغيرها: ان كان السفتج مشروطا فی القرض فهو حرام، والقرض بهذا الشرط فاسد والا جاز. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الحوالة، ج: ۸، ص: ۱۷، ۱۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳):فی النهر: ولاربا بين المولی وعبده وبين الحربی والمسلم ثمة....هذا عندهما، وقال أبو يوسف: لايحل وبه قالت الثلاثة لاطلاق النصوص للربا. (النهر الفائق، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۴۸۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی اعلاء السنن: مع ذلک شک فی كون التوقی عن الربا، ولو مع الحربی فی دار الحرب أحسن وأحوط وأزكی وأحری خروجاً من الخلاف، وهو الذی اليه شيخنا حكيم الأمة وأفتی به، واختاره ترجيحاً لقول أبی يوسف والجمهور. (اعلاء السنن، ابواب البيوع، باب الربا فی دار الحرب بين المسلم والحربی، ج: ۱۴، ص: ۳۷۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(وكذا فی بحوث فی قضايا فقهية معاصرة، أحكام الودائع المصرفية، ص: ۳۵۶، ط، دار القلم دمشق)

منی آرڈر کا محصول ادا کرنا

﴿سـوال﴾:
منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے(۴)۔



منی آرڈر کے جواز کے لئے حیلہ شرعی

﴿سـوال﴾:
اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لئے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں کہ اس میں عام وخاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

﴿جواب﴾:
حیلہ بندہ کو معلوم نہیں فقط۔



منی آرڈر کے بجائے رقم بھیجنے کا دوسرا طریقہ

﴿سـوال﴾:
اگر منی آرڈر منع ہے تو پھر روپیہ کس طرح بھیجنا چاہئے؟

﴿جواب﴾:

---

(۴): تفصیل کے لئے حاشیہ نمبر (۱) دیکھئے۔

روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرادینا ہے۔



منی آرڈر اور ہنڈوی کا فرق

سوال:

منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق ہے یا دنوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر نا جائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول وی پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے اس کی تفصیل منظور ہے؟

جواب:

منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور کتابیں جو منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہوسکتا ہے کہ اس شے کی اجرت محصول ویلیو پے ایبل کا خیال کیا جاوے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ ہو عین شے نہیں پہنچتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ہنڈوی کے عدم جواز کی وجہ

سوال:

ہنڈوی کی اجرت جائز ہے اور ضمان خواہ بوجہ خلط ہے یا شرط لغو؟

جواب:

ہنڈوی جو کرتے ہیں تو سب جانتے ہیں کہ ہنڈوی والا وہ روپیہ جو دیتا ہے روانہ نہیں کرتا بلکہ یہ روپیہ بطور قرض اس کو دیا جاتا ہے اور بقال اس کا حوالہ دوسرے اپنے حوالہ دار پر

کرتا ہے پس اس صورت میں اجرت ہنڈوی کی کچھ معنی نہیں بجز ربوا کے کیونکہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرنے والے نے ہنڈوی کرا کر تو سو روپیہ لیا ایک روپیہ ہنڈاوان جو دیا اور لیا وہ زاید تھا تو ایک سو ایک کی جگہ آیا یہ ربوا ہوا اور بقال کا خلط کرنا کیا مضر ہے جب وہ مستقرض ہو کر بعد قبض مالک ہو گیا اب جو چاہے کرے ضمان بقال سے قرض لینے سے ہوا نہ خلط سے اب شرط ضمان لغو ہوئی خواہ خلط کرے یا نہ کرے شرط ہو یا نہ ہو بہر حال ضمان ہو گیا اور عقد ربوا ہوا ہاں کوئی حیلہ کرے اور ربوا سے بری ہو جاوے تو دوسری بات ہے اس واسطے فقہاء ہنڈوی کو حوالہ میں لکھتے ہیں (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



بنک میں روپیہ رکھنے کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

میرا ارادہ ہے کہ مبلغ چہار صد روپیہ محکمہ ڈاک خانہ میں رکھکر سود حاصل کروں جس طرح قانون ڈاک خانہ ہے۔ مولوی عبد العزیز صاحب دہلوی اور بہت سے علماء لاہور نے بھی فتویٰ اخذ ربویٰ نصاریٰ سے دیا ہے چونکہ از کتب فقہ مثل محیط وقنیہ وغیرہ ظاہر میشود کہ اخذ ربویٰ از نصاریٰ واہل حرب جائز شدہ و نیز تعریف دار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور نصاریٰ حربی پس بموجب فقہ شریف۔ بینوا توجروا

---

(۵):فی الدر المختار: وكرهت السفتجة...وهي اقراض لسقوط خطر الطريق.

وفي الشامية: قوله: (وهي اقراض الخ) وصورتها: أن يدفع الى تاجر مالا قرضا ليدفعه الى صديقه، وانما يدفعه قرضا لا أمانة يستفيد به سقوط خطر الطريق........و في الفتاوى الصغرى وغيرها: ان كان السفتج مشروطا في القرض فهو حرام، والقرض بهذا الشرط فاسد والا جاز. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحوالة، ج: ٨، ص: ١٧، ١٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾:

بنک میں روپیہ داخل کرنا جیسا کہ بعض علماء ادا کہتے ہیں درست نہیں ہے اور یہ عدم جواز عام ہے خواہ سود لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نادرست ہے درصورت ثانیہ عبداللہ صاحب لاہوری وغیرہ علماء جم غفیر نے اگرچہ اس کو جائز رکھا ہے مگر واقع میں یہ بھی اعانۃ علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے نادرست ہے(۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



سود نہ لیتے ہوئے بنک میں روپیہ رکھنا

﴿سوال﴾:

بنک میں روپیہ جمع کرنا جبکہ سود نہ لیوے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۶):فی اعلاء السنن: مع ذلک شک فی کون التوقی عن الربا، ولو مع الحربی فی دار الحرب أحسن وأحوط وأزکی وأحری خروجاً من الخلاف، وهو الذی الیه شیخنا حکیم الأمة وأفتی به، واختاره ترجیحاً لقول أبی یوسف والجمهور. (اعلاء السنن، ابواب البیوع، باب الربا فی دار الحرب بین المسلم والحربی، ج: ۱۴، ص: ۳۷۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(وکذا فی بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة، أحکام الودائع المصرفیة، ص: ۳۵۶، ط، دار القلم دمشق)

فی تفسیر ابن کثیر: وقوله: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾: یأمر تعالی عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات، وهو البر، وترک المنکرات وهو التقوی، وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم. (تفسیر ابن کثیر، سورة المائدة، ج: ۳، ص: ۱۲، ۱۳، ط، دار طیبه ریاض)

بنک میں روپیہ داخل کرنا نادرست ہے۔خواہ سود لے یا نہ لے(۷)۔



بنک کے سود کا صحیح مصرف

سوال:

ایک شخص کو سرکار کے بنک گھر سے اس کے روپیوں کا سود آتا ہے آیا اگر یہ سرکار سے سود لے لیا کرے اور آپ نہ کھاوے محتاجوں کو دے دیا کرے یا کسی غریب تنگدست کے گھر میں کنواں لگوا دیوے تو یہ شخص سود خوروں میں گنا جاوے گا یا نہیں اور محتاجوں کو روپیہ سود کا یا کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

جواب:

سود لینا کسی حال میں جائز نہیں سود کا لینا ہر حال میں حرام ہے۔چنانچہ قرآن شریف

---

(۷):فی کفایة المفتی: (سوال):بینک میں روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب):بینک میں حفاظت کی غرض سے روپیہ جمع کرنا (جب کہ حفاظت کی کوئی اور صورت نہ ہو) مباح ہے۔(کفایۃ المفتی، کتاب الربوا، ج:۸،ص:۷۶، ط، دارالاشاعت کراچی)

(سوال):بینک میں رقم جمع کروانا کیسا ہے؟ اگر ٹھیک ہے تو سود کی اعانت تو نہیں؟

(جواب):بینک میں رقم جمع کرانا سود میں اعانت تو بلاشبہ ہے،مگر اس زمانے میں بڑی رقم کی حفاظت بینک کے بغیر دشوار ہے، اس لئے بامر مجبوری جمع کروانا جائز ہے، اور اگر لاکر میں رقم رکھوائی جائے تو بہت اچھا ہے۔(آپ کے مسائل اور انکا حل، ج:۷،ص:۳۳۱، ط، مکتبہ لدھیانوی کراچی)

قال اللّٰه تعالٰی: فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان اللّٰه غفور رحیم. (سورة المائدة، آیت: ۳)

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة، ولهذا جوزت الاجارة علی خلاف القیاس للحاجة. (الأشباه والنظائر مع غمز عیون البصائر، القاعدة الخامسة، الفن الأول، ج: ۱، ص: ۲۹۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وحدیث میں اس کے قبائح مذکور ہیں (۸) سو بندہ کسی طرح اجازت نہیں دے سکتا مگر ایک حیلہ شرعی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ سرکار بہت سے محصول اپنی رعایا سے لیتی ہے کہ ہماری شریعت میں اس کا لینا جائز نہیں گو قانون انگریزی سے وہ خلاف نہیں ہیں مگر شرع محمدیہ علیہ وسلم میں ظلم ہے اور ناجائز ہے اور مستحق رو ہے سو یہ شخص یوں خیال کرے کہ جو غریب رعایا سے سرکار نے محصول خلاف شرع لیا ہے اس کو میں سرکار سے مسترد کراتا ہوں اور پھر اس کو وصول کر کے انہیں لوگوں پر تقسیم کردے جن سے سرکار نے کچھ بلا اذن شرع لیا تھا ایسی نیت میں شاید حق تعالیٰ مواخذہ نہ فرماویں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں

﴿سوال﴾:

ہند بقول امام یا صاحبین کیا دارالحرب ہے اگر نہیں تو مولانا محمد اسماعیل صاحب

---

(۸):قال اللّٰہ تعالیٰ: یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وذروا ما بقی من الربوآ ان کنتم مؤمنین. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہٖ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون. (سورۃ البقرۃ: ۲۷۸، ۲۷۹)

وأخرج عبدالرزاق، وابن أبی الدنیا، والبیہقی فی شعب الایمان عن عبداللّٰہ بن سلام قال: الربا اثنان وسبعون حوبا، أصغرھا حوبا کمن أتی أمہ فی الاسلام، ودرھم فی الربا أشد من بضع وثلاثین زنیۃ، قال: ویؤذن للناس یوم القیامۃ البر والفاجر فی القیام الا أکلۃ الربا، فانھم لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس.

وأخرج مسلم، والبیہقی عن جابر بن عبداللّٰہ قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ وقال ھم سواء. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۳، ص: ۳۶۳، ۳۷۷)

دہلوی نے صراط المستقیم میں کس وجہ سے عصر ماضیہ میں اکثر کی نسبت ایسا لکھا ہے۔ اور فتنہ سابقہ میں اکثر اکابر اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف کیوں مائل تھے اگر مستامنین قرار دے کر ارتفاع امام کر علت کہا جاوے تو یہ بھی محل تامل ہے؟

﴿جواب﴾:

ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے بظاہر تحقیق حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی حسب اپنی تحقیق کے سب فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں۔ کہ کیا کیفیت ہند کی ہے(۹)۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



(۹): لیکن دوسرے مقام پر حضرت فقیہ النفس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ہندوستان کو دار الحرب تسلیم کیا ہے۔ کتاب ''حرمت اور جواز کے مسائل'' میں عنوان ''ہندوستان کی کافرات کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دار الحرب ہے اور یہاں کی کافرات حربیہ ہیں اور ستر کرنا مسلمان کو ان سے ضروری ہے۔۔الخ''۔

وفی اعلاء السنن: قال: ثم أعلم أن بلاد الهند ونحوها لاريب فی كونها دار الحرب عند المحققين، وقد أفتی به العلامة المحدث الدهلوی مولانا عبدالعزيز، والعلامة المولی مولانا رشيد أحمد الجنجوهی رضی الله تعالی عنهما وأرضاهما.

(اعلاء السنن، كتاب البيوع، باب الربا فی دار الحرب بين المسلم والحربی، تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام، ج: ۱۴، ص: ۳۷۷، ط: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

کل کی بنی ہوئی چیزیں کسی عدد میں ہیں

﴿سـوال﴾:

کل کی بنی ہوئی چیزیں جن میں باعتبار نمبر و کارخانہ وغیرہ کی صورت وصفت و قیمت میں کچھ فرق نہیں ہوتا عددی متقارب ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کل کی بنی شئے عددی ہے کیونکہ حد متقارب یہ ہے کہ اس کے اعداد میں تفاوت یسیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کوڑیاں اور پیسے جزء روپیہ ہیں یا نہیں

﴿سـوال﴾:

گنڈے روپیہ کے جزء نہیں پس ان میں تفاضل جائز ہے یا نہیں مگر آنے روپیہ کے جزء ہیں اور تفاضل ان میں ممتنع۔

﴿جواب﴾:

گنڈے خواہ فلوس کے ہوویں خواہ خرمہرہ کے جزء روپیہ کے نہیں ہاں نسبت روپیہ کے سے ہوتے ہیں البتہ دو آنہ کی چاندی اور چار آنہ کی چاندی جو شکوک چاندی ہے وہ جزء روپیہ اگر کہا جاوے تو بجا ہے پس بعد اس کے معلوم ہو کہ فلوس و خرمہرہ سب عددی ہیں۔ اگر اپنی مثل سے مبادلہ کیا جاوے مثلاً ایک فلوس عوض ایک فلس یا دو کے تو درست ہے کیونکہ اتحاد جنس ہے مگر کیل ووزن نہیں تو تفاضل سب درست ہوا مگر نسیہ حرام ہے اور فلوس نقدیہ اجزاء روپیہ کے ہونے سے فلوسیۃ سے نہیں نکلتے اور مس سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ پس بہر حال تفاضل روا ہے مگر دست بدست ہونا چاہیے اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور یہ قوی ہے

ثمنیۃ رائے امام محمد کی ہے اس فلوس میں بطور گنڈے اور بطور آنے کے ہر حال تفاضل سے بیع کرنا روا ہے بشرط یداً بید ہو اس میں کچھ فرق نہیں (۱۰)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کافر کو سود دینا

﴿سوال﴾:

کافر سے قرض روپیہ لے کر اس کو سود دینا ایسی حالت ضرورت میں کہ جائداد اپنی اگر فی الحال فروخت کرتا ہے تو ہزار کا مال پانچ سو روپیہ میں یا کم و بیش میں بکتا ہے الغرض غبن فاحش ہوتا ہے جائز ہے یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام مثل سود لینے کے گناہ صغیرہ یا کبیرہ بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ مسلمان سے روپیہ لے کر اس کو سود دینا تو گناہ ہے لیکن ہندو یا کافر کو سود دینا گناہ نہیں اس سبب سے کہ سود کا لینا اصل میں گناہ ہے باقی اوروں پر جو حدیث شریف میں وعید وارد ہوا ہے تو سبب اس کا یہ ہے کہ وہ وبال و باعث ایک مسلم کے ارتکاب گناہ سود خوری کے ہوئے جس صورت میں لینے والا مکلّف با شرع نہیں ہے۔ پھر دلالت پر گناہ نہ ہوئے لہٰذا کافر کو سود دینا ممنوع نہیں مومن کو اس گناہ میں مبتلا کرنا البتہ گناہ ہے؟

﴿جواب﴾:

غبن فاحش سے بیع کرنا چاہئے مگر ربوا دینا نہیں چاہئے کیونکہ نقصان مال سہل ہے

(۱۰): فی البحر: صح بیع الفلس المعین بفلسین معیین عندھما. وقال محمد لایجوز. (کتاب البیع، باب الربا، ج: ۶، ص: ۲۱۹، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ۷، ص: ۴۰۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

نقصان دین سے کیونکہ ربوااس حال میں بھی کراہت اور حرام ہی ہے۔ربوا دینا مسلمان اور کافر کو دونوں کو حرام ہے بعموم النص (۱۱) اور یہ تقریر مسائل غلط ہے۔



اصلی علت سود

﴿سوال﴾:

جومقدار بطور نمونہ عطر میں صرف ہوتی ہے معتبر نہیں اور چاندی میں اس قدر زیادتی ربوا ہے اور چاندی امتحان میں سوخت ہو جاتی ہے اور اتنی زیادتی جواہرات میں ربوا ہے؟

﴿جواب﴾:

ربوا کی علت جنس وقدر ہے اگر دونوں جمع ہو جاویں تو تفاضل ونساء دونوں حرام ہیں (۱۲)۔ پس دس روپیہ کا جو زیور خرید کیا جاوے اس میں مطلقاً زیادہ نہ ہووے اور جو امتحان میں مثلاً آگ میں کچھ کم ہو گیا ہو بیع سے خارج ہے اس کا اعتبار نہیں اور جو سونے کا زیور ہے اس سے زیادہ لینا درست ہے اگر دست بدست ہو۔علیٰ ہذا دیگر اشیاء کا حال ہے۔ اور جواہرات کو اس ہی قسم کے جواہرات سے بدلنے میں یہ رعایت رہے گی اور عطر کو لیتے ہیں اور عطر کو اور جواہرات کو عوض روپیہ کے خرید کرتے ہیں اس میں کچھ ضرورت مساوات کی

---

(۱۱):قال اللّٰہ تعالیٰ: واحل اللّٰہ البیع وحرم الربوا. (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

(۱۲):فی القدوری: الربا محرم فی کل مکیل، أو موزون اذا بیع بجنسہ متفاضلا. فالعلۃ فیہ: الکیل مع الجنس، أو الوزن مع الجنس.

وفی اللباب تحتہ: قال فی الھدایۃ: ویقال القدر مع الجنس، وھو أشمل. اھ. یعنی یشمل الکیل والوزن معاً. (اللباب فی شرح الکتاب، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۹۴، ط، دار السراج المدینۃ المنورۃ)

(وکذا فی مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۱۱۹، ۱۲۰، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

نہیں یہ یداً بید کی فقط چاندی میں ذرہ دو ذرہ کو اعتبار سے خارج کیا ہے تو ایسی مقدار باہم جنس بدلنے میں تو مفید ہے اور اس قدر سے زیادہ اگر ایک جانب ہووے اس کی رعایت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



آٹے میں ملاوٹ ہو تو کیا کیا جائے

﴿سوال﴾:

بنیہ سے آٹا خرید کیا پکانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں میل تھا اس کو جب واپس کیا گیا تو اس نے اور آٹا زائد اسی میں کا دیدیا یہ لینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر وہ ملاؤ اسی قدر تھا تو اس کا معاوضہ لینا درست ہے اور اگر یسیر فرق تھا تو اس کے عوض میں اس قدر تاوان لینا درست نہیں ہے (۱۳)۔ فقط



(۱۳): في ملتقى الأبحر: فلمن وجد في مشريه عيباً رده أو أخذه بكل ثمنه لا امساكه ونقص ثمنه الا برضى بايعه، وكل ما أوجب نقصان الثمن عند التجار فهو عيب.

(ملتقى الابحر، مع مجمع الانهر، كتاب البيوع، فصل في خيار العيب، ج: ۳، ص: ۵۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

باب بدھنی کا بیان

کوڑیاں اور پیسوں میں بدھنی جائز ہے یا نہیں

﴿سوال﴾:

کوڑیاں ومروج پیسہ ثمن میں داخل ہیں یا نہیں اور سلم ان میں جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

خرمہرہ اور فلوس نقود میں داخل نہیں عندالشیخین رحمہما اللہ اس کی سلم بھی درست ہے مگر امام محمد رحمہ اللہ فلوس کو نقد فرماتے ہیں اور سلم کو اس میں ناجائز کہتے ہیں۔ اگرچہ سلم حسب مذہب شیخین درست ہے مگر موجب تہمت اور عوام کے نزدیک سبب طعن کا تو احتیاط چاہیے (۱)۔ فقط رشید احمد عفی عنہ



(۱): في ملتقى الأبحر: وكذا الفلوس خلافاً لمحمد.

وفي مجمع الانهر تحته: (وكذا) في (الفلوس) أي يصح السلم فيها عدداً لأن الثمنية فيها ليست خلقية..... (خلافاً لمحمد) لأنها أثمان وفي البحر وظاهر الرواية عن الكل الجواز واذا بطلت ثمنيتها لاتخرج عن العد الى الوزن للعرف الا أن يهدره أهل العرف كما هو في ديارنا في زماننا وقد كانت قبل هذه الأعصار عددية في ديارنا أيضاً، انتهى فعلى هذا يكون اختيار المصنف غير الظاهر، فلهذا قال خلافاً لمحمد، لكن الأولى أن يقول: وعن محمد تدبر. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب البيوع، باب السلم، ج: ٣، ص: ١٣٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

باب چیزوں سے الٹ پھیر کرنیکی بیع کا بیان

سونار کا نیارہ چاندی سونے کا کیسے خرید اجائے

﴿سوال﴾:

سونار وغیرہ کا نیارہ چاندی سونے کا ہوتا ہے تو کس طور سے بیع وشرا کرنی درست ہے؟

﴿جواب﴾:

یہ بیع سونے چاندی یعنی روپیہ اشرفی سے تولنا جائز ہے لیکن پیسے اگر قیمت میں دیئے جاویں تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



روپیہ کو خوردہ سے بدلنا

﴿سوال﴾:

آج کل صراف لوگ روپیہ کے تبادلہ میں پیسے کمی سے دیتے ہیں روپیہ کا مبادلہ پیسوں اور خوردہ سے درست ہے یا نہیں ہے بعض علماء مثل سود کے فتویٰ دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾:

روپیہ کا مبادلہ اگر خوردہ سے ہو تو اس میں کمی زیادتی نادرست ہے اور اگر پیسوں سے مبادلہ ہو تو کمی زیادتی درست ہے یعنی روپیہ کے ۱۴ ابھی درست ہیں اور ۱۷ ابھی۔ فقط



کلابتوں کی خرید وفروخت

﴿سوال﴾:

کلاتبوسنہرا جو بنتا ہے سوتولہ میں قریب باسٹھ روپے کے تو چاندی اور قریب سینتیس روپیہ کے ریشم اور قریب ایک تولے کے سونا ہے اگردس روپیہ کا ہم نے آٹھ روپیہ بھر کلاتبو مذکور خریدا تو اس کمی وزن سے یہ کلاتبو شرعاً خریدنا جائز ہے یا نہیں اس زیادتی قیمت کے ہونے اور ریشم سے تاویل ہوجائے گی یا نہیں اور بعض کلابتو میں بجائے ایک تولہ کے چھ ماشہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی درست ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

سونا اس کے اندر مستہلک ہوجاتا ہے اور وہ ریشم اس قدر قیمت کا نہیں کہ روپیہ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ حرام تو نہیں مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ کذا فی الہدایہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ملفوظ

﴿۱﴾ جانماز و دری وغیرہ اگر سرکاری قیدیوں سے بنوائے تو اس کا استعمال کرنا اور اس پرنماز پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر ملازمین قہراً بنوادیں اس کو خریدنا اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے بیع صرف زبان سے ایجاب وقبول کرنے سے ہوجاتی ہے اور بیع میں قبضہ شرط نہیں ہے صرف ایجاب وقبول کرنے سے ملک مشتری کی ہوجاتی ہے(۱) اور ہبہ بغیر قبضہ کے منعقد

(۱): فی الملتقیٰ: البیع مبادلة مال بمال وینعقد بایجاب وقبول......واذا وجد الایجاب والقبول لزم البیع.

وفی الدر المنتقیٰ تحته: (واذا وجد الایجاب والقبول لزم البیع) ولاخیار لواحد منهما الا من عیب أو عدم رؤیة، وفیه اشارة الی أن البیع تیم بهما، ولایحتاج الی القبض کما فی المحیط. (الدر المنتقیٰ فی شرح الملتقیٰ علی هامش مجمع

نہیں ہوتا ملک واہب اس شے پر باقی رہتی ہے(۲)۔والسلام



الانھر، کتاب البیوع، ج: ۳، ص: ۴، ۱۰، ۱۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲):فی ملتقی الابحر: ھی تملیک عین بلاعوض وتصح بایجاب وقبول وتتم بالقبض الکامل.

وفی مجمع الانھر تحته: (وتتم) الھبة (بالقبض الکامل) ولو کان الموھوب شاغلاً لملک الواھب لا مشغولاً به، لقوله علیه السلام: لاتجوز الھبة الا مقبوضة، والمراد ھنا نفی الملک لا الجواز. (مجمع الانھر فی شرح متلقی الابحر، کتاب الھبة، ج: ۳، ص: ۴۸۹، ۴۹۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کتاب دعویٰ کے مسائل

مہر کا دعویٰ سسر پر

﴿سوال﴾:

زید بعمر اکیس سال باپ کی حیات میں لاولد فوت ہوگیا اور وہ باپ سے علیحدہ رہتا تھا باپ نے کچھ جائداد وغیرہ میں سے اس کو حصہ نہیں دیا۔ اب زید جو اثاث البیت چھوڑ کر مرا اس کی زوجہ کے پاس رہا اب زوجہ مذکورہ اپنے خسر سے مہر طلب کرتی ہے آیا از روئے شرع شریف کے اس کو خبر پہنچتا ہے یا دعویٰ اس کا باطل ہے؟ فقط

﴿جواب﴾:

چونکہ زید روبرو اپنے والد کے فوت ہوگیا ہے والد کے ترکہ میں سے زید کو کچھ نہیں مل سکتا (۱) بلکہ زید کے ترکہ میں سے بعد ادائے دین مہر زوجہ اور تجہیز و تکفین شرعی اور وصیت اگر کی ہو تو تین ربع اس کے والد کو ملتے ہیں اور ایک ربع اس کی زوجہ کو (۲) پس مہر زوجہ کا ترکہ زید پر ہے نہ اس کے باپ پر پس باپ زید سے طلب کرنا زوجہ کا مہر اپنا بالکل غلط ہے

---

(۱): فی الشامیة: بیانه: ان شرط الارث وجود الوارث حیاً عند موت المورث. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الفرائض، ج: ۱۰، ص: ۵۱۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲): فی السراجی: قال علماؤنا رحمهم الله: تتعلق بترکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول: یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولاتقتیر، ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الأمة. (السراجی فی المیراث، الحقوق المتعلقة بترکة المیت، ص: ۵، ٦، ۷، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفیه ایضاً: أما الأب فله أحوال ثلاث: الفرض المطلق وهو السدس وذلک مع الابن أو ابن الابن وان سفل، والفرض والتعصیب معا وذلک مع الابنة أو ابنة

اور دعویٰ باطل۔ البتہ اگر والد زید نے زید کے ترکہ میں سے کچھ لے لیا ہو اور ترکہ مقدار مہر سے کم ہو تو اس شئے کو والد زید سے زوجہ زید واپس لے سکتی ہے اور نہ والد زید پر کچھ حق زوجہ زید کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کسی کا سکوت اس کے قبول کرنے کی دلیل ہے یا نہیں

﴿سوال﴾:

ملازم نے اپنی تحریر بھیجی کہ میری تنخواہ پر اگر اس قدر ترقی کرو تو تمہارے پاس رہوں گا ورنہ نہیں اور سکوت آپ کا تسلیم کی جگہ جانا جاوے گا نہیں تو مجھے ابھی علیٰحدہ کردو اس تحریر کے بعد وہ مالک ساکت ہوگیا اور یہ ملازم ترقی کے گمان میں رہا بلکہ اپنے احباب میں ترقی کی اطلاع دیدی اب علیٰحدگی کی نزاع ہوئی پس دعویٰ زید کا بموجب تحریر مسطور کے شرعاً صحیح ہے یا غیر صحیح؟

﴿جواب﴾:

اس کا دعویٰ درست نہیں (۳)۔



الابن وان سفلت، والتعصيب المحض وذلک عند عدم الولد وولد الابن وان سفل. (السراجی فی المیراث، باب معرفة الفروض ومستحقيها، أحوال الأب، ص: ۱۴، ۱۵، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفيه ايضاً: أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (السراجی فی المیراث، باب معرفة الفروض ومستحقيها، فصل فی النساء، أحوال الزوجات، ص: ۱۸، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۳):فی الاشباه: "لاينسب الی ساکت قول". فلو رأی أجنبياً يبيع ماله

کتاب اجرت کے مسائل

کلام اللہ کے ختم کا ہدیہ

﴿سوال﴾:

اجرت پر ختم کلام اللہ شریف کرانا ایسے لوگوں سے جنہوں نے محض اپنی روزی اس کو ہی ٹھہرالیا ہے ناجائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

قرآن کے پڑھانے کی اجرت کے جواز پر تو فتویٰ متاخرین کا ہے(۱) سو اس میں کیا تکرار ہے مگر ایصال ثواب کرنے کو پڑھ کر اجرت لینا حرام ہے(۲) کہ اجرت علی الطاعۃ ہے تعلیم کی اجرت تو ضرورۃً جائز کی گئی ہے ایصال ثواب میں نہ ضرورت ہے نہ کوئی حرج دنیا اور دین کا متصور ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فسكت الم ينهه لم يكن وكيلا بسكوته. (الأشباه والنظائر مع غمز عيون البصائر، القاعدة الثانية عشرة، ج: ۱، ص: ۴۳۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى قاموس الفقه، ج: ۴، ص: ۱۶۹، ۱۷۰، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(۱):وقال شيخ مشايخنا الأنور رحمه اللّٰه تعالىٰ فى العرف الشذىّ (ص:۱۱۴ فى أبواب الأذان): "نهى المتقدمون عن أخذ الأجرة على الأذان والامامة والتعليم، وأجاز المتأخرون. (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم، كتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والاذكار، ج:۴، ص: ۲۸۹، ط،داراحياء التراث العربى بيروت، لبنان)

(۲): فى رد المحتار: قال تاج الشريعة فى شرح الهداية: ان القرآن بالأجرة

قرآن شریف کے ختم پر نذرانہ لینا

﴿سوال﴾:

زید کہتا ہے کہ قرآن پر اجرت لینا خوب ہے اور ثواب اس کے پڑھنے کا جو کہ اجرت لے کر پڑھا جاتا ہے مردہ کو پہنچتا ہے اور دلیل اس کی حدیث سے ثابت کرتا ہے اور مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک جگہ پر اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گئے تھے وہاں ایک شخص کو سانپ نے کاٹا تھا ان صاحبوں نے تیس بکری ٹھہرائیں اور اس پر الحمد شریف پڑھی اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا حصہ اس میں ٹھہرایا یہ بھی قرآن پر اجرت ہوئی اور کیا ہوا اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مزدوری خوب ہے بکر یہ کہتا ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنے کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا ہے اصل کسطرح پر ہے اور یہ حدیث کس طور پر ہے اور قرآن اجرت پر پڑھنے والا گنہگار ہے یا نہیں اور پڑھوانے والا اور اجرت دینے والا گنہگار ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا فتویٰ متاخرین نے دیا ہے (۳) مگر قرآن پڑھ کر

لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ، وقال العینی فی شرح الھدایة: ویمنع القارئ للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۳): فی ملتقی الأبحر: لا أخذ أجرة عسب التیس علی الطاعات کالأذان والحج والامامة وتعلیم القرآن والفقه أو المعاصی کالغناء والنوح والملاھی ویفتی الیوم بالجواز علی الامامة وتعلیم القرآن والفقه.

وفی مجمع الأنھر تحته: (ویفتی الیوم بالجواز) أی بجواز أخذ الأجرة (علی الامامة وتعلیم القرآن والفقه) والآذان کما فی عامة المعتبرات. وھذا علی مذھب المتأخرین من مشائخ بلخ، استحسنوا ذلک. (مجمع الانھر فی شرح ملتقی

ثواب پہنچانے کی اجرت کسی کے نزدیک حلال نہیں ہے اور سانپ کاٹے پر پڑھ کر پھونکنا علاج ہے نہ عبادت علاج کرنا مباح ہے نہ مستحب نہ واجب پس علاج کے واسطے پڑھنے میں ثواب نہیں بلکہ توکل کرکے علاج کا ترک اولیٰ ہے پس اس پڑھنے پر جواز مباح ہے اور ترک اس کا اولیٰ ہے قیاس کرنا عبادت کے پڑھنے کو بڑے تعجب کی بات ہے۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے پس زید کا قول غلط ہے وہ حدیث کا مضمون نہیں سمجھا کہ علاج کو عبادت کا مقیس علیہ بناتا ہے (۴)۔فقط



الأبحر، كتاب الاجارة ۵۳۲، ۵۳۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴): فی العمدة: قوله: "ان أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب الله" قال صاحب التوضيح فيه: حجة على أبی حنيفة ـ رضی الله تعالى عنه ـ فی منعه أخذ الأجرة على تعليم القرآن. قلت: من له ذوق من معانی الأحاديث لايتلفظ بهذا الكلام الذی ليس له معنى، وليس معنى هذا ما فهمه هو حتى يورده على الامام، وانما معناه فی أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة أو غيرها من القرآن، فالامام لايمنع هذا، وانما الذی يمنعه عن أخذ تعليم القرآن وتعليم القرآن غير الرقية به. (عمدة القاری، كتاب الطب، باب الشرط فی الرقية بقطيع من الغنم، ج: ۲۱، ص: ۳۹۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الفيض: والثانية: مسألة الأجرة على التعوذ، والرقية، وهی حلال لعدم كونها عبادة.

قلت: ويتفرع على الأولى أن لايصح أخذ الأجرة على قراءة القرآن للميت، لأن الأجير اذا لم يحرز ثواب القراءة، فكيف يعطيه للميت. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب الاجارة، باب ما يعطى فی الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب، ج: ۳، ص: ۵۱۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

قرآن شریف کے ختم کا ہدیہ لینا

﴿سـوال﴾:

زید کہتا ہے کہ وہ جو اجرت پر قرآن پڑھ کر ثواب مردہ کو بخشتا ہے دو یا چار روپیہ لیتا ہے کون سی خطا کرتا ہے حدیث وقرآن کے پڑھانے والے تو چالیس چالیس پچاس پچاس روپیہ لیتے ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا یہ بھی تو اجرت قرآن پر ہوئی بکر خاموش ہے اس کا جواب جناب سے چاہتا ہے؟

﴿جواب﴾:

کتب فقہ میں پڑھانے وتعلیم کی اجرت کو جائز لکھا ہے(۵) اور مردہ پر پڑھنے کی اجرت کو حرام لکھا ہے(٦) اور وجہ اس کی علماء فقہاء ومحدثین جانتے ہیں جہال کا کام مسئلہ

---

(۵): فی الفیض: واعلم أن ههنا مسألتين: الأولى: أخذ الأجرة على تعليم القرآن، والأذان، والاقامة. ولايجوز فيها أخذ الأجرة على المذهب، وان أفتى المتأخرون بجوازها. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب الاجارة، باب ما يعطى فى الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب، ج:۳،ص:۵۱۵،ط،دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦):فى الكوكب: فيجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن والوعظ والتأذين،ولا بجوز فى قراءة القرآن فى التراويح وعلى القبور لعدم الضرورة فيهما. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ۱،ص:۲۳۵،ط،ندوة العلماء لكهنؤ، هند)

وفى رد المحتار: قال تاج الشريعة فى شرح الهداية: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ، وقال العينى فى شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۷۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

کتب میں دیکھنے کا ہے نہ حجت پوچھنے کا حکم خدا تعالیٰ کا ماننا چاہئے نہ دلیل مانگنی اب وہی بتادے کہ ظہر عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین کیوں فجر کی دو کیوں ہوئی سب نماز فرض ہی تو ہے۔ مغرب کا چار کرنا کیوں حرام ہے پس یہ یہی کہے گا کہ یوں ہی حکم ہے سو یہاں بھی یہی سمجھے کہ یونہی حکم ہے۔ فقط



تعلیم دین کی اجرت

سوال:

قرآن اور حدیث پڑھا کر اجرت لینا درست ہے یا نہیں اور اگر درست ہے تو کس وجہ سے یا یہ متاخرین کا فتویٰ ہے اگر ہے تو کس قدر لینے پر اور اس کے لینے پر اس قسم کی تاویلات کرنا کہ ہم معقول کی پڑھائی لیتے ہیں نہ کہ حدیث اور قرآن کی اور ہم مدرسہ میں جانے کی نوکری پاتے ہیں نہ پڑھانے کی اور امام شافعیؒ کے مذہب میں درست ہے آپ کے نزدیک قرآن وحدیث پر اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے معاملات میں ایسی تاویل کرنا درست ہے یا نہیں اور سورہ بقرۃ میں جو اللہ تعالیٰ رکوع ۲۰ میں اور ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے اس کی مصداق کون لوگ ہیں؟

جواب:

اجرت لینا تعلیم علوم دین پر اصل حدیث سے نکلتا ہے اسی واسطے شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہے حنفیہ قدماء منع کرتے تھے متاخرین نے امام شافعیؒ صاحب کا مذہب اختیار کیا اور فتویٰ جواز کا دیا(۷) بسبب اندیشہ تلف علم کے تاویلات کی حاجت نہیں

(۷):وقال أبو حنيفة وأحمد: لا يجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن.....هذا أصل المذهب عند الحنفية والحنابلة، ولكن أفتى المتأخرون من الحنفية في هذا البناب بقول الشافعية للضرورة، لما يخشى علي هذه الوظائف

ضرورت میں دوسرے مجتہد کا مذہب لینا جائز ہے(۸) آخر وہ بھی حدیث سے کہتا ہے سو قدیم مذہب حنفی تقویٰ ہے اور مذہب شافعیؒ عمل فتویٰ ہے اشتراء بآیات اللہ جو حرام ہے یہ ہے کہ روپیہ کے واسطے آیت کے معنی بدل دیویں جیسا یہود کرتے تھے(۹) یہ اب بھی حرام ہے باتفاق تمام امت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



الدينية من الضياع كما فى الهداية وغيرها . (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم ، كتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والاذكار، ج:۴، ص: ۲۸۷، ۲۸۹ ، ط،داراحياء التراث العربى)

(۸):قال العلامة المحدث الكبير محمد فريد رحمه اللّٰه تعالٰى :قلت بتوفيقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغير عند الضرورة. قال العلامة الشامى فى ردالمحتار ص: ۲۳۹ ، جلد:۴،وفى جامع الفصولين قد اضطرب آرء هم وبيانهم فى مسائل الحكم للغائب و عليه ولم يصف ولم ينقل عنهم اصل قوى ظاهر يبنى عليه الفروع بلا اضطراب ولا اشكال فالظاهر عندى ان يتأمل فى الوقائع ويحتاط ويلاحظ الحرج والضرورات فيفتى بحسبها جوازاً وفسادا (الى ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهدفيه ذهب اليه الائمة الثلثة الخ. وفى المجلد الثالث ص:۴۵٦، عن القهستانى لو افتى به (مذهب احمد) وفى موضع الضرورة لابأس به على ما اظن. فقط. (فتاوى فريديه، ج: ۱ ،ص: ۲۲۷)

(۹):فى فتح الرحمٰن: ﴿ولاتشتروا﴾ أى: ولاتستبدلوا. ﴿بايٰتى﴾ بالقرآن والايمان بمحمدﷺ. ﴿ثمنا قليلاً﴾ أى: عرضاً يسيراً من الدنيا، وذلک أن رؤسا اليهود وعلماء هم كانت لهم مآكل يصيبونها من سفلتهم وجهالهم، يأخذون منهم كل عام شيئا معلوما من زرعهم وضروعهم ونقودهم، فخافوا ان هم بينوا صفة محمدﷺ، وتابعوه، أن تفوتهم تلک المآكل، فغيروا نعته، وكتموا اسمه، واختاروا الدنيا على الآخرة. (فتح الرحمٰن فى تفيسرالقرآن، سورة الفرة تحت آية: ۴۱، ج: ۱، ص: ۹۲، ط، نور الدين طالب بيروت لبنان)

وعظ کرنے کے لئے نذرانہ لینا

﴿سوال﴾:

واعظ کو وعظ کہنے پر لینا کیسا ہے یعنی بغیر لیے وعظ نہیں کہتا؟

﴿جواب﴾:

وعظ کی اجرت کو بھی بسبب ضرورت کے متاخرین نے جائز لکھا ہے(۱۰)۔فقط



دلالی کی اجرت لینا

﴿سوال﴾:

کسی سے کہا کہ اگر تیرا معاملہ کرادوں تو اپنی دلالی لوں گا یہ درست ہے یا نہیں اور

---

(۱۰):فی الکوکب: فیجوز أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن و الوعظ و التأذین. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۱، ص:۲۳۵،ط، ندوة العلماء لکھنؤ، ھند)

وفی الشامیة: قوله: (ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن الخ) قال فی الھدایة: وبعض مشایخنا رحمهم اللّٰه تعالی استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الأمور الدینیة، ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن، وعلیه الفتوی اھـ. وقد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن أیضاً فی متن الکنز ومتن مواهب الرحمن وکثیر من الکتب، وزاد فی مختصر الوقایة ومتن الاصلاح تعلیم الفقه، وزاد فی متن المجمع الامامة، ومثله فی متن الملتقی ودرر البحار، وزاد بعضهم: الأذان والاقامة والوعظ. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهلیل ونحوه مما لاضرورة الیه، ج: ۹، ص: ۷۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

بائع مشتری کواس کی اطلاع دینی ضروری ہے یا ایک سے ٹھہرالینا کافی ہے پھر اگر دونوں سے خفیۃً یا صراحۃً ٹھہرالے کرلے لیوے تو کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

اجرت دلالی کی درست ہے مگر فریب دھوکہ نہ ہو(۱۱)۔فقط



باغ کوسیراب کرنے کی اجرت

﴿سوال﴾:

باغ سے پانی سینچنا مکان اپنے پاس سے خس پوش کرنا کسی کو پانی بقدر ضرورت معلوم دیا کرنا ایک جماعت کوشکم سیر کھانا معین قسم کا کھلایا کرنا کسی مکان کی روشنی یا صفائی کا اجارہ لینا جائز ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ یہ سب اموال اگر چہ غیر معین ہیں مگر وسائل وذرائع وآلات میں نہ معقود علیہ ہے بلکہ معقود علیہ اثر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

﴿جواب﴾:

پہلے مسئلہ میں اگر یہ صورت ہے کہ زید کو اجیر خاص بنایا کہ تالاب چاہ سے پانی باغ

---

(۱۱):فی الشامية:قال فی التاتارخانية:وفی الدلال والسمسار يجب أجر المثل،وما تواضعوا عليه أن فی كل عشرة دنانير كذا فذاک حرام عليهم. وفی الحاوی: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لابأس به. (رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الاجارة، باب ضمان الأجير، مطلب فی أجرة الدلال، ج: ۹، ص: ۸۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فی الفتاوی التاتارخانية، كتاب الاجارة، الفصل الخامس العشر فی بيان مايجوز من الاجارات ومالايجوز، نوع فی الاستيجار علی الأفعال المباحة الخ، ج: ۱۵، ۱۳۷، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

میں دیا کرے تو درست ہے کہ زید کے سب منافع ملک مستاجرہ کی ہوئی اب جو کام کرتا ہے وہ ملک مستاجر ہووے گا استاجر لیصید له او لیحتطب فان وقت لذالک وقتا جائز ذٰلک الخ درمختار (۱۲). اور یہ جو صورت ہے کہ زید کا شرب یا نہر مملوک کو اجارہ لیا کہ باغ کو پانی دیا جائے تو یہ اجارہ فاسد ہے لم یصح اجارۃ الشرب بوقوع الاجارۃ علی استهلاک العین الکخ رد المحتار (۱۳). مگر جو نہر کی ارض کو بھی اجارہ لیوے تو فتویٰ جواز پر ہے جاز اجارۃ القناۃ والنهر مع الماء به یفتی لعموم البلویٰ در مختار (۱۴). دوسرے مسئلہ میں مکان خس پوش ہوتا ہے معقود ہے پس اگر شرط خس کی اجیر پر ہووے جائز ہے کہ آلات وغیرہ عمل میں داخل ہیں بشرطیکہ تحدید ہو جاوے جیسا مسئلہ صاع میں ہے پانچویں چھٹے مسئلہ کا بھی یہی حال ہے بشرط تعین کی تیسرے مسئلہ میں اگر تعین آب واجرت ہوگئی تو درست ہے مگر چوتھے مسئلہ شکم سیر کھلانے میں درست نہیں کیونکہ معقود علیہ سیری نہیں سیری قول اجیر سے نہیں ہوتی بلکہ کھانے سے ہوتی ہے یہاں معقود علیہ طعام ہے وہ اجارہ ہلاک کا ہے اور نرخ منع کا حیلہ کیا جاوے تو منع مجہول ہے کہ اشتہار ہر ایک کی مختلف ہوتی ہے بہر حال یہ صورت فاسد غیر مشروع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۲): (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی استئجار الماء مع القناة و استئجار الاجام و الحیاض للسمک، ج: ۹، ص: ۸٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۳): (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۸۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۴): (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۸٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

سواری کوکرایہ پر دینا

﴿سوال﴾:

زید نے بکر سے ایک جہاز جس پر مال بھرا تھا خرید ا پھر اس جہاز کے مالک سے بائع ہو یا اور کوئی جہاز کرایہ یا باعارہ لے لیا اب ضروری نہیں ہے کہ مال اتار کر پھر اس پر لادا جاوے بلکہ وہی عقد اجارہ جہاز قبضہ متصور ہو گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اجارہ مرکب کا درست ہے کہ مشہور بحق غیر نہیں خود مستاجر ہی کا مال اس میں ہے اور جب جہاز کا کرایہ ہو کر قبضہ میں مستاجر کے آ گیا تو وہی قبضہ قبضہ مبیع کا بھی ہو گیا کیونکہ تخلیہ مبیع کا مشتری کی طرف ہو گیا کذا فی الدر المختار ثم التسلیم یکون بالتخلیة علیٰ وجه من القبض بلا مانع و لا حائل (۱۵) انتهٰی. واللہ تعالیٰ اعلم



درخت کوکرایہ پر دینا

﴿سوال﴾:

درخت کا اجارہ جائز ہے یا نہ اس لئے کہ نصوص شبہ اجارہ عموم واطلاق پر شاہد ہیں پر باوجود عرف عام وحاجت ورسد بلوی واعراض اجارہ تخصیص واتباع کی کیا حاجت؟

﴿جواب﴾:

درخت کا اجارہ درست نہیں (۱۶) کیونکہ اجارہ منافع کا ہوتا ہے اعیان وزوائد کی بیع

---

(۱۵):(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعا ومالایدخل، ج: ۷، ص: ۹۴، ۹۶، ۹۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۶):فی الشامیة: وانما لایصح استئجار الأشجار أیضاً لما مر أنها تملیک

ہوتی ہے پس درخت کو اگر کوئی اجارہ لے دے گا تو غرض اس کے ثمر کی تحصیل ہے سو وہ زوائد میں ہیں نہ منافع میں تو وہ فی الحقیقت بیع ہوئی اور بیع معدوم ناجائز ہے(۱۷) اور ارض زراعت کا قیاس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ارض منافع مقصود ہیں زراعت تخم سے نکلتی ہے۔ پس زراعت زوائد نہ ہوئی۔ بلکہ تخم ملک مستاجر کا نما ہے زمین کے منافع اجارہ لئے گئے ہیں۔ اور بس پس صاف ظاہر ہوا کہ اجارہ اشجار اجارہ نہیں بلکہ بیع بلفظ اجارہ ہے اور بیع باطل ہوتی ہے بسبب معدوم ہونے بیع کے پس دلائل ونصوص شبہ اجارہ اپنے عموم پر ہیں تخصیص کی ضرورت نہیں اور بلویٰ خلاف نصوص قابل اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



منفعة، فلو وقعت على استهلاک العين قصداً فهی باطلة. قال الرملی وسيأتی فی اجارة الظئر أن عقد الاجارة على استهلاک الأعيان مقصوداً، كمن استأجر بقرة ليشرب لبنها لايصح، وكذا لو استأجر بستاناً ليأكل ثمره. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الاجارة، ج: ۹، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

سئلت فيمن استأجر بستاناً ليأكل ثمرة أشجارة من نخل وزيتون: هل يجوز ذلک؟ فأجبت: بأنه لايجوز، وسند ذلک ما فی شرح الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالىٰ: الاجارة على استهلاک الأعيان باطلة، كما لو استأجر كرما معلومة ليأكل ثماره، أو استاجر غنما ليأكل لبنها وسمنها، أو استأجر المرعىٰ ليرعى البهائم، وما أشبه ذلک، لم تصح الاجارة فهذا صريح فی أن الاجارة باطلة. (الفتاوی الكاملية، ص: ۱۹۱، كتاب الاجارة، مكتبه حقانيه پشاور يحواله حاشية فتاوی محموديه، ج: ۱۶، ص: ۵۵۹)

(۱۷):فی الشامية: قال فی الفتح : لاخلاف فی عدم جواز بيع الثمار قبل ان تظهر..الخ.(ردالمحتارعلى الدر المختار، ج: ۷، ص: ۸۵،ط،دارعالم الكتب رياض)

وقال العينی رحمه اللّٰه تعالىٰ: وبيع الثمارقبل الظهورلايجوزبالاجماع.

غیر مسلم کے پاس ملازمت

﴿سوال﴾:

عام کفار کے یہاں کی عام نوکری جائز ہے یا نہیں؟ نصاریٰ کے یہاں کی وہ نوکری کرنا کہ جس کی تنخواہ چنگی سے ملتی ہو۔ جیسے طبیب وغیرہ تو یہ نوکری جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کفار کی نوکری جس میں خلاف شرع نہ ہو درست ہے اور باقی ناجائز،(۱۸) اور چنگی سے تنخواہ لینی طبیب کو درست ہے۔ فقط



(البنایه شرح الهدایة، ج:۷،ص:۳۷،ط،دارالکتب العلمیةبیروت لبنان)

(۱۸):سوال:مسلمان کے لئے کافر کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قال فی الخانیة آجر نفسه من نصرانی ان استاجره بعمل غیر الخدمة جاز وان اٰجر نفسه الخدمة قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل لایجوز وذکر القدوری انه یجوز وفی الذخیرة فی الفصل السابع فی الاجارة فی خدمة المسلم اذا اٰجر نفسه من کافر للخدمة یجوز باتفاق الروایات وان کان یستخدمه قهراً بعقد الاجارة الا انه یستوجب علیه عوضاً من کل وجه علی سبیل العهد فینتفی الذل وینبغی اعتماد هذا کما لایخفی وقد انهم کلام صاحب الذخیرة انه لاخلاف فی المسألة وظاهر کلام المصنف ایضاً انه لاخلاف فیما ذکره ای من عدم الجواز لجزمه به وفی البزازیة اٰجر نفسه لکافر للخدمة یجوز وبکره وقال الفضلی یجوز فیما هو کزراعة لافیما هو ذل کالخدمة اه من حواشی الاشباه للعلامة الحموی اقول وما احسن ما قاله الفضلی من التفصیل وما القیه بمقام سلم من الشرف والعز والرفعة. (فتاوی کاملیة ص: ۱۹۷)

عبارات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ کافر کی ملازمت کسی ایسے کام کے لئے جس میں مسلمان کی

سود کھانے والے کے پاس ملازمت

﴿سوال﴾:

بیاج ورشوت خور کی نوکری درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس کے گھر کا مال حرام ہو اس کے یہاں نوکری ودعوت وغیرہما سب حرام ہیں (۱۹)۔فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم



ذلت نہ ہو باتفاق جائز ہے اور جس میں ذلت ہو کافر کی خدمت یا اس کے جانوروں وغیرہ کی خدمت یہ مکروہ ہے اور ضرورت شدیدہ بہرحال مستثنیٰ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (امداد المفتین، کتاب الاجارات،ص:۷۲۱،ط،دارالاشاعت کراچی)

(۱۹):عن عمران بن حصين قال: نهى رسول اللهﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانى، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فى الهندية: اٰكل الربا و كاسب الحرام أهدى اليه أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوى العالمكيرية،كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا و الضافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

فى الدرالمختار: الحرام ينتقل..... وفى حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفى الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموى عن سيدى عبدالوهاب الشعرانى أنه قال فى كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبى فقال: هو محمول على ما

رہن شدہ چیز کا کرایہ لینا

﴿سوال﴾:
اس مکان کو کرایہ پر لینا جو کسی کے پاس گرویں ہو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مرتہن سے مکان کرایہ پر لینا بشرط رضامندی راہن کے درست ہے اور مستاجر کو اس میں رہنا جائز ہے مگر اجرت اس کی ملک راہن کی ہے نہ مرتہن کی اگر مرتہن اس کو اپنے تصرف میں لاوے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ مستاجر پر کچھ گناہ نہیں البتہ دین میں محسوب کر لیوے تو درست ہے (۲۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مکان کو رہن رکھ کر مالک کی اجازت سے کرایہ پر لینا

﴿سوال﴾:
مکان کو گروی رکھنا اور اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مکان کا گروی رکھنا اور اس کو بشرط رضامندی مالک کے کرایہ پر لینا جائز ہے اور کرایہ اس کا ملک مالک کی ہے نہ مرتہن کی (۲۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۰/۲۱): في الهندية: وان آجر المرتهن من أجنبي بأمر الراهن يخرج من

مکان کو ناجائز کاموں کے لئے کرایہ پر دینا

﴿سوال﴾:

مکان وغیرہ ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا کہ جو شراب و دیگر محرمات اس میں فروخت کرتے ہوں یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اس میں کریں یا کفار کہ وہ اس میں بُت پرستی کریں منع اور داخل اعانت علی المعصیت ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ایسے کو کرایہ پر دینا مکان کا درست نہیں حسب قول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کرایہ پر دینا گناہ نہیں گناہ بفعل اختیاری مستاجر کے ہے مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کہ ہے(۲۲)۔ لاتعاونوا علی الاثم

الرهن وتكون الاجرة للراهن. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرهن، الباب الثامن فى تصرف الراهن أو المرتهن فى المرهون، ج: ۵، ص: ۴۶۴)

وفى التاتارخانية: واذا آجر المرتهن الرهن من اجنبى بغير امر الراهن فالغلة للمرتهن، ويتصدق بها عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ: وفى الخانية: و للمرتهن ان يعيدها فى الرهن. وان كان الراهن أذن له فى ذلك كان الاجر للراهن.الخ. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرهن، الفصل الثامن فى بيان تصرف الراهن والمرتهن، ج: ۱۸، ص: ۵۶۲، ۵۶۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲۲):فى الهداية: قال: ومن آجر بيتا ليتخذ فيه بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به. وهذا عند أبى حنيفة وقالا لاينبغى ان يكريه لشئ من ذلك لانه اعانة على المعصية.الخ.

وقال العلامة عبدالحكيم الشاوليكوتى فى حاشية الهداية: وقالا لاينبغى آه وبقولهما قالت الأئمة الثلاثة وهو الراجح رجحه شيخ الاسلام فى المحيط و كذا رجحه فى الذخيرة واليه مال المحقق ابن الهمام فى الفتح وقال ان دليل الهداية من

والعدوان (۲۳). فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ناجائز اشیاء بیچنے والوں کو مکان دکان کرایہ پر دینا

سوال:

نشہ فروش کو واسطے فروخت مسکرات کے مکان یا دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں اوراس میں حنفیہ کا مذہب اصح کیا ہے؟

جواب:

اصح اور فتویٰ اس پر ہے کہ نہ دیوے (۲۴) ۔فقط



زمین کو کرایہ پر دینا

سوال:

زمین کرایہ پر دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب:

جهة قول الامامؒ ينتقض بكثير من المسائل المسلمة الاتفاقية آه وقال فى المحيط هذا الخلاف فيما اذا آجرها لسكنى ثم صنع الذى فيها بيت نار او كنيسة او باع فيها خمرا اما الاستيجار ابتداء لبيعة او كنيسة او بيع خمر فلايجوز بالاتفاق ۱۲ فتح القدير. (الهنداية مع الحاشية نصب الخباء فى تعين ما على الفتوى لعبد الحكيم الشاوليكوتى، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، ج: ۴، ص: ۴۷۰، ط، امير حمزة كتب خانه كانسى روڈ كوئٹه)

(۲۳):(سورة المائدة: ۲)

(۲۴): دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۲۔

زمین کو کرایہ پر دینا درست ہے خواہ نقد سے دیا جاوے خواہ غلہ سے مگر غلہ اس زمین کا نہ ٹھہرانا چاہئے بلکہ مطلق ہونا چاہئے جس جگہ کا چاہے ہو(۲۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کھیت کی عملداری کرنا

﴿سوال﴾:

اگر عملداری زمیندار نے کھیت کی کردی بعد جبکہ اناج تیار ہوا تو اتنا ہو کہ جتنی زمیندار نے عملداری کی تھی اور اس نے وہ اناج اپنے حصہ کا لے لیا اور جو حصہ کاشتکار کا تھا اس کو کچھ بھی نہ بچا کیونکہ کاشتکار کی رضامندی سے عملداری ہوئی تھی تو یہ اناج زمیندار کو لینا جائز ہے یا نہیں یا کاشتکار کو کس قدر دینے سے جواز ہوگا اور اگر اتنا اناج پیدا ہو کہ نہ حصہ زمیندار کے موافق ہے یعنی بعد ہونے عملداری کے ورضامندی فریقین کے اناج جو وزن کیا تو دونوں فریق کے حصہ سے کم ہے جب کہ ایک کا حصہ بھی پورا نہ ہوا تو اس اناج کا کیا کیا جاوے کہ جو عندالشرع جائز ہو؟

﴿جواب﴾:

عملداری کے معنی کیا ہیں اگر اجارہ کے ہیں تو یہ اجارہ درست ہے اور جس قدر پر ہوگیا ہے اس قدر زمیندار لے سکتا ہے کاشتکار کو کچھ بچے یا نہ بچے اور اجارہ کی زمین میں کچھ

---

(۲۵):فی البحر: یجوز استئجار الأرض للزراعة ان بین ما یزرع فیها أو قال علی أن یزرع فیها ما یشاء لأن منفعة الأرض مختلفة. (البحر الرائق، باب ما یجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها، ج: ۸، ص: ۱۷، ۱۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: ولو استأجر حانوتا بنصف ما ربح منه، فالاجارة فاسدة. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، فی بیان قفیز الطحان، ج: ۱۵، ط، ۱۱۵، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

بھی پیدا نہ ہوا تب بھی کاشتکار کے ذمہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے جہاں سے چاہے پورا کرے اگر مطلقاً کچھ پیدا نہ ہوتب بھی کاشتکار اپنے پاس سے وہ اجارہ پورا کرے گا ہاں اگر زمین بٹائی پر دی گئی ہے تب حسب حصہ اس کی پیداوار سے لے سکتا ہے نہ زیادہ (۲۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فرائض پورے ادا نہ کر کے تنخواہ لینا

﴿سوال﴾:

عالم اگر نماز میں سستی کرتا ہو اور ترک جماعت بھی کرتا ہو اور کام متعلقہ خواندگی مدرسہ کا تین بجے شام سے کرلے اور چار بجے بند کردے اور سات آٹھ بجے صبح سے کام شروع کرے اور دس بجے مدرسہ بند کردے اور مہتمم مدرسہ و نیز طلبہ بھی شاکی ہوں کہ خواندگی نہیں ہوتی تو ایسے عالم کو باعمل کہا جاوے یا بےعمل؟

---

(۲۶):فی ملتقی الابحر: وصح استئجار الدار والحانوت وان لم یذکر ما یعمل فیه وله أن یعمل کل شیء سوی ما یوهن البناء کالحدادة والقصارة والطحن واستئجار الأرض للزرع ان بین ما یزرع أو قال علی أن یزرع ما شاء. (ملتقی الأبحر مع مجمع الانهر، کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة ومالایجوز، ج: ۳، ص: ۵۲۱، ۵۲۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفیه ایضاً:هی عقد علی الزرع ببعض الخارج وهی فاسدة وعندهما جائزة وبه یفتی.

وفی مجمع الانهر تحته: (وهی) أی المزارعة (فاسدة) عند الامام......
(وعندهما جائز وبه) أی بقولهما (یفتی) لتعامل الناس. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب المزارعة، ج: ۴، ص: ۱۴۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

جواب:

خلاف قاعدہ مقررہ ایسا کرنا خیانت ہے اور اجرت میں کراہت ہووے گی بلکہ دفعات مقررہ مدرسہ کے موافق کرنا واجب ہے (۲۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اجرت میں فاسد شرط نہ کرنی چاہئے

سوال:

یہ شرط اگر چند روز پہلے نوکری کے اطلاع نہ دو گے تو اس قدر جرمانہ دینا ہوگا۔ متمات عقد سے ہے اور لازم؟

جواب:

اجارہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے اور یہ شرط خلاف مقتضائے عقد کی ہے لہٰذا عقد کو فاسد کر دیوے گی اس کا ذکر نہ کرنا چاہئے **تفسد اجارة بالشروط المخالفة لمقتضٰی العقد درمختار** (۲۸). اور یہ شرط ظاہر ہے کہ اجیر کو مضر اور مستاجر کو نافع ہے

---

(۲۷):فی التاتارخانیة: وفی فتاوی الفضلی: اذا استأجر رجلا یوما لیعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة، ولایشغل بشئ آخر سوی المکتوبة. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الاجارة، الفصل الثالث فی بیان اوقات التی یقع علیها عقدالخ، ج: ۱۵، ص: ۳۰، ط، مکتبة زکریا دیوبند)

والاجارة لاتخلوا من وجهین: اما تقع علی وقت معلوم أو علٰی عمل معلوم، فان وقعت علٰی عمل معلوم فلاتجب الأجرة الا باتمام العمل. (النتف فی الفتاوی، کتاب الأجارة، ص: ۳۳۸، ط، المکتبة الحقانیة محله جنگی بشاور باکستان)

(۲۸):(الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۶۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

اور عقد کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کسی کو مال دیکر مقررہ قیمت سے کم وزیادہ لینے کی اجازت دینا

﴿سوال﴾:

زید نے بکر کو کچھ مال دیا کہ بیچے اور قیمت قرار دادہ سے جو کم بیش ہو وہ بکر کا ہے اور بکر ہلاک واستہلاک میں ضامن ہے اور نہ زید وبکر دونوں کو اختیار ہے کہ جب چاہیں مال واپس کردیں؟

﴿جواب﴾:

یہ صورت اجارہ فاسد کی ہے بکر اجیر ہے اور قیمت مقررہ سے جو زیادہ فروخت کرکے اس کی اجرت ہووے گی۔ وہ زیادہ مجہول ہے اور سب کتب میں مذکور ہے کہ اجارہ اجرت مجہولہ کا فاسد ہے(۲۹) اجیر امین ہے امانت میں شرط ضمان باطل کذا قالوا پس اگر بکر نے وہ شئے فروخت کردی سب ثمن زید لیوے اور اجرت مثل بکر کو دیوے اور ہلاک کی صورت میں ضمان باطل ہے(۳۰) استہلاک میں البتہ بسبب تعدی کے ضمان ہووے

---

(۲۹):فی الدر المختار: وتفسد بجهالة المسمى كله أو بعضه كتسمية ثوب أو دابة أو مائة درهم على أن يرمها المستأجر لصيرورة المرمة من الأجرة فيصير الأجر مجهولاً، وتفسد بعدم التسمية أصلاً. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج: ۹، ص: ۶۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۰):الأجير الخاص أمين. فلايضمن المال الهالک بيده بغير صنعه وكذلک لايضمن المال الهالک بعمله بلاتعد.

الأجير الخاص أمين بالاتفاق أما الأجير المشترک فيعد أميناً عند الامام فقط وبالاتفاق لايضمن الأجير الخاص والأجير المشترک المال الهالک بيده بغير صنعه يعني بدون سبق عمل منه وان شرط الضمان ولاتنقص أجرة الأجير

گا(۳۱)۔واللہ تعالیٰ اعلم



ملازمین کا ایام رخصت کی تنخواہ بلا مالک کی اجازت کے لینا

﴿سوال﴾:

ایک نوکر اپنے گھر بضرورت دس بارہ روز کی رخصت پر آیا تھا نہ اس کا ارادہ نوکری چھوڑنے کا تھا نہ آقا نے حساب کرکے بیباق کیا جس سے علیحدگی سمجھی جاتی اور وہ شخص گھر آتے ہی بیمار اور قریب ایک ماہ کے بیمار رہا اور ایسی صورت میں اتنی رعایتی رخصت مل جانے کا قاعدہ بھی نہ تھا۔ پس صورت مرقومہ بالا میں بلا کئے کام ایام مرض کے نوکری لے سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس دن وہاں سے آیا ہے اس دن سے تنخواہ بلا رضا مندی آقا نہیں لے

الخاص بهلاک بعض المال لأن الأجير الخاص يستحق الأجرة بكونه حاضراً ومهيأً للعمل. (دررالحكام شرح مجلة الأحكام، كتاب الأجارة، الفصل الثالث فی حق ضمان الأجير، ج: ۱، ص: ۷۱۱، المادة ۶۱۰، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فی ملتقی الأبحر مع مجمع الانهر، كتاب الأجارة، ج: ۳، ص: ۵۴۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۱):لو تلف المستأجر فيه بتعدی الأجير أو تقصيره يضمن.

القاعدة الأولی: اذا تلف المستأجر فيه أو فقد بتعدی الأجير أی الأجير الخاص أو المشترک أو تقصيره فی أمر المحافظة ضمن سواء أكانت الاجارة صحيحة أو فاسدة. لأن المستأجر فيه أمانة فی يد الأجير ويكون مضموناً بالتعدی والتقصير. (دررالحكام شرح مجلة الأحكام، كتاب الأجارة، الفصل الثالث فی حق ضمان الأجير، ج: ۱، ص: ۷۰۳، المادة :۶۰۷، دار عالم الكتب رياض)

سکتا (۳۲)۔



ملفوظ

قرآن شریف پڑھانے کی اجرت ختم قرآن میں شیرینی مسجد کے مال سے دینا

﴿۱﴾ قرآن شریف پڑھانے کی اجرت لینی درست ہے (۳۳) مگر رمضان شریف میں جو قرآن شریف تراویح ونوافل میں سنایا جاتا ہے اس کی اجرت لینی دینی دونوں حرام

---

(۳۲): فی الهندية: رجل استأجر عبدا من رجل كل شهر بدرهم مثلاً فمرض العبد ولم يقدر على مثل ما كان يعمل الا أنه قد يعمل عملاً دون العمل الذى كان يعمل فى الصحة فله أن ينقض الاجارة وان لم ينقضها حتى مضى الشهر لزمه الاجر وان مرض مرضا لايقدر على شئ من العمل فلا أجر عليه كذا فى الذخيرة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الاجارة، الباب التاسع فى فسخ الاجارة بالعذرالخ، ج: ۴، ص: ۴۶۲)

(۳۳): وقال شيخ مشايخنا الأنور رحمه اللّٰه تعالىٰ فى العرف الشذىّ (ص: ۱۱۴ فى أبواب الأذان): "نهى المتقدمون عن أخذ الأجرة على الأذان والامامة والتعليم، وأجازالمتأخرون. (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم، كتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والاذكار، ج: ۴، ص: ۲۸۹، ط،داراحياء التراث العربى بيروت، لبنان)

فى ملتقى الأبحر: لا أخذ أجرة عسب التيس على الطاعات كالأذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه أو المعاصى كالغناء والنوح والملاهى ويفتى اليوم بالجواز على الامامة وتعليم القرآن والفقه.

ہیں (۳۴) اور آمدنی مسجد سے یہ خرچ اور بھی زیادہ بُرا ہے بلکہ متولی پر اس کا ضمان آوے گا یعنی جس قدر اس کام میں مال مسجد سے صرف کردیا ہے اس کے ذمہ ہے کہ پھر اپنے پاس سے وہ روپیہ مسجد میں دے۔ ایسے ہی ختم قرآن میں شیرینی وغیرہ اپنے پاس سے دے تو درست ہے اگر اس کو ضروری نہ خیال کریں مگر مال مسجد سے یہ اخراجات ہرگز روانہیں ہیں (۳۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



وفی مجمع الأنهر تحته: (ويفتى اليوم بالجواز) أى بجواز أخذ الأجرة (على الامامة وتعليم القرآن والفقه) والآذان كما فى عامة المعتبرات. وهذا على مذهب المتأخرين من مشائخ بلخ، استحسنوا ذلک. (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الاجارة ۵۳۲، ۵۳۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۴): فى الكوكب: فيجوز أخذ الأجرة على تعليم القرآن والوعظ والتأذين، ولا يجوز فى قراءة القرآن فى التراويح وعلى القبور لعدم الضرورة فيهما. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ۱، ص: ۲۳۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ، هند)

(۳۵): سوال: ماہ رمضان میں ختم قرآن پر مسجد کو سجایا، روشنی کرنا اور قراءت کا مقابلہ وغیرہ کرنے کے بعد مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: مسجد میں چراغاں کرنا اِسراف ہے، اور کسی حال جائز نہیں، قراءت کا مقابلہ اگر بچوں میں قرآن کریم کی ترغیب کی غرض سے ہو تو اس کی گنجائش ہے، لیکن آج کل اس طرح نام ونمود اور تفاخر کی غرض سے جو مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں، ان سے احتراز لازم ہے۔ جہاں تک مٹھائی تقسیم کرنے کا تعلق ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کی رقم سے مٹھائی تقسیم کرنا جائز نہیں، ہاں! اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مٹھائی تقسیم کرے اور اسے مسنون اور لازم بھی نہ سمجھے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاوی عثمانی، کتاب السنة والبدعة، ج: ۱، ص: ۱۰۲، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

باب فیصلہ اور حکم کرنے کے مسائل

حَکم سے حُکم سے کب پھر سکتے ہیں

﴿سوال﴾:
جب کسی شخص کو کسی معاملہ میں پنچ اور حکم کر دیا ہو بعد اس کی تجویز کے اور پنچایت کے پھر جانیکا اختیار کسی کو شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
حُکم حَکم سے پہلے پھر جانا ایک جانب کا یا دونوں کا درست ہے مگر بعد حکم کرنے کے نہیں پھر سکتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱): فی ملتقی الأبحر: ولو حکم الخصمان من یصلح قاضیا لیحکم بینھما صح ونفذ حکمه علیھما.....ولکل منھما أن یرجع قبل حکمه لا بعده.

وفی مجمع الانھر: (لابعده) أی لایصح الرجوع بعد حکمه لأنه صدر عن ولایته علیھما کالقاضی اذا قضی ثم عزل لایبطل قضاؤه. (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب القضاء، فصل فی التحکیم، ج: ۳، ص: ۲۴۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب ادب القاضی، فصل فی التحکیم، ج: ۲، ص: ۹۳، ۹۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کتاب الرہن

رہن کے مسائل

رہن شدہ چیز سے نفع اٹھانا

﴾سوال﴿:

جولوگ زمین رہن رکھتے ہیں اوراس کا نفع کھاتے ہیں شرعاً جائز ہے یانہیں؟

﴾جواب﴿:

جوشخص اس شرط پر رہن رکھتے ہیں کہ اس کا نفع خود حاصل کریں اورقرض میں وضع نہ کریں وہ ربواخور کے حکم میں ہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱):فی الدرالمختار: لاانتفاع به مطلقاً لاباستخدام ولاسکنی ولالبس ولااجارة ولا اعارة سواء کان من مرتهن أو راهن الا باذن کل للآخر، وقیل: لایحل للمرتهن لأنه رباً، وقیل ان شرطه کان رباً، والا لا. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الرهن، ج: ۱۰، ص: ۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

فی ملتقی الأبحر: ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن، ولااجارته، ولااعارته، ویصیر بذلک متعدیاً ولایبطل به الرهن.

وفی مجمع الأنهر تحته: لیس للمرتهن الانتفاع باجارة أو باعارة اذا لم یکن له الانتفاع بنفسه، فلایکون مالکاً لتسلیط الغیر علیه الا باذن الراهن، وفی المنح وعن عبداللّٰه بن محمد بن مسلم السمرقندی، وکان من کبار علماء سمرقند أن من ارتهن شیئاً لایحل له أن ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه. الخ. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الرهن، ج: ۴، ص: ۲۷۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

رہن شدہ چیز سے نفع اٹھانا

﴿سوال﴾:
مکان گروی رکھنا اور خود اس گھر میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مرہون مکان کو اپنے تصرف میں لانا اور اس میں رہنا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مکان رہن رکھ کر اس میں رہنا

﴿سوال﴾:
ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ مکان گروی رکھ کر خود رہنا جائز ہے کیونکہ مشارق الانوار میں ایک حدیث شریف آئی ہے کہ گھوڑا یا گائے و بکری و بیل وغیرہ کا گروی رکھنا اور ان جانوروں کو دانہ گھاس کھلا کر گھوڑے بیل کی سواری کرنا اور گائے بکری کا دودھ پینا جائز ہے پس اس طرح پر اگر مکان گروی رکھا اور خود اس کی مرمت ٹوٹی پھوٹی کی کرتا رہا یا صرف لسائی پوتائی کرتا رہا تو اس کو رہنا جائز ہے اگرچہ اس کی مرمت میں تھوڑا ہی صرف ہو بندہ کی عرض ہے کہ یہ حدیث شریف آئی ہے یا نہیں اور کہنا ان صاحب کا صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾:

---

(۲):فی البحر: ولاینتفع المرتهن بالرهن استخداماً وسکنی ولبساً واجارة واعارة لأن الرهن یقتضی الحبس الی أن یستوفی دینه دون الانتفاع فلایجوز الانتفاع الا بتسلیط منه، وان فعل کان متعدیاً ولایبطل الرهن بالتعدی. (البحر الرائق، کتاب الرهن، ج: ۸، ص: ۴۳۸، ۴۳۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ان صاحب کا قول غلط ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے اگر راہن خود اپنے تصرف میں لاوے تو بشرط رضامندی مرتہن درست ہے یا یہ معنی ہیں کہ جس وقت راہن نے رہن رکھا اس وقت ان کے خیال میں بجز رہن کرنے کے اور کچھ نہ تھا بالکل کسی قسم کے تصرف کے شرط وغیرہ سے رہن معرا تھی پھر بعد تمام ہونے رہن کے اگر مرتہن باجازت راہن اس کو کام میں لاوے تو جائز ہے اور یہاں جو رہن ہوتی ہیں ان کا قیاس اس رہن پر جو حدیث شریف میں مذکور ہے درست نہیں کیونکہ یہاں انتفاع مرتہن معروف ہے اور معروف کالمشروط ہوتا ہے اور انتفاع مرتہن کے شئے مرہون سے حرام اور داخل ربوا ہے کیونکہ یہ منفعت خالی عن العوض اور قرض جر نفع سے ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۳): عن أبی هريرة، عن النبی ﷺ قال: لبن الدر يحلب بنفقته اذا كان مرهونا، والظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا، وعلى الذی يحلب ويركب النفقة. وفی البذل تحت هذا الحديث: وقد اختلف أهل العلم فی تأويله، فقال أحمد بن حنبل: للمرتهن أن ينتفع بالرهن بالحلب والركوب بقدر النفقة، وكذلك قال اسحاق، وقال أحمد: ليس له أن ينتفع بشیء منه غيرهما......وقال الشافعی وأبو حنيفة ومالك وجمهور العلماء: لاينتفع المرتهن من الرهن بشیء، بل الفوائد للراهن والمؤن عليه والحديث ورد على خلاف القياس من وجهين.....قال ابن عبدالبر: هذا الحديث عند جمهور الفقهاء ترده أصول مجمع عليها، وآثار ثابتة لايختلف فی صحتها، ويدل على نسخة حديث ابن عمر عند البخاری وغيره بلفظ: لاتحلب ماشية امریء بغير اذنه، انتهٰى.

قال الحافظ فی الفتح: وأجاب الطحاوی عن الحديث: بأنه محمول على أنه كان قبل تحريم الربا، ولما حرم الربا حرم أشكاله من بيع اللبن فی الضرع، وقرض كل منفعة تجر ربا، قال: فارتفع بتحريم الربا ما أبيح فی هذا للمرتهن. انتهٰى. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الاجارة، باب فی الرهن، ج: ١١، ص:

مسکونہ مکان کو رہن دخلی لینے کا مطلب

﴿سوال﴾:

مکان مسکونہ رہن دخلی لینا اور اس میں سکونت اختیار کرنا بلا کرایہ جائز ہے یا حکم سود میں ہے یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے اور گناہ اس کا کبیرہ ہے یا صغیرہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مکان کو دخلی رہن لینا جائز ہے سود نہیں اس سبب سے کہ رہن کے بعد مرہونہ پر قبضہ کرنا جائز ہے اور سکونت وقیام کے معاوضہ میں مرمت مرتہن کرتا ہے اگر چہ مکان لیاقت پانچ روپیہ ماہوار کرایہ کی رکھتا ہے اور مرمت میں چار آنہ ماہوار خرچ ہوتا ہے تاہم جائز ہے بدیں وجہ کہ راہن نے فقط مرمت پر قناعت کی اسی کو کرایہ تصور کیا۔فقط

۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، رقم: ۳۵۲۶، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفي الكوكب: استدل بحديث الباب مجوز الانتفاع للمرتهن بالرهن، وليس بشئ، فان قول النبي صلى الله عليه وسلم: "الظهر يركب، ولبن الدر يشرب" بلفظ المجهول يحتمل أن يكون اشارة الى الراهن أو الى المرتهن......ويمكن في توجيهه أن يقال أيضا: ان النبي صلى الله عليه وسلم حث الراهن والمرتهن كليهما على أمر هو أنفع لهما، وليس الخطاب خاصاً بأحدهما، والمعنى أنه لايحرم الانتفاع بالرهن للمرتهن مطلقاً، بل الحرمة مقيدة بما اذا لم يأذنه الراهن، فاذا أذنه فلايحرم اذا، ثم لما علم الراهن: جواز الاذن والمرتهن جواز الاستئذان حث المرتهن على أمر هو أنفع لصاحبه، فقال له: ان الأولى اذا انتفع المرتهن به أن يكون المرتهن هو المنفق عليها ليتعادل الطرفان في حسن السلوك، وهذا اذا لم يكن الانتفاع مشروطاً في الرهن ولايكون العرف جاريا بانتفاع المرتهن به فان المعروف كالمشروط ويلزم فيه الصفقتان في صفقة وهو منهي عنه مع أن كل قرض جر نفعاً حرام أيضا. (الكوكب الدري على جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب الانتفاع بالرهن، ج: ۲، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ الهند)

﴿جواب﴾:

انتفاع رہن سے حرام مثل ربوا کے ہے کسی فقیہ نے یہ نہیں لکھا کہ سکونت حلال ہے بلکہ قبض کہا ہے قبض کو سکونت لازم نہیں اور یہ سب صورت ناجائز اور حرام ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



چیز رہن رکھتے وقت رہن رکھانے والے کو ادائے خراج کا ذمہ دار بنانا

﴿سوال﴾:

راہن جب زمین رہن کرتا ہے تو حاکم وقت خراج مرتہن سے لیتا ہے اگر مرتہن خراج دینے میں کچھ عذر کرے تو مرتہن کا مال نیلام کر کے خراج وصول کیا جاتا ہے اگر مال نہ ہو تو زمین چھین لی جاتی ہے راہن سے کچھ مواخذہ نہیں ہوتا اور اگر زمین لیتے وقت راہن سے یہ کہا جاوے کہ اس کا خراج تمہارے ذمہ رہے گا تو وہ ہرگز ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ یہ شرط قرار پاتی ہے کہ نفع نقصان بذمہ مرتہن ہیں اور درمختار اور طحطاوی میں لکھا ہے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کو نفع جائز ہے اس قول پر فتویٰ ہے اور نفع نہ لینا اجازت سے بھی تقویٰ ہے۔ اور یہ قول تقویٰ بعض کا قول لکھا ہے اور زمین جب رہن لی جاوے ویران ہوتی ہے جب اس میں

(۴): فی التبیین: ولاینتفع المرتھن بالرھن استخداما وسکنی ولبسا واجارة اعارة لان الرھن یقتضی الحبس الی أن یستوفی دینه دون الانتفاع فلایجوز الانتفاع الا بتسلیط منه وان فعل کان متعدیا ولایبطل الرھن بالتعدی. (تبیین الحقائق، کتاب الرھن، ج: ٦، ص: ٦٧، ط، مکتبة الکبری الامیریة مصر/وفی غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر، کتاب الرھن، ج: ۳، ص: ۲۴۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

مشقت کی جاتی ہے جب اس میں پیدا ہوتا ہے اور بعض دفعہ نقصان بھی رہتا ہے۔اس لئے نفع جائز ہے یا نہیں اور قول کتاب کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا

﴿جواب﴾:

رہن کا انتفاع مرتہن کو جائز نہیں اگر چہ اس کا خراج بھی دیتا ہے اور طحطاوی میں جو لکھا ہے مسئلہ وہ نہیں ہے جو مسئول عنہا ہے بلکہ وہ ہے کہ جس وقت رہن رکھا ہے اس وقت راہن اور مرتہن کی نیت انتفاع کی نہ تھی پھر بعد کو اجازت دی گئی اور اگر وقت رہن رکھنے کے ارادہ انتفاع کا ہو یا شرط کر لی ہو یا عرف اس طرح ہو تو حرام ہے **المعروف کالمشروط** رہن بشرط انتفاع بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے (۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مکان رہن لے کر رہنا یا کرایہ سے دینا

﴿سوال﴾:

مکان رہن لے کر اس میں رہنا یا کرایہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

(۵):فی الشامیة: قوله: (کل قرض جر نفعاً حرام) أی اذا کان مشروطاً کما علم مما نقله عن البحر: وعن الخلاصة وفی الذخیرة: وان لم یکن النفع مشروطاً فی القرض، فعلی قول الکرخی: لابأس به..... وعن عبداللّٰہ بن محمد بن أسلم السمرقندی، وکان من کبار علماء سمرقند: أنه لایحل له أن ینتفع بشیٔ منه بوجه من الوجوه وان أذن له الراهن، لأنه أذن له فی الربا لأنه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلاً، فتکون ربا، وهذا أمر عظیم. (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطلب: کل قرض جر نفعا حرام، ج: ۷، ص: ۳۹۵، ط، دار عالم الکتب ریاض/وفی الکوکب الدری علی جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب الانتفاع بالرهن، ج: ۲، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ط، ندوة العلماء لکھنؤ الهند)

مکان رہن میں رہنا حرام ہے(۶)۔فقط



(۶):فی الدرالمختار: لاانتفاع به مطلقاً لاباستخدام ولاسکنی ولالبس ولااجارة ولا اعارة سواء کان من مرتهن أو راهن الا باذن کل للآخر، وقیل: لایحل للمرتهن لأنه رباً، وقیل ان شرطه کان رباً، والا لا. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الرهن، ج: ۱۰، ص: ۸۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی تحفة الفقهاء: لایجوز له أن ینتفع بالمرهون، نوع انتفاع، من الاستخدام والرکوب، ونحو ذلک. (تحفة الفقهاء، کتاب الرهن، حکم الرهن، ج: ۳، ص: ۴۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

کتاب بخشش کے مسائل

ملفوظ

﴿۱﴾ تملیک اور ہبہ میں بہت بڑا فرق ہے اور جو ہبہ کہ لفظ تملیک سے کیا جاوے اس کا حکم مثل ہبہ کے ہے(۱)۔

﴿۲﴾ راہ کے معنی ہیں کہ جس وقت اس پر عمل کرے اس کو حق اور صحیح جانے غلط جان کر اور ناحق اعتقاد کر کے اس پر عمل نہیں کر سکتا پھر یہ کہ مقلد کے مذہب غیر پر عمل کرنے میں روایتیں مختلف ہیں اور ہر دو کی تصحیح کی گئی ہے(۲)۔

---

(۱):فی ملتقی الأبحر: هی تملیک عین بلاعوض وتصح بایجاب وقول وتتم بالقبض الكامل.....وتنعقد بوهبت ونحلت وأعطیت وأطعمتک هذا الطعام و كسوتک هذا الثوب وأعمرتک هذا الشئ وجعلته لک عمری.

وفی مجمع الانهر تحته: (جعلته لک عمری) لأن اللام فیه للتملیک، فصار كأنه قال: ملكتک هذا الشئ الی آخر عمری. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب الهبة، ۴۸۹، ۴۹۲، ۴۹۳، ط، دار الكتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاصل: جعلت هذه الدار لک فاقبضها، فهی هبة، لأن معنی كلامه: ملكتک هذه الدار، ألایری أن فی التملیک بدل لفظ الجعل ولفظ التملیک سواء. (المحیط البرهانی، كتاب الهبة والصدقة، الفصل الاول فی ألفاظ الهبة، ومایقوم مقامها، ج: ۹، ص: ۱۶۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة كراتشی)

(۲):قال العلامة المحدث الكبیر محمد فرید رحمه اللّٰه تعالیٰ :قلت بتوفیقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغیر عند الضرورة. قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص: ۲۳۹، جلد:۴،وفی جامع الفصولین قد اضطرب آرء هم وبیانهم فی مسائل الحكم للغائب و علیه ولم یصف ولم ینقل عنهم اصل قوی ظاهر یبنی علیه الفروع بلا اضطراب ولا اشكال فالظاهر عندی ان یتأمل فی الوقائع ویحتاط

﴿۳﴾ جس سے غلبہ ظن حاصل ہے وہ معتبر ہے پس اگرچہ اخبار اور خطوط کا اعتبار نہیں ہے مگر بوجہ کثرت وتواتر خطوط ورجسٹری ہا کے اگر غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو اس پر عمل جائز ہونا چاہئے۔ چنانچہ خبر فاسق پر بعد تحری کے عمل درست ہے۔ کیونکہ بعد تحری کے عمل مضاف بجانب تحری ہوگا۔ نہ خبر فاسق کی طرف البتہ اگر کثرت سے خطوط ورجسٹری ہا میں بھی یہ احتمال ہو کہ کسی شخص دیگر غیر مکتوب منہ کی ہے اس کی کاروائی ہوسکتی ہے تو اس پر عمل درست نہیں اور یہی وجہ ہے کہ خط پر عمل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس کا نوشتہ مکتوب الیہ کو ہونا یقین نہیں ہے۔ بلکہ احتمال تزویر اور گمان غلط بھی ہے (۳)۔



ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی بحسبها جوازاً وفسادا (الی ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصیانة للحقوق عن الضیاع مع انه مجتهدفیه ذهب الیه الائمة الثلثة الخ. وفی المجلد الثالث ص: ۴۵۶، عن القهستانی لو افتی به (مذهب احمد) وفی موضع الضرورة لابأس به علی ما اظن. فقط. (فتاوی فریدیه، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

(۳):فی الاشباه: لایعتمد علی الخط ولایعمل به.

وفی غمز عیون البصائر تحته: قوله: "لایعتمد علی الخط ولایعمل به" فی خزانة الاکمل أجاز أبو یوسف ومحمد العمل بالخط فی الشاهد والقاضی والراوی اذا رأی خطه ولایتذکر الحادثة. قال فی العیون: والفتوی علی قولهما کذا فی رسالة ابن الشحنة فی العمل بالخط اذا تیقن انه خطه، سواء کان فی القضاء او الروایة أو الشهادة فی الصک فی ید الشاهد لان الغلط فیه نادر، واثر التغییر یمکن الاطلاع علیه، وقلما یشتبه الخط من کل وجه فاذا تیقن ذلک جاز الاعتماد علیه توسعة علی الناس. (غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر، کتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی التاتارخانیة: یجب أن یعلم بأن العمل بغالب الرأی جائز فی باب الدیانات، وفی باب المعاملات. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل

باب قرض کے مسائل

اس شرط پر روپیہ قرض لینا کہ منافع فی روپیہ دے گا

﴿سوال﴾:

کسی کا روپیہ اس شرط پر لینا کہ اس روپیہ کا خرید کردہ مال فروخت ہوگیا تو فی روپیہ ایک آنہ یا دو آنہ نفع دیں گے درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو جواز کی صورت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس طرح قرض لینا اور یہ نفع دینا حرام ہے(۱)۔فقط



الثانی فی العمل بغالب الرأی، ج: ۱۸، ص: ۳۴، ط، مکتبہ زکریا دیوبند/وفی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی فی العمل بغالب الرأی، ج: ۵، ص: ۳۱۳)

(۱):فی اعلاء السنن: قال: ومما یدل علی عدم حل القرض الذی یجر الی المقرض نفعاً، ما أخرجه البیهقی فی ''المعرفة'' عن فضالة بن عبید موقوفاً بلفظ: کل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا، ورواه فی ''السنن الکبری'' عن ابن مسعود، و أبی بن کعب وعبدالله بن سلام وابن عباس موقوفا علیهم اهـ. (اعلاء السنن، رسالة کشف الدجی عن وجه الربا، ج:۱۴،ص:۵۶۶،ط،ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

وفی الشامیة: قوله: (کل قرض جر نفعاً حرام) أی اذا کان مشروطاً کما علم مما نقله عن البحر. (کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطلب: کل قرض جر نفعا حرام، ج: ۷، ص: ۳۹۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کوشش کے باوجود قرضہ ادانہ کرسکتا

﴿سوال﴾:

اگر قرض باوجود قصد وفکر وکوشش کے بوجہ افلاس ادانہ ہوسکے اور انتقال کر جاوے تو اس پر حق العباد رہے گا یا بوجہ مجبوری ماخوذ نہ ہوگا؟

﴿جواب﴾:

ایسی حالت میں اس کے ورثہ کو چاہئے کہ دین اس کا دیویں کہ وہ وارث مالک ہوگئے (۲) اور جو دینے کی طاقت نہ ہوئی اور عزم دینے کا رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ چاہے معاف کرادیوے یا اعمال اس کے دلا دیوے گا۔ اس کی مشیت میں ہے خالص نیت والے کے واسطے معافی کا حکم حدیث سے معلوم ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۲):فی السراجی: قال علماؤنا رحمهم اللّٰه: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الأمة. (السراجى فى الميراث، الحقوق المتعلقة بتركة الميت، ص: ۵، ۶، ۷، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۳):عن أبى هريرةؓ عن النبىﷺ قال من اخذ أموال الناس يريد أداء ها أدى اللّٰه عنه ومن أخذ يريد اتلافها أتلفه اللّٰه عليه. وفى التعليق الصبيح تحت هذا الحديث: قوله: يريد اداء ها قال المظهر رحمه اللّٰه تعالى يعنى من استقرض احتياجاً وهو يريد و يقصد اداء ه ويجتهد فيه اعانه اللّٰه تعالى على ادائه فى الدنيا وان مات ولم يتيسر له اداء ه فالمرجو من اللّٰه الكريم ان يرضى خصمه. (التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، ج: ۳، ص: ۳۴۳)

ادھار کی ایک قسم کی جنس لے کر دوسری دینا

﴿سوال﴾:

جوار یا جو یا دیگر کم قیمت والا اس اقرار پر ادھار دینا کہ جب فصل ربیع چل پڑے گی جس قدر جوار یا جو تم نے مجھ سے ادھار لئے ہیں اس قدر وزن میں گندم تم سے لے لوں گا۔ چنانچہ ادھار لینے والا اس شرط کو منظور کر لیتا ہے یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کوئی غلہ ادھار پر دینا کہ اس کے عوض اور جنس کا غلہ فصل پر لیا جاوے درست نہیں (۴)۔فقط



فی الھندیة: رجل مات وعلیه قرض ذکر التاطقی: نرجو أن لایکون مواخذاً فی دار الآخرة اذا کان فی نیته قضاء الدین. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراھیة، الباب السابع والعشرون فی القرض والدین، ج: ۵، ص: ۳٦٦)

وفی السراجیة: رجل مات وعلیه دین، لامن جھة الغصب قد نسیه، أرجو أن لایؤاخذ به، کذا اذا مات قبل أن یؤدی ما استقرض ان کان من نیته القضاء. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراھیة، الفصل التاسع والعشرون فی القرض، ج: ۱۸، ص: ۲۴۸، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۴):فی ملتقی الابحر: فان وجد الوصفان حرم الفضل والنساء وان عدما حلا و ان وجد أحدھما فقط حل التفاضل لا النساء. (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنھر، کتاب البیوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۱۲۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاختیار: (فاذا وجدا حرم التفاضل والنساء) عملا بالعلة (واذا عدما حلا) لعدم العلة المحرمة، ولاطلاق قوله تعالی: "وأحل اللّٰه البیع" (واذا وجد

ایک جنس قرض لے کر دوسری جنس فصل پر ادا کرنے کا وعدہ

﴿سوال﴾:

پیاز اور آلوخوردنی بطور قرض دے دینا کہ بروقت آنے فصل کے ایک من پیاز کے ایک من دھان دے دونگا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ درست نہیں (۵)۔



أحدهما خاصة حل التفاضل وحرم النساء) أما اذا وجدا المعيار وعدم الجنس كالحنطة بالشعير والذهب بالفضة، فلقوله عليه الصلاة والسلام اذا اختلف الجنسان ويروى التوعان، فبيعوا كيف شئتم بعد أن يكون يدا بيد. وأما اذا وجدت الجنسية وعدم المعيار كالهروى بالهروى، فان المعجل خير من المؤجل وله فضل عليه، فيكون الفضل من حيث التعجيل الربا، لأنه فضل يمكن الاحتراز عنه وهو مشروط في العقد فيحرم. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ۲، ص: ۱۳۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۵):في البحر: وحرم الفضل والنساء بهما أى بالقدر والجنس لوجود العلة بتمامها والفضل والزيادة والنساء بالمد التأخير......والنساء فقط بأحدهما، أى وحرم التأخير لا الفضل بوجود القدر فقط والجنس فقط وله صورتان: احداهما باع حنطة بشعير متفاضلاً صح لانسيئة. الثانية: باع ثوباً مروياً بمرويين جاز حاضراً. ولوباع عبداً بعبد الى أجل لايجوز لوجود الجنس. (البحر الرائق، كاب البيع، باب الربا، ج: ۶، ص: ۲۱۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ۳، ص: ۴۷۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ایک قسم کی جنس کے بدلے دوسری قسم کی جنس کے وعدہ پر ادھار لینا

﴿سوال﴾:

ایک شخص ایک من گندم یا باجرا بطور قرض لے گیا اور یہ وعدہ کر گیا کہ بعد دو مہینے کے ایک من گیہوں یا باجرا دونگا ایسا معاملہ درست ہے یا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو شخص کوئی جنس قرض میں دیوے اور اسی جنس کا ادا کرنا بعد ایک ماہ کے مقرر کردے تو درست ہے اگر چہ مدت مقرر نہیں ہوئی اس سے پہلے بھی لے سکتا ہے(٦)۔فقط



(٦):فی الهندية: ويجوز القرض فيما هو من ذوات الامثال كالمكيل والموزون والعددى المتقارب كالبيض ولايجوز فيما ليس من ذوات الامثال كالحيوان والثياب. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع عشر فى القرض والاستقراض والاستصناع، ج: ٣، ص: ٢٠١)

وفى الموسوعة: اختلف الفقهاء فى صحة اشتراط الأجل ولزومه فى القرض على قولين: احدهما: لجمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة والأوزاعى وابن المنذر وغيرهم، وهو أنه لايلزم تأجيل القرض، وان اشترط فى العقد، للمقرض أن يسترده قبل حلول الأجل، لأن الآجال فى القروض باطلة. قال الامام أحمد بن حنبل: لكن ينبغى للمقرض أن يفى بوعده. (الموسوعة الفقهية، بيان القرض، اشتراط الأجل، ج: ٣٣، ص: ١٢٨)

(وكذا فى رد المحتار على الدر المختار، كاب البيوع، باب المرابحة والتولية، قبيل فى القرض، ج: ٧، ص: ٣٨٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

باب جوئے کا بیان

اپنی حقیقت کو مقدمہ لڑنے پر فروخت کرنا

﴿سوال﴾:

زید نے عمرو سے کہا اپنی حقیقت جو فلاں شخص کے قبضہ اور تصرف میں ہے اور غیر منقسمہ ہے اس شرط پر میرے ہاتھ بیع کردے کہ اگر میں اس حقیقت کو شخص قابض سے مقدمہ لڑا کر اپنے قبضہ میں لے آؤں تو اس میں ہم تم دونوں آدھوں آدھ کے شریک ہیں اور جو مقدمہ نہ پاؤں تو روپیہ میرا گیا تجھ سے تعلق نہیں بایں وجہ اس شخص نے اپنا حق اس کے ہاتھ فروخت کردیا اور بیع نامہ لکھ دیا سو ایسا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں کہ قمار کی قسم ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔ الجواب صحیح محمد عبد اللطیف عفی عنہ۔



(۱):قال اللّٰہ تعالیٰ: یآیھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. (سورۃ المائدۃ: ۹۰)

فی الشامیۃ: لأن القمار من القمر الذی یزداد تارۃ وینقص أخری، وسمی القمار قماراً لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذھب مالہ الی صاحبہ، ویجوز أن یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۷۷، ۵۷۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

لاٹری ڈالنا

﴿سوال﴾:

چھٹی ڈالنا کسی چیز کی بیع وشراء کے واسطے جائز ہے یا ناجائز چھٹی ڈالنا اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں مثلاً ایک شخص کو تلوار یا اسپ وغیرہ کوئی چیز بیع کرنا منظور ہے تو اس نے چند آدمیوں سے دس یا بیس سے مثلاً ایک روپیہ وصول کرلیا بطور قیمت بیع کے اور پھر ان خریداروں کی جنہوں نے ایک ایک روپیہ دیا ہے نام تحریر ایک ایک پرچہ پر علیحدہ کریں پھر بطور قرعہ جس کے نام کی چھٹی برآمد ہوئی اسی کو وہ شئے مبیعہ ملے گی باقی سب کا ایک ایک روپیہ ضائع ہوگیا ایک شخص ہی ایک روپیہ میں مالک شے مبیعہ کا ہوگیا؟

﴿جواب﴾:

صورت چھٹی پھینکنے کی جو سوال میں درج ہے بالکل قمار و ناجائز ہے(۲)۔



(۲):القمار كله من الميسر.....وهو السهام التى يجيلونها، فمن خرج سهمه استحق منه توجبه علامة السهم..... وحقيقته تمليك المال المخاطرة، وهو أصل فى بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار. (أحكام القرآن للجصاص، (سورة المائدة: ۹۰)، ج: ۲، ص: ۴۶۵، ط، دار الكتاب العربى بيروت لبنان)

باب رشوت کا بیان

حوالدار کا گاؤں سے دودھ یا گنے لانا

سوال:

حوالدار جو اپنے گاؤں سے گنے وغیرہ یا عید کو دودھ وغیرہ لاتے ہیں اور وہ اس ترکیب سے وصول کرتے ہیں کہ ہر کاشتکار کے گھر سے بخوشی اس کے دودھ تھوڑا تھوڑا یا ہر ایک کھیت میں سے پانچ پانچ گنے وصول کرتے ہیں کاشتکار کو ناگوار ہوتا ہے بوجہ اس کی ملازمت کے اور اگر زمیندار جو اس کا آتا ہے وہ بھی آ کر اشیاء مذکورہ حوالدار کو لاتے ہوئے دیکھ لے تو وہ زمیندار بھی منع نہیں کرتا ہے نہ صراحت اجازت ہے تو ایسے مال کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

یہ مال حرام ہے اس کا کھانا بھی حرام رشوت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱):في الشامية: وفي الفتح: ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي وهو الرشوة على تقليد القضاء والامارة.....الرابع: مايدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ. (رد المحتار على الدر المختار، كاب القضاء، ج: ۸، ص: ۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي البحر: وفي الخانية: الرشوة على وجوه أربعة: منها ما هو حرام من الجانبين......ومنها اذا دفع الرشوة خوفا على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع. (البحر الرائق، كاب القضاء، ج: ٦، ص: ۴۴۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مقررہ تنخواہ کے علاوہ ملازمین سرکار کا زاید لینا

﴿سوال﴾:

حوالدار کی نسبت تحریر ہے کہ دودھ گنے رس وغیرہ رشوت ہیں ایک مالک زمین کہ جس کا یہ نوکر ہے وہ بھی منع نہیں کرتا تو کیوں ناجائز ہے اور بعض حقوق متعین شدہ ہیں وہ بھی ناجائز ہیں یا نہیں یا زمینداری کا مسئلہ یہ ہے کہ سوائے آمدنی اناج یا ٹھیکہ زمین کے مالک زمین یعنی زمیندار کو بھی اور کچھ وصول کرنا برضامندی بھی جائز نہیں اور اگر اس کو جائز ہے تو حوالدار کو جو ملازم اس کا ہے اور اس کے سامنے ہی وہ کاشتکاروں سے برضامندی لیتا ہے یا شاید وہ دل میں ناراض ہوتے ہوں تو کیوں ناجائز ہوتا ہے بلکہ بعض زمیندار کاشتکار کے ساتھ یہ احسان کرتے ہیں کہ اس کے مویشی چرانے کو جنگل بلامحصول دیتے ہیں اس کے عوض میں بھی جائز ہے یا نہیں مگر زمیندار سب نہیں دیتے ہیں اور آمدنی حسب مذکورہ بالا سے کرتے ہیں؟ فقط

﴿جواب﴾:

جس حق کی مالک زمین کی طرف سے اجازت ہے اور داخل تنخواہ سمجھی جاتی ہے وہ درست ہے اور آپ نے مسئلہ تھانیدار حوالدار ملازمان سرکاری کا پوچھا تھا تو سرکار کی طرف سے اگر کسی شئے کی اجازت ہے وہ درست ہے اگر دینے والا جو شئے دے یا پہلے سے اس شئے کا دینا اس کے ذمہ لازم ہو۔ فقط



ملازمین پولیس کا عام لوگوں سے مانگنا

﴿سوال﴾:

ملازمین پولیس جو چیز کہ عام لوگوں سے مانگ کر لے آتے ہوں اگر وہ بھی مانگ

لیں تو یہ رشوت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو شئے ہر ایک شخص حسب العادت مانگ لاتا ہے اور دباؤ وغیرہ اس میں کچھ نہیں ہے یا اس شئے کا لینا دینا اس ملازمت سے پہلے ہے یا غیر لوگ جو اس سے واقف نہ ہوں اس کے قصبہ کے نہ ہوں ان سے لینا درست ہے اور جو تعلقات صرف ملازمت سے پیدا ہوئے ہیں ان کی وجہ سے لینا درست نہیں ہے(۲)۔



(۲):عن أبی حمید الساعدی أن النبیﷺ استعمل رجلا من الأزد یقال له ابن اللتبیة قال ابن السرح: ابن الاتبیة ـ علی الصدقة، فجاء فقال: هذا لكم وهذا أهدی لی، فقام النبیﷺ علی المنبر فحمد الله وأثنی علیه، وقال: ما بال العامل نبعثه فیجئ فیقول: هذا لكم وهذا أهدی لی، ألا جلس فی بیت أمه أو ابیه، فینظر أ یهدی له أم لا ....الخ. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وظاهر أنه اذا جلس فی بیت أمه و أبیه لایهدی له قطعاً ویقیناً، فهذا الذی أهدی له هو للحكومة، وهو الرشوة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الخراج، باب فی هدایا العمال، ج: ۱۰، ص: ۱۲۴، ۱۲۵، رقم: ۲۹۴۶، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

وفی الفتح: قوله: (أفلا قعد فی بیت أبیه، أو فی بیت أمه) قال ابن المنیر: یؤخذ من قوله:هلا جلس فی بیت أبیه و أمه. جواز قبول الهدیة ممن كان یهادیه قبل ذلك. (تكملة فتح الملهم، كتاب الامارة، باب تحریم هدایا العمال، ج: ۳، ص: ۲۵۷، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وفی البحر: قوله: (ویرد هدیة الا من قریب أو ممن جرت عادته به) أی لایقبل القاضی هدیة.....فتعلیله دلیل علی تحریم الهدیة التی سببها الولایة....وفی فتح القدیر: وكل من عمل للمسلمین عملاً حكمه فی الهدیة حكم القاضی اهـ. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ۶، ص: ۴۷۰، ۴۷۱، ط، دار الكتب العلمیة

بادشاہ، نواب، پیر، ولی کو نذر دینا

﴿سوال﴾:

بادشاہ یا نواب کو نذر دینا کیسا ہے اور جو پیر یا ولی کو نذر کی جاتی ہے وہ کیسی ہے؟

﴿جواب﴾:

بادشاہ یا نواب کو جو ہدیہ دیا کرتے ہیں اگر رشوت یا بوجہ معصیت کے نہیں بلکہ محض اخلاص مندی ہے تو درست ہے اور بزرگوں کو بھی دیتے ہیں وہ ہدیہ ہے درست ہے (۳) اور جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے اور جو نذر بمعنی تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



بیروت لبنان)

(۳):عن عائشة رضی اللّٰه عنها: أن الناس كانوا يتحرون بهداياهم يوم عائشة يبتغون بها، أو يبتغون بذٰلك مرضاة رسول الله صلى الله عليه وسلم. وفي عمدة القارى تحت هذا الحديث: وفي هذا الحديث جواز تحرى الهدية ابتغاء مرضاة المهدى اليه. (عمدة القارى، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب قبول الهدية، ج: ۱۳، ص: ۱۸۹، ۱۹۰، رقم: ۲۵۷۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴):فى الدر المختار: واعلم أن النذر الذى يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام.

وفى الشامية تحته: قوله: (باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لأنه عبادة لاتكون لمخلوق، ومنها: أن المنذور له ميت والميت لايملك. ومنها: أنه ان ظن أن الميت يتصرف فى الأمور دون الله تعالى واعتقاده

اہل عملہ ملازمین محکمہ کو خوشی سے دینا

سوال:

رشوت وغیرہ حاکم کو لینا حسب التحریر مفصلاً معلوم ہوا کہ حرام ہے علاوہ حاکم کے دیگر اہل عملہ کہ کچہری میں نوکر ہیں۔ مثلاً سرشتہ دار ناظر سپاہی وغیرہ کو اگر اہل مقدمہ یا علاوہ ان کے کوئی شخص بلاطلب محض اپنی خوشی سے اگر دیوے تو جائز ہے یا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یہ مسئلہ مفصلاً معلوم ہونا ضروری ہے؟

جواب:

سب اہل خدمت سپاہی تک کو رشوت حرام ہے بطلب ہو یا بلاطلب مقدمہ ہو یا نہ ہو(۵)۔فقط



ذلک کفر. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسد، قبیل باب الاعتکاف، مطلب: فی النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام من شمع أو زیت أو نحوه، ج: ۳، ص: ۴۲۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۵):فی البحر: قوله: (ویرد هدیة الا من قریب أو ممن جرت عادته به) أی لایقبل القاضی هدیة.....فتعلیله دلیل علی تحریم الهدیة التی سببها الولایة....وفی فتح القدیر: وکل من عمل للمسلمین عملاً حکمه فی الهدیة حکم القاضی اهـ. (البحر الرائق، کتاب القضاء، ج: ٦، ص: ۴۷۰، ۴۷۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: قال فی النهر: والظاهر أن المراد بالعمل ولایة ناشئة عن الامام أو نائبه کالساعی والعاشر. اهـ.

ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینا

﴿سوال﴾:
دفع ظلم کی غرض سے رشوت دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



قلت: ومثلهم مشايخ القرى والحرف وغيرهم ممن لهم قهر وتسلط على من دونهم، فانه يهدى اليهم خوفاً من شرهم أو ليروج عندهم. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب القضاء، مطلب فى حكم الهدية للمفتى، ج: ۸، ص: ۴۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۰۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):فى المرقات: أما اذا أعطى ليتوصل به الى حق، أو ليدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الامارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، الفصل الثانى، ج: ۷، ص: ۲۹۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الشامية: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة، يعنى فى حق الدافع. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۶۰۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى البحر: وفى الخانية: الرشوة على وجوه أربعة: منها ما هو حرام من الجانبين......ومنها اذا دفع الرشوة خوفا على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ

کسی کام کی کوشش کا عوض

سوال:

ایسے کام میں سعی کرنے کا عوض لینا جو اس پر لازم ہے نہ اس میں کسی مستحق کے حق تلفی ہے اور نہ دروغ وفریب ہے رشوت ہے یا نہیں؟

جواب:

اگر مباح میں سعی کی اور کچھ لیا بشرطیکہ کسی وجہ سے ساعی کے ذمہ پر واجب نہ ہوئے تو درست ہے اور رشوت نہیں **سعی له عند السلطان واتم امره لاباس بقبول هديته بعده وقبله بطلبه سحت وبدونه مختلف فيه ومشائخنا على انه لا باس به** انتھٰی **رد محتار** (۷) مگر دفع ظلم اور اعانت ملھوف ہر مسلمان پر واجب ہے حاکم عاقل ہو یا عامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



زمینداروں کا قصاب سے گوشت سستا لینا

سوال:

قصاب جو گوشت مثلاً چھ پیسہ سیر فروخت کرتے ہیں زمیندار لوگ چار پیسے کے نرخ سے ان سے بباعث رعایا ہونے کے لیتے ہیں مگر وہ خوشی سے نہیں دیتے یہ لینا زمینداروں کو درست ہے یا نہیں؟

غير حرام على الدافع. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ٦، ص: ۴۴۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۷):(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۶۰۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾:

ناجائز ہے(۸)۔فقط



(۸):عن أبی حمید الساعدی، أن رسول اللهﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه، وذلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل،مسند الأنصار،ص: ۱۷۵۴،رقم: ۲۴۰۰۳،ط،بیت الافکار الدولیة ریاض)

فی الشامیة: لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعریز، ج: ۶، ص: ۱۰۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج: ۵، ص: ۶۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ملفوظات

جس چیز کا لینا پہلے سے معروف نہ ہو اس کا بعد ملازمت لینا دینا، اسٹنٹ صاحب کو جو شیرینی دی جائے، گیارہوں کی شیرینی قبضہ پنج شنبہ ومحرم کا طعام، رعایا سے مکان کرایہ پر لینا وغیرہ، حکام کو جو دیا جاتا ہے اس کا حکم

﴿۱﴾ جس چیز کا لینا دینا پہلے سے معروف نہ تھا اس کا لینا دینا بعد ملازمت نادرست ہے اور جو کچھ لینا دینا پہلے سے معروف تھا وہ بعد ملازمت بھی درست ہے(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۲﴾ وہ شیرینی جو اسٹنٹ صاحب کو ملتی ہے اگرچہ اہل عملہ دیویں یا رعایا بلا مقدمہ وہ سب رشوت ہے تم اس کو مت کھانا(۱۰)۔ گیارہوں کی شیرینی صدقہ ہوتی ہے

---

(۹):فی ملتقی الأبحر: لایقبل هدية الا من قريبه أو من جرت عادته بمهاداته. (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر، کتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۲۰، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۰):عن أبی حميد الساعدی أن النبیﷺ استعمل رجلا من الأزد يقال له ابن اللتبية قال ابن السرح: ابن الاتبية۔ علی الصدقة، فجاء فقال: هذا لکم وهذا أهدی لی، فقام النبیﷺ علی المنبر فحمد الله وأثنی عليه، وقال: ما بال العامل نبعثه فيجیء فيقول: هذا لکم وهذا أهدی لی، ألا جلس فی بيت أمه أو ابيه، فينظر أ يهدی له أم لا....الخ. وفی البذل تحت هذا الحديث: وظاهر أنه اذا جلس فی بيت أمه و أبيه لايهدی له قطعاً ويقيناً، فهذا الذی أهدی له هو للحکومة، وهو الرشوة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الخراج، باب فی هدايا العمال، ج:

مساکین کو اس کا کھانا درست ہے اور جو شیرینی قبضہ کہ اس کو خود رکھتے ہیں اس میں یہ صدقہ بھی نہیں ہوتا وہ سب کو درست ہے اگرچہ غنی ہو کیونکہ وہ ملک اسسٹنٹ کی ہے اسی طرح جواب طعام پنجشنبہ ومحرم کا ہے غرض یہ طعام نہ صدقہ نہ اماتت قلب اس میں ہووے گا۔ مکان جو کرایۂ رعایا سے لیا تو مکان کا قیام درست ہو گیا کرایہ جو نہ دیا وہ رشوت رہا تم رہو خیر حیلہ ہے۔

﴿۳﴾ حکام کو جو دیا جاتا ہے وہ رشوت سے خالی نہیں ہے ایسے ہی حکام بالا کو جو کچھ بھی دیا جاوے وہ اصل رشوت ہے(۱۱)۔



۱۰، ص: ۱۲۴، ۱۲۵، رقم: ۲۹۴۲، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

في البحر: قوله: (ويرد هدية الا من قريب أو ممن جرت عادته به) أى لايقبل القاضى هدية.....فتعليله دليل على تحريم الهدية التى سببها الولاية....وفى فتح القدير: وكل من عمل للمسلمين عملاً حكمه فى الهدية حكم القاضى اهـ. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ٦، ص: ٤٧٠، ٤٧١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱): دیکھئے حاشیہ نمبر: ۱۰۔

کتاب امانت کے مسائل

رقم امانت کی تبدیلی

﴿سوال﴾:

اگر امانت خواہ مسجد یا مدرسہ یا دیگر کسی کی ہو مبادلہ یعنی روپیہ کے پیسے اور پیسوں کے روپیہ کرلیوے ضرورتاً درست ہے یا خیانت میں داخل ہے؟

﴿جواب﴾:

امین کو تصرف کرنا درست نہیں خواہ مال مسجد و مدرسہ ہو خواہ کسی شخص کا اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہوجاوے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



امانت کو اپنے ذاتی خرچ میں لاکر دوسری رقم دینا

﴿سوال﴾:

اگر کسی کا روپیہ امانت ہو یا چندہ مسجد کا کسی کے پاس جمع ہو اور وہ خاص روپیہ امین اپنے صرف میں کرکے اس کے عوض دوسرا روپیہ مالک کو دیدے یا مسجد کے صرف میں

---

(۱):فی المحیط: فی الأصل: اذا کانت الودیعة دراهم، أو دنانیر، أو شئ من المکیلات والموزونات، فأنفق المودع طائفة منها فی حاجة، کان ضامناً لما أنفق فیها. (المحیط البرهانی، کتاب الودیعة، الفصل السابع فی رد الودیعة، ج: ۸، ص: ۳۰۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

وفی الخانیة: الودیعة اذا کانت دراهم أو دنانیر أو شیأ مما یکال أو یوزن فأنفق المودع طائفة منها ضمن ما أنفق. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الودیعة، فصل فیما یضمن المودع، ج: ۳، ص: ۳۷۲)

کردے تو یہ شخص کچھ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ تصرف نا درست ہے مگر اگر اس نے اجازت لے لی تو درست ہے(۲) اور مال وقف میں کسی طرح بھی ایسا تصرف نا درست ہے(۳)۔



کسی پاس رقم امانت جمع کرا کر کسی کو دلانے کا صحیح طریقہ

﴿سوال﴾:

زید شہر آگرہ میں مقیم ہے اور ہزار روپیہ مثلاً یا کم وبیش شہر دہلی میں ایک شخص کے پاس امانۃً جمع کردیا ہے زید یہ چاہتا ہے کہ اپنے اس روپیہ کا مالک اپنی زوجہ کو بنادیوے اندریں

---

(۲):فی الهندية: والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترهن وان فعل شيأ منها ضمن كذا فى البحر الرائق. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول فى تفسير الايداع والوديعة ركنها وشرائطها وحكمها، ج: ۴، ص: ۳۳۸)

المراد بالتصرف فى الوديعة هنا كل ارتباط عقدى ينشئه الودبع، ويكون محله الوديعة، مثل بيعها واجارتها واعارتها وايداعها ورهنها واقراضها ونحو ذلك.

وهذا الارتباط اما أن يجريه المستودع باذن المودع، وبذلك يقع تصرفه صحيحاً مشروعاً بطريق النيابة عن المالك، ولاضمان عليه.الخ. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۳، ص: ۶۰)

(۳):فى الهندية: متولى الوقف باع شيأ أو رهن فهو خيانة فيعزل أو يضم اليه ثقة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم فى الاوقاف الخ، ج: ۲، ص: ۴۱۳/ وكذا فى المسائل المهمة، ج: ۷، ص: ۱۴۱)

صورت شرعاً کوئی طریقہ ایسا ہوسکتا ہے کہ بغیر اس روپیہ کی موجودگی کے فقط زبان کے اقرار سے یا کاغذ تحریر کرنے سے وہ روپیہ مذکور زید کے ملک سے خارج ہوکر اس کی زوجہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے یا اس روپیہ کو زید حاضر کر کے زوجہ کو دست بدست دیوے تب ہی زوجہ اس روپیہ کی مالک بنے اس روپیہ کے حاضر کرنے کی ضرورت ہے یا فقط زبانی اقرار بطور ایجاب وقبل کافی ہے؟

﴿جواب﴾:

ملک زوجہ کی خاص اس روپیہ میں بغیر قبضہ کے نہیں ہوسکتی (۴)۔فقط



(۴):فی ملتقی الأبحر: هی تملیک عین بلاعوض وتصح بایجاب وقبول و تتم بالقبض الكامل.

وفی مجمع الأنهر تحته: (وتتم) الهبة (بالقبض الكامل) ولو كان الموهوب شاغلاً لملک الواهب لا مشغولاً به، لقوله علیه السلام: "لاتجوز الهبة الا مقبوضة"، والمراد هنا نفی الملک لا الجواز. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب الهبة، ج: ۳، ص: ۴۸۹، ۴۹۱، ط، دار الكتب رياض)

وفی الكافی: لايثبت الملک فی الهبة بالعقد قبل القبض عندنا. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الهبة، الفصل الثانی فيمايجوز من الهبة وفيما لايجوز، ج: ۱۴، ص: ۴۲۱، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

کتاب اللقطة

کتاب گری پڑی چیز کے مسائل

مسجد میں گری ہوئی رقم خادم کھالے تو کس طرح ادا کرے

﴿سوال﴾:

ایک شخص کچھ روپیہ مسجد میں بھول گیا پانے والے نے خادم مسجد کو دیدیئے کہ جو شخص تلاش کرنے کو آوے دیدینا جب وہ روپیہ والا آیا خادم مسجد نے اس سے کہا یہاں روپیہ نہیں ہے وہ مایوس ہوکر چلا گیا یہ روپیہ خادم مذکور نے اپنے صرف میں خرچ کئے بعد مدت کے اس کو خوف آیا کہ صاحب روپیہ سے معاف کرانے چاہئیں اب نہ تو وہ موجود ہے کہ معاف کرائے جاویں اور نہ روپیہ ہے کہ اس کو دیا جاوے اور یہ غریب آدمی ہے کہ کس طرح ادا نہیں کرسکتا ہے اب وہ کیا کرے؟

﴿جواب﴾:

یا تو اس شخص سے معاف کرایا جاوے اور اگر وہ مرگیا تو اس کے وارثوں سے معاف کرایا جاوے دونوں امر نہ ہوسکیں تو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اس قدر مال صدقہ کرایا جاوے(۱) اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر آخرت کا مواخذہ بظاہر یقینی ہے مگر

---

(۱):فی الشامية: والحاصل أنه علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، والا فان علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: فيمن ورث مالا حراماً، ج: ۷، ص: ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه ايضاً: لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد على صاحبه. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج: ۹، ص:

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے اس شخص کا معاملہ صاف ہو تو وہ اپنے فضل وکرم سے صاحب حق کو کوئی نعمت دیکر معاف کرادیوے۔ فقط



کوئی شخص دوکان پر کوئی چیز بھول جائے تو کیا کرے

﴿سوال﴾:

اگر کوئی شخص دوکان پر کوئی چیز اپنی بھول جاوے تو دوکاندار کو اس چیز کا رکھنا جائز ہے یا نہیں اور کب تک اور اس کا انتظار کرے اور وہ چیز اگر کھانے کی ہو اس کو کیا کرنا چاہئے اور درصورت نہ آنے مالک کے اس کو کب خیرات کرے؟

﴿جواب﴾:

جب تک امید اس کے ملنے کی ہو احتیاط سے رکھے اور تحقیق کرتا رہے جب ناامید ہو جاوے صدقہ کردیوے مگر بعد صدقہ کے اگر آ گیا تو دینا پڑے گا اور بگڑنے کی شئے ہے تو جب اندیشہ فساد ہو اس وقت صدقہ کرے(۲)۔ فقط



۵۵۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲):في ملتقى الأبحر: (اللقطة) هي أمانة ان شهد انه أخذها ليردها على صاحبها.... ويعرفها في مكان أخذها وفي المجامع مدة يغلب على ظنه عدم طلب صاحبها بعدها وهو الصحيح....وما لايبقى يعرف الى أن يخاف فساده ثم يتصدق بها ان شاء فان جاء ربها بعده أجازه وأجره له أو ضمن الملتقط.

وفي مجمع الانهر تحته: (وهو الصحيح)، وعليه الفتوى، وهو مختار شمس الأئمة السرخسي لأن ذلك يختلف بقلة المال و كثرته فيفوض الى رأى المبتلى... (وما لايبقى) كالأطعمة المعدة للأكل، وبعض الثمار (يعرف الى أن يخاف فساده) أي الى مدة يظن أنها تفسد فيها. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب

کتاب کسی کو مجبور کرانے کے مسائل

حرام کھانے اور کفر کے کام کرنے پر کسی کو مجبور کرنا

سوال:

اگر حاکم ظالم کسی کو کفر وشرک یا حرام شئ کھانے کو مجبور کرے ایسے موقع پر جان دے دے یا اس کے جبر کو مان لے؟

جواب:

ایسی حالت میں جبکہ اپنی جان کا واقعی اندیشہ ہو جاوے اور وہ حاکم اس کے مار ڈالنے پر قادر ہو تو حرام کے کام فعل پر اور حرام شئ کے کھانے پر مواخذہ نہیں ہے مگر کفر وشرک ایسے حال میں بھی نہ کرے اور مر جاوے تو زیادہ ثواب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اللقطة، ج: ۲، ص: ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب اللقطة، ج: ۳، ص: ۳۲، ۳۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار على الدرالمختار، كتاب اللقطة، ج: ٦، ص: ۴۳۵، ۴۳٦، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):في الهندية: السلطان اذا أخذ رجلا وقال لاقتلنك أو لتشربن هذا الخمر أو لتأكلن هذه الميتة أو لتاكلن لحم هذا الخنزير كان في سعة من تناوله بل يفترض عليه التناول اذا كان في غالب رأيه انه لو لم يتناول فان لم يتناول حتى قتل كان آثما في ظاهر الرواية عن أصحابنا.....وان أكره على الكفر باللّٰه تعالىٰ أو سب النبي صلى الله عليه وسلم بقتل أو قطع رخص له اظهار كلمة الكفر والسب فان أظهر ذلك وقلبه مطمئن بالايمان فلا يأثم و ان صبر حتى قتل كان مثابا. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الاكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره أن يفعل ومالايحل، ج: ۵، ص: ۳۸)

باب زبردستی چھیننے کے مسائل

دریا سے مچھلی پکڑنے والوں سے دریا کے مالک کا مچھلیاں لینا

سوال:

ماہی گیر جو ماہی دریا سے پکڑتے ہیں مالک دریا ان سے کسی قدر مچھلی لے لیتا ہے کہ ہمارے دریا سے پکڑی ہیں یہ لینا درست ہے یا نہیں اور مالک دریا مالک مچھلیوں کا ہے یا نہیں؟

جواب:

مالک دریا کا مالک مچھلیوں کا نہیں ہے اور اس کو لینا درست نہیں (۱)۔فقط



وفی الاختیار: (وان صبر حتی قتل کان مأجورا) وھو العزیمة فان خبیب بن عندی الأنصاری رضی اللّٰه عنه صبر حتی قتل، وسماه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سید الشھداء، وقال: ھو رفیقی فی الجنة، ولأنه بذل مھجته وجاد بروحه تعظیماً للّٰه تعالٰی واعلاء لکلمته لئلا یأتی بکلمة الکفر. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الاکراہ، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱):فی البحر: (والسمک قبل الصید) أی لم یجز بیعه لکونه باع ما لایملکه فیکون باطلاً. أطلقه فشمل ما اذا کان فی حظیرة اذا کان لایؤخذ الا بصید لکونه غیر مقدور التسلیم فیکون فاسداً، ومعناه اذا أخذه ثم ألقاه فیھا ولو کان یأخذ بغیر حیلة جاز الا اذا اجتمعت فیھا بأنفسھا ولم یسد علیھا المدخل لعدم الملک، وروی الامام أحمد مرفوعاً "لاتشتروا السمک فی الماء فانه غرور" والحاصل أن عندم جوازه قبل أخذه لعدم ملکه له فان أخذه ثم ألقاه فی حظیرة کبیرة فعدم جوازه لکونه غیر مقدور التسلیم. (البحر الرائق، کتاب البیع، باب البیع الفاسد، ج: ٦،

حاکم کا کسی چیز کو کسی سے زبردستی لے کر کسی کو بخش دینا

﴿سوال﴾:

اگر اس زمانہ میں حاکم وقت کسی کو کوئی شئ کسی کو خود غصب کر کے دیدے تو یہ شئ مغصوبہ بلا رضامندی مالک کے درست ہو جاوے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر ظلماً دلا دیوے تو حرام ہے(۲) اور جو اول خود غصب کر لیا حاکم کافر نے اور پھر بعد اپنی ملک سے دوسرے کو دیا تو مباح ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ص: ۱۱۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲):عن أبی حميد الساعدی، أن رسول اللهﷺ قال: لايحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بيت الافكار الدولية رياض)

فی الشامية: لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعی. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعزيز، ج: ۶، ص: ۱۰۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، ج: ۵، ص: ۶۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳):فی مجمع الأنهر: (وان غلبوا) أی الكفار (على أموالنا وأحرزوها) أی اموالنا (بدارهم) أبی بدار الحرب (ملكوها). (مجمع الانهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير والجهاد، باب استيلاء الكفار، ج: ۲، ص: ۴۴۲، ۴۴۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

کتاب وقف کے مسائل

واقف کی اجازت کے بغیر موقوف شئے میں تصرف

﴿سوال﴾:

چندہ دہندگان مسجد بہت شخص تھے اور سب کا روپیہ ایک ہی جگہ صرف اور جمع ہوا اور باقی شدہ روپیہ کسی کا علیٰحدہ نہیں دو شخصوں سے کہا کہ روپیہ باقی میں آپ اجازت دیتے ہیں کہ مسجد میں گھنٹہ خرید لیں کیونکہ اوقات جماعت پر جھگڑا رہتا ہے ایک شخص نے کہا خرید لو اور ایک شخص نے منع کیا اور کہا کہ میرا روپیہ تو مسجد میں صرف کرنا حضور نے نوازش نامہ سابق میں اجازت خرید نے گھنٹہ کی دیدی ہے لہٰذا ایسی حالت میں حضور کا ارشاد ہے اور اجازت لینا غیر ممکن ہے بعضوں سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ روپیہ باقی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو کسی کار خیر میں صرف کر دیں گھڑی کا ذکر نہ کریں تو ایسی اجازت کا کیا مطلب ہے؟

﴿جواب﴾:

جن لوگوں کی اجازت خرید گھنٹہ کی ہو اس کے حصہ میں خرید سکتے ہیں بعد کار خیر سے اگر اجازت ہوگئی تو اس سے گھنٹہ خریدنا درست ہے بشرطیکہ تصریحاً وہ گھنٹہ کو منع نہ کر چکے ہوں (۱)۔فقط



وفی الشامية: واذا دخل المسلم دار الحرب بأمان، فلا بأس بأن يأخذ أموالهم بطيب أنفسهم بأی وجه كان، لأنه انما أخذ المباح علی وجه عری عن الغدر فيكون ذلک طيبا له. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب البيوع، باب الربا، ج: ۷، ص: ۴۲۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱):فی البحر: شرط الواقف كنص الشارع، فيجب اتباعه كما صرح به فی شرح المجمع للمصنف. (البحر الرائق، كتاب الحوالة، باب كتاب القاضی الی

وقف کے بعد بیع

﴿سـوال﴾:

مدعی مذکور کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے آباء واجداد نے اپنے آرام کے لئے چھوڑ دی ہے کیونکہ ہمارے مکان اس سے ملحق ہیں اور ہم کو اپنے مکانوں میں تنگی ہے اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ کل جگہ مسجد کرلو مگر غسل خانوں کی جگہ ہم کو قیمتاً دے دو چونکہ ہم متولی مسجد ہیں ہم فلاں فلاں شخص کو متولی کرتے ہیں وہ ہم کو یہ زمین غسل خانوں کی بیع کردے تو ہم کو بھی فراخی مکان کی ہو جاوے گی ورنہ ہم عدالت انگریزی میں اپنے بیع نامہ کے ذریعہ سے نالش کر کے کل جگہ لے لیں گے لہٰذا اب نمازیان مسجد کی یہ رائے ہے کہ نالش میں چند قسم کا نقصان ہے پھر نہ معلوم کہ حاکم کیا فیصلہ کرے گا اس سے یہی بہتر ہے کہ غسل خانوں کو فروخت کر کے اسی مسجد کے لئے چاہ بنوالیا جاوے کیونکہ پانی کی بھی نمازیوں کو تکلیف ہے اور اس رضامندی سے بھی کل جائے باقی ماندہ وہ مسجد کو دیتے ہیں پھر نہ معلوم عدالت سے کیا حکم ہو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو روپیہ ہم عدالت میں خرچ کرینگے اس روپیہ سے غسل خانوں کی جگہ خرید لیں گے اور اس جگہ کی بیع سے مسجد میں کچھ تکلیف نہیں لہٰذا حضور تحریر فرماویں کہ اس جگہ کا فروخت کرنا اور غسل خانوں کی بیع جائز ہے یا نہیں اور کس طرح سے شرعاً فروخت کئے جاویں کیونکہ اس سے رفع شر بھی ہے اور روپیہ مسجد کو ملتا ہے؟

﴿جواب﴾:

جو جگہ وقف ہو چکی ہے وہ اب بیع نہیں ہو سکتی پس غسل خانوں کی جگہ بھی بیع نہیں

القاضی وغیرہ، ج: ۷، ص: ۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاشباہ: شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف کنص الشارع. أی فی وجوب العمل به. (الأشباہ والنظائر مع غمز عیون البصائر، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۲۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ہوسکتی (۲)۔فقط



مسجد کی موقوفہ زمین پر مکان بنانا

﴿سوال﴾:

زمین نام نہاد عیدگاہ و مسجد جس پر مدت تک نماز عیدین وغیرہ ہوئی ہو کھیتی و تعمیر مکان وغیرہ کے کام میں لائی جاوے یا نہیں درصورتیکہ عیدگاہ کے واسطے اس زمین سے عمدہ جگہ دیجائے؟

﴿جواب﴾:

جو زمین مسجد کے لئے وقف ہوچکی ہے اس میں مکان بنانا یا کھیتی کرنا درست نہیں (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۲):فی الهداية: واذا صح الوقف لم يجز بيعه، ولاتمليكه. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الوقف، المجلد الثانى، جزء۴، ص: ۴۳۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(وكذا فى الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، ج: ۳، ص: ۲۸۵)

(۳):فى الخانية: ولو أن قيم المسجد أراد أن يبنى حوانيت فى حريم المسجد وفنائه قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالٰى لايجوز له أن يجعل شيأ من المسجد مسكنا أو مستغلا. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا الخ، ج: ۳، ص: ۲۹۳)

وفى المحيط: قيم المسجد اذا أراد أن يبنى حوانيت فى حد المسجد وفى فنائه: لايجوز، أما المسجد فلأنه اذا جعل المسجد مسكناً، يسقط حرمة المسجد،

واقف کی اجازت کے بغیر ایک مسجد کا مال دوسری مسجد میں صرف کرنا

﴿سوال﴾:

مسجد کا فرش لوٹے وغیرہ دیگر مسجد میں ضرورتاً لے جانا اور بعد رفع ضرورت واپس کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾:

ایک مسجد کا مال دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں مگر جو دینے والا دیتے وقت اجازت دیوے تو مضائقہ نہیں کہ وہاں حاجت روائی کر کے واپس کر دیوے مگر جو زائد اشیاء ہوویں اور خراب ہونے کا احتمال ہو تو یہ قیمت دوسری مسجد میں دیدیویں تو درست ہے(۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



وأما الفناء، فلأنه تبع المسجد. (المحیط البرهانی، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی قیم المسجدالخ، ج: ۹، ص: ۱۳۷، ط: المجلس العلمی)

(۴):فی الهندیة: سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد أو حوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس هل للقاضی أن یصرف أوقافه الی مسجد آخر أو حوض آخر قال نعم. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الأوقاف التی یستغنی عنها، الخ، ج: ۲، ص: ۴۷۸)

وفی الدرالمختار: وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی.... حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الی أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف، ج:٦، ص: ۵۴۹، ط دار عالم الکتب ریاض)

متولی کی اجازت کے بغیر مسجد کی آمدنی صرف کرنا

سوال:

زید مرحوم نے ایک مسجد بنائی اور عمرو اس کا متولی ہے اور بکر اس کا امام ہے اور خالد اس کا خادم ہے اور اس کی آمدنی اخراجات مسجد سے بہت زیادہ ہے۔ اور بعض ایسے خرچ ہوتے ہیں کہ ان کو متولی مسجد مذکور سے امام مذکور و ہر چند کہتا ہے۔ لیکن متولی بباعث کفایت شعاری بالکل خیال نہیں کرتا مثلاً پنکھا یا گھڑی یا خادم مسجد کی تنخواہ کی قلت یا مثل اس کے تو ایسی حالت میں امام مذکور بعض آمدنی مسجد سے بطور خود بلا اطلاع متولی کچھ وصول کر کے صرف ہائے مذکور میں خرچ کرے جائز ہے یا نہیں درانحالیکہ متولی مذکور کو اگر خبر ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ وہ خفا ہوگا کہ تم نے ہماری بلا اجازت کیوں تحصیل کی اور کیوں خرچ کیا؟

جواب:

امام کو بدون رضا متولی کے کہیں صرف کرنا آمدنی مسجد کا درست نہیں (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۵): فی المحیط: سئل القاضی الامام شمس الاسلام محمود الأوزجندی رحمه الله تعالی عن أهل مسجد تصرفوا فی أوقاف المسجد، یعنی أجروا المستغل، وله متولی، قال لایصح تصرفهم. (المحیط البرهانی، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی قیم المسجدالخ، ج: ۹، ص: ۱۳۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد وتصرف القیم وغیره فی مال الوقف علیه، ج: ۲، ص: ۴۶۳)

مسجد کا مال اپنے مال میں ملا لینا

﴿سوال﴾:

اگر متولی و مہتمم مسجد آمدنیِ مسجد کو دیگر مال میں خلط کرلیوے یا خرچ کرلیوے کہ ضرورت مسجد میں وقت پر صرف کردونگا تو یہ تصرف جائز ہے یا نہیں یا خیانت میں داخل ہوگا؟ ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾:

یہ تصرف ناجائز ہے اور خیانت میں داخل ہے ضمان اس کا متولی کے ذمہ واجب رہے گا اور گنہگار بھی ہووے گا (٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد کے بوریہ اور تیل کا بیچنا

﴿سوال﴾:

اشیاء مسجد فرش وغیرہ بعد خراب ہوجانے کے یا بوجہ زائد ہونے کے دوسری مسجد میں صرف قیمتاً یا بلا قیمت جائز ہے یا نہیں اور تیل مسجد حجرہ مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دینے والا کچھ تصریح حجرہ کی نہیں کرتا ہے؟

﴿جواب﴾:

---

(٦):فی البحر: وفی القنية: ولايجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيع له وان كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد اهـ. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ٥، ص: ٤٠١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الهندية: والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترهن وان فعل شيأ منها ضمن كذا فی البحر الرائق. (الفتاوی العالمكيرية، كاب الوديعة، الباب الأول فی تفسير الايداع والوديعة ركنها وشرائطها وحكمها، ج: ٤، ص: ٣٣٨)

فرش بوریہ وغیرہ مسجد کا جب مسجد میں اس کی حاجت نہ رہے یا ٹوٹ کر خراب بیکار ہوجاوے تو مالک کا ہوجاتا ہے مالک جس نے اول ڈالا تھا تو وہ چاہے تو فروخت کر کے اس مسجد میں صرف کردیوے یا دوسری مسجد میں دیدیوے خواہ خود کام میں لاوے اس پر فتویٰ بعض علماء نے دیا ہے (۷) اور تیل مسجد کا حجرہ میں جلانا درست نہیں عام لوگوں کی نیت مسجد میں جلانے کی خاصۃً ہوتی ہے اگر دینے والا تصریح حجرہ میں جلانے کی کردیوے تو درست ہے ورنہ دراصل عرفاً خاص مسجد میں دینا غرض ہوتا ہے (۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۷):في مجمع الانهر: ولو خرب ما حول واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الشيخين.....وعند محمد عاد الى الملك ومثله حشيش المسجد، وحصيره، مع الاستغناء عنهما كما في المنح، وفي البحر الفتوى على قول محمد في الآت المسجد. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوقف، ج: ٢، ص: ٥٩٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الشامية: قال الزيلعي: وعلى هذا حصير المسجد وحشيشه اذا استغنى عنهما يرجع الى مالكه عند محمد، وعند ابي يوسف: ينقل الى مسجد آخر، وعلى هذا الخلاف الرباط أو البئر اذا لم ينتفع بهما اهـ. وصرح في الخانية بأن الفتوى على قول محمد. قال في البحر: وبه علم أن الفتوى على قول محمد في آلات المسجد. (رد المحتار على الدرالمختار، كاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، ج: ٦، ص: ٥٤٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ٥، ص: ٤٢٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۸):في الهندية: متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الى بيته وله أن يحمله من البيت الى المسجد كذا في فتاوى قاضيخان.....واذا أراد أن يصرف شيأ من ذلك الى امام المسجد أو الى مؤذن المسجد فليس له ذلك الا

مسجد کا مال اپنے ذاتی استعمال میں لانا

﴿سوال﴾:

مسجد کی کوئی چیز اپنے صرف کے لئے لانا بعد کو رکھ آنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مسجد کا مال اپنی حاجت میں لاکر صرف کرنا درست نہیں۔ اس میں گنہگار ہوتا ہے(۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مدرسہ کے چندہ کا خرچ

﴿سوال﴾:

جب کہ چندہ لوگوں نے ایک مدرس کے واسطے دیا ہو بعد معزولی اس کے پچھلے مدرس

ان كان الواقف شرط ذلك فى الوقف كذا فى الذخيرة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره فى مال الوقف عليه، ج: ٢، ص: ٤٦٢، ٤٦٣)

وفى الاشباه: شرط الواقف يجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع. أى فى وجوب العمل به. (الأشباه والنظائر مع غمزعيون البصائر، كتاب الوقف، ج: ٢، ص: ٢٢٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبان)

(٩):فى الخانية: متولى المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الى بيته وله أن يحمل من البيت الى المسجد. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب البرجل يجعل داره مسجدا الخ، ج: ٣، ص: ٢٩٤)

کو دینا دلانا کیسا ہے یعنی وہ روپیہ کہ لوگوں نے پہلے کے واسطے دیا تھا؟

﴿جواب﴾:

اس خاص مدرس کی کچھ تعیین نہیں ہے بلکہ جو وہاں مدرس ہو وہ تنخواہ پاوے گا(۱۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



قبرستان میں مسجد بنانا

﴿سوال﴾:

مسجد بنانا قبرستان میں یا دیگر کوئی مکان حجرہ وغیرہ برائے راحت رسانی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو قبرستان وقف قبور کے واسطے ہوا ہے اس میں مکان یا مسجد بنانا درست نہیں کہ وہ سب زمین قبور کے واسطے وقف ہوئی ہے(۱۱)۔ خلاف شرط واقف کے کوئی تصرف درست

---

(۱۰):فی البحر: شرط الواقف کنص الشارع، فیجب اتباعه کما صرح به فی شرح المجمع للمصنف. (البحر الرائق، کتاب الحوالة، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیره، ج: ۷، ص: ۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۱):فی التاتارخانیة: سئل القاضی الامام محمود الأوزجندی عن مسجد لم یبق له جماعة وخرب ما حوله واستغنی التاس عنه هل یجوز جعله مقبرة؟ قال: لا، وسئل هو أیضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست، ولم یبق فیها أثر الموتی لا العظم ولاغیره هل زراعتها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حکم المقبرة. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطلات والمقابر الخ، ج: ۸، ص: ۱۸۹، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

وفی الهندیة: وسئل هو أیضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها

نہیں (۱۲)۔ کذا فی العالمگیریہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



قبرستان کی زمین کا حکم

سوال:

قبرستان کی جو زمین خریدی جاتی ہے اگر بیع ہے تو تصرف و قبضہ نہیں اور اگر اجارہ ہے تو تعین مدت نہیں پھر یہ کیا ہے؟

جواب:

قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس کی خرید و فروخت اور اجارہ دفن میت کا دونوں ناروا ہے۔ ہمارے ملک میں دستور نہیں۔ اگر وہاں یہ امر ہوتا ہے تو ظلم ہے گورستان جب وقف ہوا ہر عام اس میں مردہ کو دفن کر سکتا ہے (۱۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا في المحيط. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابرالخ، ج: ۲، ص: ٤٧٠، ٤٧١)

(۱۲):في الشامية: شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه كما صرح به في شرح المجمع للمصنف اهـ. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص والحكم به حكم بلا دليل، ج: ٦، ص: ٥٣٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الرابع الخامس في ولاية الوقف الخ، ج: ۲، ص: ٤١٩)

(۱۳):في الهندية: وحكى عن الحاكم المعروف بمهرويه أنه قال وجدت في النوادر عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه أجاز وقف المقبرة والطريق كما أجاز

رقم چندہ محصل چندہ مہتمم کے ذاتی اخراجات میں صرف کرنا

﴿سوال﴾:
مہتمم مدرسہ یا محصل چندہ کو اپنے صرف میں لانا رقم چندہ میں سے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مہتمم کو خرچ ضروری کرایہ وغیرہ اس میں سے لینا جائز ہے (۱۴)۔فقط



المسجد. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والخانات والحياض الخ، ج: ۲، ص: ۴۶۸، ۴۶۹)

وفی الدر المختار: الوقف على ثلاثة أوجه اما للفقراء أو للأغنياء ثم الفقراء أو يستوى فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلك. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، ج: ۶۰۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه أيضاً: فاذا تم ولزم لايملك ولايعار ولايرهن. (الدر المختارمع رد المحتار، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ۵۳۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۴): فی الهندية: سئل الفقيه أبو القاسم عن قيم مسجد جعله القاضی فيما على غلاتها وجعل له شيأ معلوما يأخذه كل سنة حل له الأخذ ان كان مقدار أجر مثله كذا فی المحيط. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره فی مال الوقف عليه، ج: ۲، ص: ۴٦١)

وفی الدر المختار: أن للمتولی أجر مثل عمله. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٦٧۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

مسجد کا تیل

﴿سوال﴾:
روغن مسجد کا فروخت کر کے بلا اجازت واقف کے مؤذن اس مسجد کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
اگر مسجد کا تیل مسجد کی حاجت سے زائد ہو تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے خرچ میں لانا درست ہے(۱۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد کی خراب اشیاء کا مسئلہ

﴿سوال﴾:
مسجد کی اشیاء جو بالکل خراب قابل پھینکنے کے ہوں ان کو اپنے کام میں لے آوے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مسجد کی کسی شئے کو اپنے ذاتی کام میں نہ لاوے نہ اپنے گھر لے جاوے البتہ اگر وہ

---

(۱۵):فی الفتح: أما فيما اشتراه المتولي من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط، وهذا لأن في صيرورته وقفاً خلافاً. والمختار أنه لايكون وقفا فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحته عرضت. (فتح القدير، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٢٠٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب في الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، ج: ٦، ص: ۵۷۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

بیکار ہوگئی ہوں تو اس کی قیمت کرالے اور متولی مسجد سے خرید کر پھر اپنے کام میں لے آوے(۱٦)۔فقط



ملفوظات

کسی مسجد کا چندہ دوسری مسجد میں صرف کرنا

﴿۱﴾ جس مسجد کے لئے چندہ فراہم کیا گیا ہے اسی میں صرف کرنا چاہئے دوسری مسجد میں بلا اجازت چندہ دہندگان صرف کرنا درست نہیں ہے البتہ اس مسجد کے جس مصارف ضروریہ میں کریں درست ہے(۱۷)۔

---

(۱٦):فی الخانية: متولی المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الی بيته وله أن يحمل من البيت الی المسجد. (الفتاوی الخانية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداالخ، ج: ۳، ص: ۲۹۴)

وفی الشامية: أما اذا اشتراه المتولی من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط، لأن فی صيرورته وقفاً خلافاً، والمختار أنه لايكون وقفاً فللقيم أن يبيعه متی شاء لمصلحة عرضت اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، ج: ٦، ص: ۵۷۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۷):فی الهندية: سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد أو حوض خرب ولايحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضی أن يصرف أوقافه الی مسجد آخر أو حوض آخر قال نعم. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الأوقاف التی يستغنی عنها، الخ، ج: ۲، ص: ۴۷۸)

﴿۲﴾ جب کسی شخص نے چندہ مسجد اور روپیہ میں ملالیا تو گنہگار اور غاصب ہوا پھر جب وہ روپیہ مسجد میں لگادیا وہ گنہگار نہ رہا گناہ معاف ہوگیا اب کسی سے اجازت کی حاجت نہیں ہے(۱۸)۔

﴿۳﴾ چندہ مسجد سے زمین واسطے مسجد کے خریدنا اسی وقت درست ہے کہ چندہ دہندگان کی اجازت ہو(۱۹)۔



وفی الاشباہ: شرط الواقف یجب اتباعہ لقولھم: شرط الواقف کنص الشارع. أی فی وجوب العمل بہ. (الأشباہ والنظائر مع غمزعیون البصائر، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۲۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۸):فی المحیط: فی الأصل: اذا کانت الودیعة دراھم، أو دنانیر، أو شئ من المکیلات والموزونات، فأنفق المودع طائفة منھا فی حاجة، کان ضامناً لما أنفق فیھا. (المحیط البرھانی، کتاب الودیعة، الفصل السابع فی رد الودیعة، ج: ۸، ص: ۳۰۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

وفی الھندیة: والودیعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترھن وان فعل شیأ منھا ضمن کذا فی البحرالرائق. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الودیعة، الباب الأول فی تفسیر الایداع والودیعة رکنھا وشرائطھا وحکمھا، ج: ۴، ص: ۳۳۸)

(۱۹):فی الشامیة: شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعہ کما صرح بہ فی شرح المجمع للمصنف اھـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب: ما خالف شرط الواقف فھو مخالف للنص والحکم بہ حکم بلا دلیل، ج: ۶، ص: ۷۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحر البرائق، کتاب الحوالة، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ، ج: ۷، ص: ۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

باب مساجد کے احکام کا بیان

مسلمان بھنگی کا مال مساجد میں لگانا

﴿سوال﴾:

بھنگی مسلمان کہ جس کا پیشہ پاخانہ اٹھانے کا ہے اور اس کی بیع ہی ہوتی ہے اس کے یہاں کا کھانا اور اس کا مال تعمیر مساجد میں صرف کرنا منع ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

پاخانہ اٹھانے کی اجرت مباح ہے وہ مال بھی مباح ہے اگر کوئی فساد عقد میں نہ ہو لہٰذا تعمیر مساجد میں صرف کرنا بھی درست ہے اس کی اجرت صفائی مکان کی ہے پاخانہ کی قیمت نہیں جو شبہ کراہت کا ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱):فی الدر المختار:وجاز تعمیر کنیسة وحمل خمر ذمی بنفسه أو دابته بأجر.

وفی الشامية: قوله: (جاز تعمير كنيسة) قال فی الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل فی الكنيسة ويعمرها لابأس به لأنه لامعصية فی عين العمل. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۶۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

فی الدر المختار: وكل أنواع الكسب فی الاباحة سواء على المذهب الصحيح كما فی البزازية وغيرها.

وفی الشامية تحته: قوله: (وكل أنواع الكسب الخ) أی انواعه المباحة، بخلاف الكسب بالربا والعقود الفاسدة ونحو ذلك. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصيد، ج: ۱۰، ص: ۴۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

شیعہ کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾:

اگر کوئی شیعہ مسجد اپنے مال سے بناوے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کے برابر ثواب ہوگا یا نہیں اور اس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا مثل دیگر مکانات کے ہے؟

﴿جواب﴾:

شیعہ مسجد لوجہ اللہ تعالیٰ بنادے تو وہ مسجد ہے ثواب مسجد کا اس میں ہوگا (۲)۔ فقط



تعمیر مسجد کے لیے کافر سے چندہ وصول کرنا

﴿سوال﴾:

ایک مسجد کسی مسلمان نے تعمیر کی تھی وہ نا تمام ہے اس کی تعمیر کے واسطے چندہ شیعہ یا ہندو سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۲):فی الشامية: أن شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، ج: ٦، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي تفسير المراغي: وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه.... اذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولاسياسي. (تفسير المراغي، سورة التوبة، آية: ١٨، ج: ١٠، ص: ۷۴)

تعمیر ومرمت مسجد میں شیعہ وکافر کا روپیہ لگانا درست ہے(۳)۔فقط



کافر کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾:

کوئی کافر نصرانی یا ہندو وغیرہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا کیا حکم ہے آیا ثواب مسجد کا حاصل ہوگا یا نہیں اور اس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عمدہ عبادت کا کام ہے اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا(۴)۔فقط



طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾:

---

(۳):فی البحر: وأما الاسلام فلیس من شرطه فصح وقف الذمی بشرط کونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۱۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی رد المختار علی الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، ج: ۶، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴):فی مجمع الانهر: وأما الاسلام فلیس بشرط فلو وقف الذمی..... علی مسجد بیت المقدس فانه صحیح لأنه قربة عندنا وعندهم. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۵۶۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان/ و فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۳۵۲)

مسجد طوائف نے بنائی اب کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ قرض سے بنائی ہے یا خود مال حرام سے بعینہ پرانی مسجد ہے نماز اس میں کیا حکم رکھتی ہے؟

﴿جواب﴾:

ہرگز نہ پڑھے (۵)۔فقط



مسجد کے لئے کافر کا چندہ

﴿سوال﴾:

شیعہ ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بناوے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ فقط

﴿جواب﴾:

اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے ہیں تو ان کا وقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے (۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۵):فی الشامیة: قال تاج الشریعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره، لأن اللّٰه تعالی لایقبل الا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لایقبله. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، قبیل مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الکشاف: کل مسجد بنی مباهاة، أو ریاء، وسمعة، أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غیر طیب، فهو لاحق بمسجد الضرار. (الکشاف، سورة التوبة: ۱۰۷، ج: ۳، ص: ۹۳)

(۶):فی الموسوعة: ذهب الفقهاء الی أنه لایشترط أن یکون الواقف مسلماً،

مراثی وطوائف کی بنوائی ہوئی مسجد

﴿سوال﴾:

مراثی یا طوائف اگر مسجد بنادیں مال بعینہ سے بغیر حیلہ قرض کے نماز اس میں مکروہ ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

اس مسجد میں نماز مکروہ تحریمہ ہوگی وہ مسجد نہیں (۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فان الوقف یصح من الذمی. (الموسوعة الفقهیة، ج: ۴۴، ص: ۱۲۹)

وفی الشامیة: أن شرط وقف الذمی أن یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء أو علی مسجد القدس. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، ج: ۶، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۷):عن أبی مسعود رضی اللّٰه عنه قال: نهی النبی ﷺ عن ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی. وفی العمدة تحت هذا الحدیث: وقال القاضی: لم یختلف العلماء فی تحریم أجر البغی لأنه ثمن عن محرم، وقد حرم اللّٰه الزنی فلذلک أبطلوا أجر المغنیة والنائحة، وأجمعوا علی بطلانه. (عمدة القاری، کتاب العدة، باب مهر البغی والنکاح الفاسد، ج: ۲۱، ص: ۱۳، ۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی روح المعانی: ویستفاد من الآیة أیضاً علی ما قیل النهی عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، وألحق بذلک کل مسجد بنی بمال غیر طیب. (روح المعانی، سورة التوبة، الآیة:۱۰۷، ج: ۱۱، ص: ۲۱، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

مسجد و مدرسہ میں کافر کا روپیہ لگانا

﴿سوال﴾:
تعمیر مسجد و اجراء مدرسہ میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مدرسہ و مسجد میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے (۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد میں کافر کا روپیہ لگانا

﴿سوال﴾:
ہندو کا مسجد میں روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
ہندو کا دیا ہوا چندہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے جبکہ وہ بہ نیت ثواب دیتا ہو (۹)۔



---

(۸):فی البحر: وأما الاسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمی بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۱۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی تفسير المراغی: وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه.... اذا لم يكن فی ذلک ضرر دينی ولاسياسی. (تفسير المراغی، سورة التوبة، آية: ۱۸، ج: ۱۰، ص: ۷۴)

(۹):فی مجمع الانهر: وأما الاسلام فليس بشرط فلو وقف الذمی..... على مسجد بيت المقدس فانه صحيح لأنه قربة عندنا وعندهم. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۵۶۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت

رمضان شریف میں مساجد میں زیادہ روشنی کرنا

﴿سوال﴾:

رمضان شریف میں مسجدوں کو آراستہ کرنا اور تراویح کے وقت اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ روشنی کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

مساجد کا صاف کرنا تو بہتر ہے مگر روشنی اندازہ سے زیادہ کرنا اسراف ہے(۱۰) اور اگر زیادہ روشنی بسبب کثرت آدمیوں کے ہے کہ حاجت ہے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد میں رمضان میں ضرورت سے زیادہ روشنی

﴿سوال﴾:

روشنی کرنا رمضان کی شب ختم قرآن میں حاجت سے زائد جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حاجت سے زیادہ روشنی ہر روز ہر وقت حرام اسراف ہے اور ایسی برکت کے وقت

لبنان/ و فی الفتاوی العالمکیرية، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۳۵۲)

(۱۰):فی نفع المفتی و السائل: الاستفسار: اسراج السراج الکثیر الزائد عن الحاجة لیلة البراء ة، أو لیلة القدر فی الأسواق و المسجد، کما تعارف فی أمصارنا، هل یجوز؟

الاستبشار: هو بدعة، کذافی خزانة الروایات عن القنیة.(مجموعة رسائل اللکنوی، نفع المفتی و السائل بجمع متفرقات المسائل، ج:۴،ص:۱۹۸،ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامية، کراتشی)

میں زیادہ موجب خسران کا ہے(۱۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کافر کی بنوائی ہوئی مسجد

سوال:

کافر کی تعمیر کردہ مسجد میں ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں؟

جواب:

اگر کافر لوجہ اللہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا ثواب مثل اور مساجد کے ہوگا(۱۲)۔فقط



---

(۱۱)فی المدخل: ولایزاد فی لیلة الختم شئ زائد علی مافعل فی أول الشهر، لأنه لم یکن من فعل من مضی بخلاف ما أحدثه بعض الناس الیوم من زیادة وقود القنادیل الکثیرة الخارجة عن الحد المشروع، لما فیها من اضاعة المال والسرف والخیلاء، سیماً اذا انضاف الی ذلک مایفعله بعضهم من وقود الشمع ومایرکزفیه.....وانضاف الی ذلک بسبب کثرة الوقود اجتماع اللصوص وتشویشهم علی بعض الحاضرین.....و کثیر من الناس یتحدثون ویخوضون فی الأشیاء التی ینزه المسجد عن بعضها فی غیر رمضان، فکیف بها فی شهر رمضان العظیم؟ فکیف بها فی لیلة الختم منه، فلیتحفظ من هذا کله وما شاکله جهده.الخ. (المدخل لابن الحاج، فصل فی وقود القنادیل لیلة الختم، ج:۲،ص: ۳۰۲،۳۰۳،ط، دارالکفر)

فی البحر:وفی القنیة: واسراج السرج الکثیر فی السکک والأسواق لیلة البراء ة بدعة، وکذا فی المساجد ویضمن القیم، وکذا یضمن اذا أسرف فی السرج فی رمضان ولیلة القدر. (البحر الرائق، کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۵۹، ۳۶۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۲):فی الموسوعة: ذهب الفقهاء الی أنه لایشترط أن یکون الواقف

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی

﴿سوال﴾:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور وہ مسجد قندیل سے روشن تھی آپ نے حضرت عمرؓ کو دعا دی تو تراویح کی شب میں ہر روز یا ختم قرآن شریف میں اگر کوئی بنظر اس روایت کے چند قنادیل روشن کرے جائز ہے یا نہیں یا مسجد کے تیل کو صرف اپنے پاس سے کرے یا وعظ وغیرہ اگر کسی عالم سے کہلاوے اس میں بنظر ادب وعظ کے چند قندیل روشن کرے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو روشنی کرنا چراغوں کا مسجد میں منقول ہے(۱۲) کسی جگہ سے کسی روایت سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ وہ حاجت سے زائد تھی بلکہ قدر حاجت تھی کہ اگر اس سے کم ہوجاتی تو بعض مسجد میں روشنی نہ رہتی اور اگر حاجت سے زیادہ ہوتی تو اسراف میں داخل ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ وہ خلاف قول اللہ

مسلماً، فان الوقف يصح من الذمی. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۴، ص: ۱۲۹)

فی الشامية: أن شرط وقف الذمی أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، ج: ۶، ص: ۵۲۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۲):فی الموسوعة: أول من فعل ذلک عمر ابن الخطاب رضی اللّٰہ تعالی عنه لما جمع الناس على أبی بن كعب فی صلاة التراويح، ولما رأى علی رضی اللّٰہ تعالی عنه اجتماع الناس فی المسجد على الصلاة والقناديل تزهر وكتاب اللّٰہ يتلی: قال: نورت مساجدنا، نور اللّٰہ قبرک يا بن الخطاب. (الموسوعة الفقهية، ج: ۳۷، ص: ۲۰۵)

تعالیٰ۔لاتسرفوا ان اللّٰہ لایحب المسرفین (۱۳). کے کرتے اور فقہاء کی کتب میں روشنی زیادہ از حدضرورت کواسراف میں داخل کیا ہے کیونکہ مظنون ہوسکتا ہے کہ یہ فعل حضرت عمرؓ کا فقہاء کومعلوم نہ ہوالحاصل نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس قدر روشنی ثابت ہوئی جو حاجت سے زیادہ اور داخل اسراف ہواور اصل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں مسجد میں چراغ نہ جلتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں وسعت ہوئی بعض صحابی بیت المقدس کا حال دیکھ کر آئے حضرت عمرؓ نے بھی بسبب وسعت کے مسجد میں روشنی قدر حاجت کرائی کیونکہ مسجد بہت طول طویل تھی دو چار چراغوں سے وہاں تمام مسجد میں روشنی نہ ہوسکتی تھی لہٰذا متعدد چراغ روشن کرائے مگر وہ کثرت قدر حاجت سے زیادہ نہ تھی پس اس سے اگر کوئی جاہل یہ سمجھ جاوے کہ بکثرت چراغ جلانے جائز ہیں تو سراسر جہل اس کا ہے بدون فہم کلام علماء اپنے قیاس فاسد کو دخل دے کر اسراف کا مرتکب ہونا ہے لہٰذا ہرگز جائز نہیں کہ تراویح میں یا ختم قرآن میں یا وعظ میں قدر حاجت سے زیادہ روشنی کی جاوے (۱۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۳):(سورۃ الانعام: ۱۴۱)

(۱۴):ومن البدع المنکرۃ ما یفعل فی کثیر من البلدان من ایقاد القنادیل الکثیرۃ فی لیالی معروفۃ فی السنۃ کلیلۃ النصف من شعبان خصوصاً بیت المقدس فیحصل بسبب ذلک مفاسد کثیرۃ منھا مضاھاۃ المجوس فی الاعتبار بالنار والاکثار منھا ومنھا ما یترتب علی ذلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان واھل البطالۃ ولعبھم ورفع أصواتھم وامتھانھم بالمساجد وانتھاک حرمنھا وحصول أوساخ فیھا وغیر ذلک من المفاسد التی یجب صیانۃ المساجد عنھا ومن المفاسد ما یجعل فی الجوامع من ایقاد القنادیل وترکھا الی ان تطلع الشمس وترتفع وھو من فعل الیھود فی کنائسھم واکثر ما یفعل ذلک فی العید وھو حرام.....ومما یشبہ ذلک وقود الشموع الکثیرۃ لیلۃ عرفۃ. (غمز عیون البصائر

مساجد میں مٹی کا تیل یا دیا سلائی جلانا

﴿سوال﴾:

مٹی کا تیل مسجدوں میں جلانا یا دیا سلائی مسجد میں سلگانا جائز ہے یا نہیں کہ ان دونوں میں بدبو ہے اور اگر لیمپ میں مٹی کا تیل ہو کہ اس میں بدبو روشنی کیوقت نہ آتی ہو مسجد میں یا حدیث شریف پڑھاتے ہوئے یا قرآن شریف پڑھتے ہوئے اپنے مکان میں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مٹی کا تیل جلانا اور دیا سلائی مسجد میں حرام ہے اور جگہ جہاں ذکر ہو اولیٰ نہیں ہے اور اگر لیمپ میں کہ اس کی بو باہر نہ نکلے تو غیر مسجد میں جلانا مباح ہے مگر مسجد میں حرام ہے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے (۱۵)۔فقط



شرح كتاب الأشباه والنظائر، القول في احكام المساجد، ج: ۴، ص: ۶۲، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۵):عن ابن عمر رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في غزوة خيبر: من أكل من هذه الشجرة ـ يعني الثوم ـ فلايقربن مسجدنا. وفي الفيض تحت هذا الحديث: واعلم أن كل شيء له رائحة كريهة يكره أن يذهب به الى المسجد. وكما يكره له أن يدخل في المسجد، وريحه في فمه. (فيض الباري على صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ماجاء في الثوم النيء والبصل والكراث، ج: ۲، ص: ۴۰۷، ۴۰۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت)

في الدر المختار: وأكل نحو ثوم، ويمنع منه، وكذا كل مؤذ ولو بلسانه.

وفي الشامية: قوله: (وأكل نحو ثوم) أي كبصل ونحوه ومما له رائحة كريهة، للحديث الصحيح البخاري: قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى

مسجد میں دیا سلائی جلانا

﴿سوال﴾:
مسجد میں دیا سلائی جلانا یا طاق مسجد میں بیٹھ کر جلانا کہ جو خارج سے ہو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مسجد میں بدبودار شئے لانا حرام ہے ایسے ہی دیا سلائی بھی جلانا حرام ہے۔ طاق مسجد کا بھی داخل مسجد ہے(۱۶)۔



المسلمین. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد، ج: ۲، ص: ۴۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۶):عن بکر بن سوادة حدثه، أن أبا النجیب مولی عبدالله بن سعد حدثه، أن أبا سعید الخدری، حدثه، أنه ذکر عند رسول الله ﷺ الثوم والبصل، وقیل: یا رسول الله، وأشد ذلک کله الثوم، أفتحرمه؟ فقال النبی ﷺ: کلوه، ومن أکله منکم فلایقرب هذا المسجد حتی یذهب منه ریحه. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وهذا الحدیث والأحادیث التی فی الباب تدل علی أن أکل البصل والکراث والثوم مطبوخاً کان أو غیر مطبوخ جائز، وعلیه أن یعقد فی بیته، ولایحضر المسجد والجماعة حتی یذهب ریحه، وکذا من به جرح متعفن یخرج منه رائحة، وصاحب البخر والدفر، دواء کریه الرائحة یؤذی الناس بریحه، لایجوز لهم الخروج الی المسجد، والشهود الی الجماعة، والله تعالی اعلم. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الثوم، ج: ۱۱، ص: ۵۵۰، ۵۵۱، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

مساجد میں مٹی کا تیل جلانا

سوال:
مٹی کا تیل مسجد میں روشن کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:
مٹی کا تیل مسجد میں جلانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بدبو ہوتی ہے اور ہر بدبودار شئے کا مسجد میں داخل کرنا ممنوع ہے حدیث میں ہے کہ جو کوئی پیاز، لہسن خام کھاوے مسجد میں داخل نہ ہووے اور علیٰ ہذا کپڑے اور بدن کی بدبو کیساتھ مسجد میں آنے کو منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ ملائکہ اذیت پاتے ہیں اس چیز سے جس سے اذیت پاتے ہیں انسان لہٰذا تیل کے جلانے میں بھی چونکہ جن وانس وملائکہ کو اذیت ہے اس کا جلانا حرام ہوتا ہے (١٧)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

الأول فيما تصان عنه المساجد يجب ان تصان عن ادخال الرايحة الكريهة لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والنكراث فلايقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى منه بنو آدم. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى احكام المسجد، ص: ٦١٠)

(١٧):عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلايقربن مسجدنا، فان الملائكة تأذى مما يتأذى منه الانس. وفى المرقات تحت هذا الحديث: قال النووى فى شرح مسلم عقيب حديث: لقد رأيت النبى ﷺ اذا وجد ريحا من الرجل فى المسجد أمر به فاخرج الى البقيع. هذا فيه اخراج من وجد منه ريح نحو البصل فى المسجد، ازالة للمنكر باليد لمن أمكنه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، ج: ٢، ص: ٣٨٥، ٣٨٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى اعلاء السنن: ويلحق بما نص عليه فى الحديث: كل ما له رائحة كريهة

الجواب صحیح عنایت اللہ۔ الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ۔ اس تیل کا جلانا البتہ مساجد میں مکروہ ہے ابوالحسنات حبیب الرحمٰن عفی عنہ۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری۔ فقط



مساجد میں زیب وزینت کرنا

﴿سوال﴾:

مساجد کے بلند کرنے اور زیب وزینت ونقش نگار طلائی ونقرئی وغیرہ جو کچھ عوام کرتے ہیں احادیث صحیحہ کثیرہ میں اس کی ممانعت وارد ہے اور فعل یہود سے مشابہت دی گئی ہے چنانچہ ابوداؤد میں ہے امرت بتشييد المساجد قال ابن عباس لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارىٰ. لہٰذا حسب احادیث امور مذکور ممنوع وحرام ہوں گے پھر اگر جواز یا استحباب جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر ہو تو ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:

فخر وریا سے مساجد کا اونچا کرانا حرام ہے (۱۸) اور جو شوکت وزینت اسلام کے

مأكولا أو غيره، وانما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره أيضا بالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها، وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة. (اعلاء السنن، ابواب المساجد، باب كراهة دخول من أكل الثوم والبصل وكل ماله رائحة كريهة في المسجدالخ، ج: ۵، ص: ۱۶۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(۱۸):عن أنس أن النبي ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى يتباهى الناس في المساجد. وفي البذل تحت هذا الحديث: أي يتفاخرون في بناء المساجد، يعني يتفاخر كل واحد بمسجده يقول: مسجده أرفع أو أزين أو أوسع أو أحسن رياءً وسمعة واجتلاباً للمدحة، ويؤيده ما نقله الحافظ من مسند أبي يعلى وصحيح ابن

واسطے کرے مباح ہے۔جیسا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا کہ کسی صحابی نے ان پر انکار ورد نہ فرمایا اگرچہ آثار سابق کی بقا کو مستحسن جانتے تھے یہی دلیل جواز کی ہے(۱۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



خزيمة من طريق أبى قلابة أن أنسا قال: سمعته يقول: يأتى على أمتى زمان يتباهون بالمساجد ثم لايعمرونها الا قليلا، وعند أبى نعيم فى كتاب المساجد: يتباهون بكثرة المساجد. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فى بناء المساجد، ج: ۳، ص: ۱۶۰، رقم: ۴۴۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۱۹):عن صالح بن كيسان قال: حدثنا نافع: أن عبدالله أخبره: أن المسجد كان على عهد رسول اللهﷺ مبنيا باللبن، وسقفه الجريد، وعمده خشب النخل، فلم يزد فيه أبو بكر شيئا، وزاد فيه عمر، وبناه على بنيانه فى عهد رسول اللهﷺ، باللبن والجريد، وأعاد عمده خشباً، ثم غيره عثمان، فزاد فيه زيادة كثيرة، وبنى جداره بالحجارة المنقوشة والقصة، وجعل عمده من حجارة منقوشة، سقفه بالساج. وفى الفيض تحت هذا الحديث: اذا علمت هذا فاعلم أن الأحاديث قد كثرت فى كون تجصيص المساجد من أمارات الساعة، ومع هذا جصصه عثمان رضى الله تعالى عنه من ماله، فالصحابة رضى الله عنهم نظروا الى ظواهر الأحاديث، وكان عثمان رضى الله عنه أفقههم، فنظر الى المصالح، وانما لم يعلنه النبىﷺ بنفسه المباركة الطيبة خشبة غلو العوام فيه فوق ما أراده الشارع، وفى الروايات أن الصحابة رضى الله عنهم لما اعترضوا عليه قام على المنبر وحدثهم أن النبىﷺ قال: من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا فى الجنة مثله، فحمل المثلية فى الكيفية أيضا، وكتب السيوطى رحمه الله تعالى فى حاشية أبى داؤد: أن أبا هريرة رضى الله عنه لما ورد المدينة وعلم القصة وروى الحديث مرفوعاً وقال ان النبىﷺ: أخبر بتجصيص هذا المسجد فسر به عثمان رضى الله عنه واعطاه خمسمائة ديناراً، قال الحافظ رحمه الله تعالى ان نقش المساجد اذا كان على سبيل

مسجد کے اس گوشہ کی تعمیر جو خارج از مسجد ہو

﴿سوال﴾:

جو جگہ مسجد کے ایک کونہ کی کسی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہو اور نالی اور دیوار اور فرش اس کو محیط ہو یعنی یہ جگہ فرش کے ایک جانب کو ہو ایسی جگہ پر وضو کر لینا درست ہے یا نادرست؟

﴿جواب﴾:

جو کونہ مسجد کا خارج رہا وہ مسجد ہی ہے تا قیامت اس پر وضو وغیرہ کرنا درست نہیں بلکہ اس کی عظمت ویسے ہی رکھنا چاہیے (۲۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



التعظيم ولم ينفق له من بيت المال فهو رخصة عند أبى حنيفة رحمه اللّٰه تعالى، وقال ابن المنير: لما شيد الناس بيوتهم وزخرفها: أنه لابأس بأن يصنع كذلک بالمساجد صونا لها عن الاستهانة، فالأصل هو عدم التجصيص، لكن الآن يناسب التجصيص لاختلاف العصر والزمان ولايعد ذلک خلافا للأحاديث. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب بنيان المسجد، ج: ۲، ص: ۷۰، ۷۱، رقم: ۴۴۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فى غنية المستملى: ولابأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب و نحوه.....اذا فعل من مال نفسه اما المتولى فلايجوز ان يفعل من مال الوقف الا مايرجع الى احكام البناء، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن كذا فى الغاية. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى احكام المسجد، ص: ۶۱۵، ۶۱۶)

(۲۰):فى الهندية: واذا خرب المسجد واستغنى أهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكا لواقفه أو لورثته حتى جاز لهم أن يبيعوه أو يبنوه دارا و قيل هو مسجد أبداً وهو الاصح كذا فى خزانة المفتين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف،

صحن مسجد میں قبور قدیمہ پر مسجد کے لیے حوض بنوانا

﴿سوال﴾:

قبور قدیمہ کہ مرور دہور سے ہموار ہوگئی ہوں اور صحن مسجد میں واقع ہوں ان پر حوض یا دوسری شئے مصالح مسجد کیواسطے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

الباب الحادی عشر فی المسجد ومایتعلق به، ج: ۲، ص: ۴۵۸)

فی الدرالمختار: ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام، والثانی أبداً الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی.

وفی الشامیة تحته: قوله: (عند الامام والثانی) فلایعود میراثاً، ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر، سواء کانوا یصلون فیه أو لا، وهو الفتوی. حاوی القدس. وأکثر المشایخ علیه. مجتبی. وهو الأوجه. فتح. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره، ج: ۶، ص: ۵۴۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی البحر: وفی الخلاصة وغیرها: ویکره الوضوء والمضمضة فی المسجد الا أن یکون موضع فیه اتخذ للوضوء ولایصلی فیه. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب مایفسد ومایکره فیها، ج: ۲، ص: ۶۱، ط، دار الکتب العلمية بیروت لبنان)

فی الدرالمختار: والوضوء فیما أعد لذلک.

وفی الشامیة: قوله: (والوضوء) لأن ماء ه مستقذر طبعاً فیجب تنزیه المسجد عنه، کما یجب تنزیهه عن المخاط والبلغم. بدائع. (ردالمحتار علی الدرالمختار، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب: فی رفع الصوت بالذکر، ج: ۲، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

اگر قبرستان وقف ہے تو یہ امر درست نہیں (۲۱) اور جو ایسا ہی دفن واقع ہوا تھا اور استخوان مردگان معدوم ہوگئی تو درست ہے اور فرش مسجد میں ادخال ایسی زمین کا بعد ہمواری زمین کے بھی درست ہے (۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۲۱):فی التاتارخانية: سئل القاضی الامام محمود الأوزجندی عن مسجد لم يبق له جماعة وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة؟ قال: لا، وسئل هو أيضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست، ولم يبق فيها أثر الموتی لا العظم ولاغيره هل زراعتها واستغلالها؟ قال: لا، ولها حكم المقبرة. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطلات والمقابر الخ، ج: ۸، ص: ۱۸۹، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

وفی الهندية: وسئل هو أيضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتی لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا فی المحيط. (الفتاوی الغالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابرالخ، ج: ۲، ص: ۴۷۰، ۴۷۱)

(۲۲):فی التبيين: ولو بلی الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه (تبيين الحقائق، كتاب الجنائز، قبيل فصل تعزية اهل الميت، ج: ۱، ص: ۲۴۶، ط، مكتبه امداديه ملتان)

وفی الهندية: ولو بلی الميت وصار تراباً جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه كذا فی التبيين. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مكان الی آخر، ج: ۱، ص: ۱۶۷)

سود کے مال سے مسجد کا بنانا

﴿سـوال﴾:

بیاج کے روپیہ سے مسجد یا چاہ کے بنانا درست ہے یا نہیں یا دوشریک ہوکر بنادیں جس میں ایک کا روپیہ بیاج کا ہے دوسرے کا مال طیب ہے؟

﴿جواب﴾:

جو مسجد کہ اس میں حرام روپیہ لگا اس میں نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے اور ثواب مسجد کا نہیں ملتا (۲۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد میں خرید وفروخت کرنا

﴿سـوال﴾:

مسجد میں خرید وفروخت کر لینا اور قیمت باہر جا کر لے دے لینا تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۲۳):فی الشامیة: قال تاج الشریعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره، لأن اللّٰه تعالی لایقبل الا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لایقبله. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، قبیل= =مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی روح المعانی: ویستفاد من الآیة أیضاً علی ما قیل النهی عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، وألحق بذلک کل مسجد بنی بمال غیر طیب. (روح المعانی، سورة التوبة، الآیة:۱۰۷، ج: ۱۱، ص: ۲۱، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

مسجد میں کوئی سودا خرید لے تو درست ہے مگر اسباب وہاں نہ ہو اور اس کام میں کثرت اور اس میں زیادہ مشغولی وہاں نہ چاہئے کہ مسجد کے بے حرمتی ہے احیاناً کسی سے ایسی بات چیت کر لی جاوے تو درست ہے(۲۴)۔فقط



مسجد کو فروخت کرنا

﴿سوال﴾:

ایک مسجد تعداد دو گز کی طویل ہے اور ایک گز کی عریض ہے اور ویران ہے نماز اور اذان کبھی اس میں کچھ نہیں ہوتی ہے تو اگر اس کو متولی مسجد فروخت کر کے دوسری مسجد کہنہ کلاں میں قیمت اس کی لگادیں یا اینٹیں اس کی لگادیں اور زمین میں اس کی دوکان واسطے صرف مسجد کہنہ کے بنوادیں تو یہ جائز ہے یا نہیں یا تحریر فرمایئے کہ اس کی زمین کو کیا کیا جاوے

---

(۲۴):فی الکوکب: قوله: [باب ماجاء فی کراهة البیع والشراء وانشاد الضالة والشعر فی المسجد] أما النهی عن البیع والشراء فقد رخصوا فیهما للمعتکف اذا لم یحضر المتاع لما فیه من الضرورة له، وأما لغیره فلا ضرورة وکذلک لاحاجة الی احضار السلعة أیضاً مع أن فی احضارها اضراراً للمصلین واشتغالاً لهم ان کان شیئاً من هذا القبیل مع أن المسجد غیر موضوع لمثل هذا واستعمال الشئ فیما لم یوضع له لایکون الا عند ضرورة.

وقال الشیخ العلامة محمد زکریا الکاندهلوی نور اللّٰه مرقدهٗ فی حاشیته: الجهمور علی صحة البیع مع کراهة کما بسطه فی الأوجز وحکی عن مالک الجواز لو لم تکثر المراجعة کمساومة ثوب وسلعة تقدمت رؤیتهما وکذلک حکی الطحاوی عن الحنفیة الجواز اذا لم یعم المسجد ویغلب علیه السوق وفی عامة فروع الحنفیة الکراهة وهو المذهب. (الکوکب الدری، ج: ۱، ص: ۳۱۸، ۳۱۹، ط، ندوة العلماء لکهنؤ)

جب کہ اینٹیں وغیرہ کی اجازت حضور کی دوسری مسجد کو ہو جاوے؟

﴿جواب﴾:

مسجد کی بیع حرام اور باطل ہے کسی حال میں بیع نہیں کر سکتے خواہ وہاں اذان ونماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور آباد ہو یا ویران ہو(۲۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



حرام مال سے بنائے ہوئے مکان میں نماز

﴿سوال﴾:

اگر مال حرام سے ایک مکان بنایا گیا لیکن زمین اس کی پاک ہے وہ مال حرام سے نہیں خریدی گئی بلکہ وہ مکان سرکاری زمین کے اندر باجازت سرکار بنایا گیا ہے اندریں صورت مکان مذکور میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور قیام وسکونت کرنا اس میں کیا حکم رکھتا ہے اس مکان کے صحن وکوٹھہ ہر دو میں نماز مکروہ ہے یا فقط جہاں تک تعمیر ہو مکروہ ہے باقی صحن میں نماز بلا کراہت جائز ہے؟

﴿جواب﴾:

(۲۵):فی الهندية: واذا خرب المسجد واستغنى أهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكا لواقفه أو لورثته حتى جاز لهم أن يبيعوه أو يبنوه دارا و قيل هو مسجد أبداً وهو الاصح كذا فی خزانة المفتين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فی المسجد ومايتعلق به، ج: ۲، ص: ۴۵۸)

وفی الهداية: قال: ومن اتخذ أرضه مسجداً لم يكن له أن يرجع فيه، ولايبيعه، ولايورث عنه لأنه يحرز عن حق العباد، وصار خالصاً للّٰه تعالىٰ وهذا لأن الأشياء كلها للّٰه تعالىٰ. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الوقف، فصل فی وقف المسجد، المجلد الثانی، جزء ۴، ص: ۴۴۷، ۴۴۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

جس مکان کی زمین حلال ہو اور بناء حرام ہو اس میں نماز مکروہ ہوتی ہے(۲۶) مگر ایسی جگہ کہ اثر بناء کا نہ ہو اس میں کراہت نہ ہوگی۔ فقط کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ علیٰ ہذا القیاس سکونت وقیام اس مکان میں مکروہ تحریمی ہے۔ فقط محمد روشن عفی عنہ حضرت مولانا سلمہ سے تحقیق کرلیا ہے فقط۔



حرام مال سے مسجد کا غسل خانہ بنانا

سوال:

جن لوگوں کے پاس روپیہ حرام سے اکٹھا ہوتا ہے اگر ان کے روپیہ سے غسل خانہ یا پاخانہ مسجد کے متعلق بنایا جائے جائز ہے یا ناجائز نیز مسجد میں روشنی وغیرہ ان کے روپیہ سے کرنا۔ فقط

جواب:

سب ناجائز ہے اور استعمال اس کا نادرست ہے(۲۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۲۶): فی روح المعانی: ویستفاد من الآیة أیضاً علی ما قیل النهی عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، وألحق بذلک کل مسجد بنی بمال غیر طیب. (روح المعانی، سورة التوبة، الآیة:۱۰۷، ج: ۱۱، ص: ۲۱، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۲۷): فی الشامیة: قال تاج الشریعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره، لأن اللّٰه تعالی لایقبل الا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لایقبله. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، قبیل مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد کی تعظیم

﴿سوال﴾:

مال طوائف کی مسجد تعمیر شدہ میں نماز تو جائز نہیں لیکن تعظیم اس کی مسجد کی سی چاہیے یا مثل دیگر مکانات کے ہے حتی کے بول وغائط بھی اس میں درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

نماز اس میں مکروہ ہے مگر چونکہ اس نے اس کو مسجد بنایا ہے لہٰذا تعظیم اس مکان کی رعایت رکھے (۲۸)۔فقط



مسجد کا روپیہ کنویں کی مرمت میں لگانا

﴿سوال﴾:

جس مسجد کیواسطے چندہ جمع کیا تھا اس کے قریب جو کنواں ہے اور اس سے اہل محلّہ بھی پانی بھرتے ہیں اور اس میں سے مسجد میں پانی آتا ہے اور یہ وہی کنواں ہے کہ جس کو لکھا تھا کہ کتے کا جھوٹا پانی اس کے اندر گیا تو اس روپیہ کو اس کنویں کی مرمت میں لگانا بغیر اجازت چندہ دہندگان کہ جو مسجد کے نام سے وصول کیا تھا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۲۸):فی فتوح الغیب: کل مسجد بنی مباهاة أو ریاء وسمعة أو لغرض سویٰ ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غیر طیب: فهو لاحق بمسجد الضرار. (فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب، ج: ۷، ص: ۳۵۸)

وفی الکشاف: کل مسجد بنی مباهاة، أو ریاء، وسمعة، أو لغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غیر طیب، فهو لاحق بمسجد الضرار. (الکشاف، سورة التوبة: ۱۰۷، ج: ۳، ص: ۹۳)

﴿جواب﴾:

مسجد کا روپیہ اس کنویں میں لگانا درست نہیں (۲۹)۔



مسجد کے پھلدار درختوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

اگر مسجد میں امرود کا درخت ہو اس کو نمازی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو درخت کسی نے نمازیوں کے کھانے کو لگایا ہو اس میں سے کھانا درست ہے (۳۰)۔



---

(۲۹):فی الهندية: مسجد له مستغلات و أوقاف أراد المتولی أن يشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصيراً أو حشيشاً أو آجر أو جصا لفرش المسجد أو حصی قالوا ان وسع الواقف ذلک للقيم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد كان له أن يشتری للمسجد ماشاء و ان لم يوسع ولكنه وقف لبناء المسجد وعمارة المسجد ليس للقيم أن يشتری ما ذكرنا. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الوقف، البناب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد و تصرف القيم وغيره فی مال الوقف عليه، ج: ٢، ص: ۴٦١)

وفی الشامية: شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه كما صرح به فی شرح المجمع للمصنف اهـ. (رد المحتار علی الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص والحكم به حكم بلا دليل، ج: ٦، ص: ۵۳۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۰):فی البحر: وفی الحاوی: وما غرس فی المساجد من الأشجار المثمرة

مسجد کا بچا ہوا تیل

﴿سوال﴾:
خادم مسجد بچی ہوئے چیز تیل لکڑی وغیرہ اپنے صرف میں کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مسجد کا بچا ہوا تیل لکڑی وغیرہ اپنے کام میں نہیں لا سکتا البتہ اجرت خدمت لینا چاہے تو اپنی اجرت ٹھہرا لے اور متولی سے وصول کرلیا کرے (۳۱)۔ فقط



ان غرس للسبيل وهو الوقف على العامة كان لكل من دخل المسجد من المسلمين أن يأكل منها، وان غرس للمسجد لايجوز صرفها الا الى مصالح المسجد الأهم فالأهم كسائر الوقوف. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۱):في الخانية: متولى المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد الى بيته و له أن يحمل من البيت الى المسجد. (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداالخ، ج: ۳، ص: ۲۹۴)

وفي الهندية: واذا أراد أن يصرف شيأ من ذلک الى امام المسجد أو الى مؤذن المسجد فليس له ذلک الا ان كان الواقف شرط ذلک في الوقف كذا في الذخيرة. (الفتاوى العالمكيرية، كاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني في الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه، ج: ۲، ص: ۴۶۳)

وفي الفتح: أما فيما اشتراه المتولي من مستغلات الوقف فانه يجوز بيعه بلا هذا الشرط، وهذا لأن في صيرورته وقفاً خلافاً. والمختار أنه لايكون وقفا فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحته عرضت. (فتح القدير، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٢٠٨،

مسجد کا حجرہ بنوانے کی جہت

﴿سوال﴾:

ایک مسجد میں نمازیوں کو وضو کی سخت تکلیف گرما میں رہتی تھی کہ کوئی جگہ سایہ وغیرہ کی نہیں تھی ایک شخص نے ایک سہ دری بنوانی شروع کی اور مسجد میں کسی طرف کو حجرہ مسجد کے اسباب کیواسطے بنوانا چاہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿جواب﴾:

مسجد کے متعلق غسل خانہ وحجرہ وسہ دری وغیرہ اگر بنوایا جاوے تو مسجد کے فرش سے بالکل علیٰحدہ اور ایک طرف کو ہو حتی کہ اگر کوئی کڑی یا ستون مسجد پر رکھا جاوے گا تو جائز نہ ہوگا اور جو ستون بنایا گیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہئے علی ہذا یہ تعمیر جس میں مسجد کا فرش کام آوے گا اس کا لینا جائز ہرگز نہ ہوگا اور اگر کچھ بنایا گیا ہو اور اس میں مسجد کا فرش کچھ آگیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہئے (۳۲)۔



ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۲):في الدر المختار: لو بنى فوقه بيتاً للامام لايضر لأنه من المصالح، أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق. تاترخانية. فاذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد.

وفي الشامية تحته: قوله: (ولو على جدار المسجد) مع أنه لم يأخذ من هواء المسجد شيئاً اهـ ط. ونقل في البحر قبله: ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من أوقافه اهـ.

قلت: وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لايحل ولو دفع الأجرة.....وبهذا علم أيضاً حرمة احداث الخلوات في المساجد كالتي في رواق المسجد الأموي، ولاسيما ما يترتب على ذلك من

مسجد کی زمین میں حجرہ بنانا

﴿سوال﴾:
مسجد بوجہ چھوٹی ہونے کے بڑھائی گئی کسی قدر زمین کہنہ مسجد کی بچ رہی اس میں حجرہ وغیرہ بناسکتے ہیں یانہیں؟

﴿جواب﴾:
یہ جگہ مسجد کی بچی ہوئی کسی دوسرے کام میں نہیں آسکتی نہ یہاں حجرہ بنانا درست ہے نہ غسل خانہ وغیرہ جس طرح ہو مسجد میں شامل کردیں نہ ہوسکے تو احاطہ بنا کر ویسے ہی پڑا رہنے دیں (۳۳)۔فقط



تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، ج: ٦، ص: ٥٤٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۳):في الهندية: واذا خرب المسجد واستغنى أهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكا لواقفه أو لورثته حتى جاز لهم أن يبيعوه أو يبنوه دارا و قيل هو مسجد أبداً وهو الاصح كذا في خزانة المفتين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد ومايتعلق به، ج: ٢، ص: ٤٥٨)

وفي الدرالمختار: ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام، والثانى أبداً الى قيام الساعة وبه يفتي حاوى القدسي.

وفي الشامية تحته: قوله: (عند الامام والثانى) فلايعود ميراثاً، ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتوى. حاوى القدس. وأكثر المشايخ عليه. مجتبى. وهو الأوجه. فتح. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، ج: ٦، ص:

مسجد کی افتادہ زمین کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ایک مسجد کے صحن کے آگے کچھ جگہ عرصہ دراز سے پڑی ہوئی ہے اور اس میں ایک جانب غسل خانے بنے ہوئے ہیں اور ایک جانب کو اس جگہ میں آمدورفت کو دروازہ مسجد کا ہے اور ایک دروازہ آمدورفت کا دوسری طرف کو بھی ہے بعض اہل محلّہ کہتے ہیں کہ جگہ ہماری ملک ہے اور دیگر اشخاص بلکہ اکثر اشخاص شہر کہتے ہیں کہ یہ جائے افتادہ متعلق مسجد کے ہے اور ظاہر یہ ہی معلوم ہوتا ہے مگر قبضہ اہل محلّہ کا بھی رہا جیسے کہ جائے افتادہ میں گاڑی کھڑی کردی کباڑ رکھ دیا اور ایسا تصرف جائے افتادہ میں اکثر کرلیا کرتے ہیں مدعی مذکور کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے بیع نامہ میں ہے اور غسل خانے ہم نے رعایتاً بنوا دیئے تھے مگر بیع نامہ دکھلاتے نہیں ہیں تو حضور جائے مذکور عنداللہ مسجد کی قرار دیجاوے یا کس کی اور مسجد ہوسکتی ہے یا نہیں مولوی اشرف علی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے کہ وقف میں تسامع وشہرت حجۃ ہے اگر بیع نامہ دکھلا دیں تب بھی یہ جگہ متعلق مسجد کے ہے۔

﴿جواب﴾:

جب تک وہ لوگ اپنی ملک کا کوئی ثبوت معتبر اور کافی نہ دیں گے اس وقت تک وہ جگہ مسجد ہی کی سمجھی جاوے گی (۳۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



۵۴۸، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفـي التاتارخانية: سئل القاضي الامام محمود الأوزجندي عن مسجد لم يبق لـه جـمـاعة وخـرب مـا حـولـه واستغـنـى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة؟ قال: لا. (الـفـتـاوى الـتـاتـارخـانية، كتـاب الوقف، الفصل الثاني والعشرون في المسائل التي تعود الى الرباطلات والمقابر الخ، ج: ۸، ص: ۱۸۹، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۳۴):عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته:

مسجد میں چارپائی بچھانا

﴿سوال﴾:

مسجد میں چارپائی بچھانی درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

چارپائی مسجد میں بچھانی درست ہے(۳۵)۔فقط



مساجد میں ذکر جہری

﴿سوال﴾:

صوفیاء کرام جو بعد نماز مغرب مساجد میں حلقہ کرتے ہیں اور کودتے چلاتے اور ہوحق کرتے ہیں کہ جس سے لوگ جمع ہوجاتے ہیں اور مسجد میں شور وغل پڑ جاتا ہے یہ جائز ہے یانہیں اور اشعار وغیرہ توحید اور ذوق شوق کے پڑھے جاتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟

البينة على المدعى، واليمين على المدعى عليه. وفى العرف الشذى تحت هذا الحديث: قال أبو حنيفة: ان فصل الأمور بطريقين: البينة على المدعى أو اليمين من المنكر، ولاثالث. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الأحكام، باب ماجاء فى أن البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه، ج: ٣، ص: ٧٥، رقم: ١٣٤٠، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

(٣٥):عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبیﷺ كان اذا اعتكف طرح له فراشه أو يوضع له سريره وراء أسطوانة التوبة. رواه ابن ماجة ورجاله ثقات. [نيل ٤/ ١٤٧]. (اعلاء السنن، ابواب الصيام، باب جواز طرح الفراش فى المسجد للمعتكف، ج: ٦، ص: ١٨٤، رقم: ٢٥٤٧، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾:

بعض علماء نے مسجد میں رفع صوت کو اگرچہ بذکر ہو مکروہ لکھا ہے لہٰذا مسجد میں اس کا نہ ہونا مستحسن ہے خصوصاً ایسی صوت میں کہ تماشا گاہ عوام ہو جاوے یا مسجد کا نقصان ہو اگرچہ ذکر بجہر ہو بکاء اور نالہ مسجد میں جائز بھی ہو(۳۶)۔فقط



مسجد میں راستہ داخل کرنا

﴿سوال﴾:

راستہ میں سے بوجہ ضرورت کے کچھ مسجد میں ڈال دینا کیا حکم رکھتا ہے اور اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد ہے کہ جائے مسجد کا تا قیام قیامت یکساں حال ہے؟

﴿جواب﴾:

راہ کو مسجد میں لانا بشرطیکہ چلنے والوں کو تنگی نہ ہو درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم اس

---

(۳۶):فی الأشباہ: ورفع الصوت بالذکر الا للمتفقھة.

وفی غمز العیون تحته: قوله: (ورفع الصوت بالذکر الخ) أقول الظاھر ان یقرأ بالجر عطف علی الضمیر فی قوله ویمنع منه والتقدیر ویمنع من رفع الصوت بالذکر فی المسجد. (غمز العیون البصائر شرح کاب الأشباہ والنظائر، القول فی احکام المسجد، ج: ۴، ص: ۱۲۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الشامیة: وقد حرر المسألة فی الخیریة وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجھر المضر وقال: ان ھناک أحادیث اقتضت طلب الجھر وأحادیث طلب الاسرار، والجمع بینھما بأن ذلک یختلف باختلاف الأشخاص والاحوال، فالاسرار أفضل حیث خیف الریاء او تأذی المصلین أو النیام، والجھر أفضل حیث خلا مما ذکر.الخ.(رد المحتار علی الدر المختار، کاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج: ۹، ص: ۵۷۰، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

کے عکس کو بھی علماء نے درست کہا ہے مگر بے تعظیمی مسجد کی درست نہیں لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے (۳۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد کے لئے جبراً جگہ لینا

﴿سوال﴾:

ایک مسجد کا صحن کم ہے اور نمازی کثرت سے آتے ہیں اور باہر مسجد کے جگہ ہے ایک مسلمان کی وہ شخص بہ قیمت بھی جگہ نہیں دیتا ہے اس صورت میں زبردستی جگہ لے کر بہ قیمت اگر مسجد میں شامل کریں تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

درحالت تنگی وضرورت جبراً جگہ لے کر مسجد میں بڑھانا درست ہے (۳۹)۔فقط



---

(۳۸):فی الخانية: طريق للعامة هي واسع فبنى فيه أهل المحلة مسجداً للعامة ولايضر ذلک قالوا لابأس به. هكذا روى عن أبى حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالى لان الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضا.(الفتاوى الخانية هامش على الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ج: ۳، ص: ۲۹۲، ۲۹۳)

وفى الفتح: وفى كتاب الكراهية من الخلاصة عن الفقيه أبى جعفر عن هشام عن محمد أنه يجوز أن يجعل شئ من الطريق مسجداً، أو يجعل شىء من المسجد طريقاً للعامة اهـ. يعنى اذا احتاجوا الى ذلک. (فتح القدير، كتاب الوقف، ج: ٦، ص: ۲۱۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۹):فى البحر: اذا ضاق المسجد على الناس وبجنبه أرض لرجل تؤخذ أرضه بالقيمة كرهاً لما روى عن الصحابة رضى اللّٰه عنهم لما ضاق المسجد

مسجد کی حفاظت کے لئے جہاد

﴿سوال﴾:

یہاں چار کوس پر ایک موضع میں ایک مسجد خام کہنہ ہے اس کو ایک کافر شہید کرا کر بتخانہ بنوانا چاہتا ہے تو حضور مسلمانوں پر اس کا روکنا فرض ہے یا مستحب ہے اور اس کافر کا مقابلہ کرنا اور یا اس میں لڑ کر شہید ہو جانا فرض ہے یا مستحب غرض یہ ہے کہ کس درجہ مسلمان اس کافر خبیث ظالم کا مقابلہ کریں یا خاموش رہیں اگر مارنا اور مرنا ضروری ہے تو خاص اس موضع مسجد کے مسلمانوں پر ضرور ہے یا جو مسلمان کہ اس قصہ کو سنے؟

﴿جواب﴾:

اس مسجد کی صیانت سب مسلمانوں پر فرض ہے مگر لڑنا ہرگز درست نہیں ہے حسب

الحرام أخذوا أرضين بكره من أصحابها بالقيمة وزادوا المسجد الحرام. (البحر الرائق، كتاب الوقف، قبيل كتاب البيع، ج: ۵، ص: ۴۲۸، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الدرالمختار: تؤخذ أرض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقمية كرهاً.

وفي الشامية تحته: قوله: (بالقيمة كرهاً) لما روى عن الصحابة رضى الله عنهم تعالى لما ضاق المسجد الحرام أخذوا ارضين بكره من أصحابها بالقيمة و زادوا في المسجد الحرام. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الوقف، قبيل مطلب في اشتراط الواقف الولاية لنفسه، ج: ٦، ص: ۵٧٧، ط، دار عالم الكتب رياض)

(وكذا في التبيين الحقائق، كتاب الوقف، ج: ۳، ص: ۳۳۱، ۳۳۲، ط، مكتبه امداديه ملتان)

قاعدہ سرکاری طور سے سرکار کی طرف رجوع کرنا چاہئے (۴۰)۔فقط



مسجد میں زیادتی کے لئے تغیر

﴿سوال﴾:

مسجد کو بعد انہدام قبلہ کی جانب اور زیادہ کر لینا اور اندرون مسجد کو فرش میں داخل کر دینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

زیادۃ فی المسجد اور اس طرح تغیر جائز ہے (۴۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۴۰):فی اکمال المعلم: فان غلب علی ظنه أن تغییره بیده یسبب منکراً أشد منه من قتله أو قتل غیره بسببه، کف یده، واقتصر علی القول باللسان، والوعظ والتخویف، فان خاف أیضاً ان یسبب قوله مثل ذلک غیر بقلبه، وکان فی سعة، وهذا هو المراد بالحدیث ان شاء اللّٰه، وان وجد من یستعین به علی ذلک استعان، مالم یؤد ذلک الی اظهار سلاح وحرب، ولیرفع ذلک الی من له الأمر ان کان المنکر من غیره، أو یقتصر علی تغییره بقلبه هذا هو فقه المسألة، وصواب العمل فیها عند العلماء المحققین.(اکمال المعلم بفوائد مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان الخ، ج: ۱، ص: ۲۹۰، ط، دار الوفاء)

(۴۱):فی الشامیة: سئل أبو القاسم عن أهل مسجد أراد بعضهم أن یجعلوا المسجد رحبة والرحبة مسجداً أو یتخذوا له باباً أو یحولوا بابه عن موضعه، وأبی البعض ذلک، قال: اذا اجتمع أکثرهم وأفضلهم لیس للأقل منعهم. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئ من المسجد طریقا، ج: ۶، ص: ۵۷۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مسجد کا ثواب اندر و باہر

﴿سوال﴾:

مسجد کے اندر باہر نماز کا ثواب برابر ہے یا کم وبیش؟

﴿جواب﴾:

اندر باہر مسجد کا ثواب برابر ہے (۴۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مسجد کے اندر وضو کرنا

﴿سوال﴾:

مسجد کے اندر بباعث دھوپ یا بارش بیٹھ کر وضو کرنا در آنحالیکہ پانی بھی وضو کا صحن مسجد میں پھیلے جائز ہے یا نہیں اور مسجد کے اندر بیٹھ کر مسجد کی دیوار سے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مسجد کے اندر وضو کرنا کہ غسالہ مسجد میں گرے حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر في المسجد، الفصل الاول فيما يصير به مسجدا وفي أحكامه وأحكام ما فيه، ج: ۲، ص: ۴۵٦)

(۴۲):في الهندية: وفناء المسجد له حكم المسجد. (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، البناب السابع فيما يفسد الصلاة ومابكره فيها، الفصل الثانى فيما بكره في الصلاة ومالابكره، ج: ا، ص: ۱۰۹)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب الامامة، ص: ۲۹۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہے(۴۳) اور تیمّم دیوار مسجد سے کرنے کو بھی بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے(۴۴)۔فقط



مسجد کی رقم سے گھنٹہ وغیرہ خریدنا

﴿سوال﴾:

مسجد کا روپیہ سے باقی رہ گیا ہے اگر اس روپیہ کو بہ اجازت چندہ دہندگان اس مسجد میں واسطے جھگڑے جماعت اور پابندی جماعت کے اس روپیہ جمع شدہ چندہ سے جو بنام مرمت مسجد کے سابق میں جمع کیا تھا اور اس مرمت سے روپیہ باقی رہ گیا اگر اس روپیہ کی گھڑی یا گھنٹہ خرید کیا جاوے تو حضور کیا حکم دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾:

جو روپیہ مرمت مسجد کے لئے آیا ہے اس میں امام یا مؤذن مقرر کر لینا درست ہے

---

(۴۳):فی البحر: وفی الخلاصة وغیرها: وبکره الوضوء و المضمضة فی المسجد الا أن یکون موضع فیه اتخذ للوضوء ولایصلی فیه. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب مایفسد ومابکره فیها، ج: ۲، ص: ۶۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی الدرالمختار: والوضوء فیما أعد لذلک.

وفی الشامیة: قوله: (والوضوء) لأن ماءه مستقذر طبعاً فیجب تنزیه المسجد عنه، کما یجب تنزیهه عن المخاط و البلغم. بدائع. (ردالمحتار علی الدرالمختار، باب مایفسد الصلاة ومابکره فیها، مطلب: فی رفع الصوت بالذکر، ج: ۲، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴۴):فی الخانیة: وبکره مسح الرجل من طین و الردغة باسطوانة المسجد أو بحائطه. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، باب التیمم، فصل المسجد، ج: ۱، ص: ۶۵)

اور گھنٹہ خریدنا بھی درست ہے(۴۵)۔فقط



جنگل میں عیدگاہ بنانا

﴿سوال﴾:

اگر غیر موقوفہ اراضی صحرائی میں باجازت زمیندار نماز عید پڑھیں تو ثواب عیدگاہ کا ملے گا یا نہیں جبکہ عیدگاہ کہنہ کا امام بدعتی ہو؟

﴿جواب﴾:

عیدگاہ کا ثواب جنگل میں نہیں ہے(۴۶)۔فقط



---

(۴۵):فی البحر: قال: والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب الی العمارة وأعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الی قدر کفایتهم، ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح..... و قوله: "الی آخر المصالح" أی مصالح المسجد فیدخل المؤذن والناظر لأنا قدمنا أنهم من المصالح، وقدمنا أن الخطیب داخل تحت الامام. (البحر الرائق، کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۵۶، ۳۵۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب: یبدأ بعد العمارة بما هو أقرب الیها، ج: ٦، ص: ۵٦۰، ۵٦۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴٦):عن علیؓ قال: الخروج الی الجبان فی العیدین من السنة. (المعجم الأوسط للطبرانی، ج: ۴، ص: ۲۲۴، رقم: ۴۰۴۰، ط، دار الحرمین)

فی الشامیة: وفی الخلاصة والخانیة: السنة أن یخرج الامام الی الجبانة. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب

مسجد میں ختم قرآن کی رات ضرورت سے زیادہ روشنی

﴿سوال﴾:

ختم قرآن کی رات کو روشنی حد سے زیادہ کرنا یعنی صدہا چراغ جلانا اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

روشنی زائد از حد ضرورت داخل اسراف اور حرام ہے خواہ ختم قرآن شریف میں ہو یا اور کسی مجلس میں اور ایسی جگہ جانا درست ہے (۴۷)۔ فقط



على السنة وبالعكس، ج: ۳، ص: ۴۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي الهندية: الخروج الى الجبانة في صلاة العيد سنة. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج: ۱، ص: ۱۵۰)

(۴۷): في البحر: وفي القنية: واسراج السرج الكثيرة في السكك والأسواق ليلة البراءة بدعة، وكذا في المساجد ويضمن القيم، وكذا يضمن اذا أسرف في السرج في رمضان وليلة القدر. (البحر الرائق، كتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۳۵۹، ۳۶۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي نفع المفتي والسائل: الاستفسار: اسراج السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة الراءة، أو ليلة القدر في الأسواق والمسجد، كما تعارف في أمصارنا، هل يجوز؟

الاستبشار: هو بدعة، كذافي خزانة الروايات عن القنية. (مجموعة رسائل اللكنوى، نفع المفتي والسائل بجمع متفرقات المسائل، ج: ۴، ص: ۱۹۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشي)

مسجد میں دیا سلائی جلانا

﴿سوال﴾:

دیا سلائی گندھک کی جس سے چراغ روشن کرتے ہیں اور بوقت روشن کرنے کے اس سے بدبو نکلتی ہے مسجد میں جلانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس شئے میں بدبو ہو اس کو مسجد میں لے جانا اور بدبو کا مسجد میں پیدا کرنا منع ہے یہاں تک کہ پیاز کھا کر بدبودار دہن کے ساتھ دخول مسجد کو حرام لکھا ہے پھر گندھک بدبو مسجد میں پھیلانا کس طرح درست ہوگا (۴۸)۔ چراغ خارج مسجد روشن کر کے لے جاوے یا موم کی دیا سلائی سے روشن کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۴۸): عن بكر بن سوادة حدثه، أن أبا النجيب مولى عبدالله بن سعد حدثه، أن أبا سعيد الخدرى، حدثه، أنه ذكر عند رسول اللهﷺ الثوم والبصل، وقيل: يا رسول الله، وأشد ذلک كله الثوم، أفتحرمه؟ فقال النبیﷺ: كلوه، ومن أكله منكم فلايقرب هذا المسجد حتى يذهب منه ريحه. وفى البذل تحت هذا الحديث: وهذا الحديث والأحاديث التى فى الباب تدل على أن أكل البصل والكراث والثوم مطبوخاً كتان أو غير مطبوخ جائز، وعليه أن يعقد فى بيته، ولايحضر المسجد والجماعة حتى يذهب ريحه، وكذا من به جرح متعفن يخرج منه رائحة، وصاحب البحر والدفر، دواء كريه الرائحة يؤذى الناس بريحه، لايجوز لهم الخروج الى المسجد، والشهود الى الجماعة، والله تعالى اعلم. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الأطعمة، باب فى الثوم، ج: ۱۱، ص: ۵۵۰، ۵۵۱، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

الأول فيما تصان عنه المساجد يجب ان تصان عن ادخال الرايحة الكريهة

مسجد میں چارپائی بچھانا

﴿سوال﴾:

مسجد میں واسطے سونے کے مسافر یا مقیم کو چارپائی بچھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

مسجد میں چارپائی بچھانا مسافر اور مقیم کو دونوں کو درست ہے(۴۹)۔فقط



لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والنكراث فلايقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى منه بنو آدم. (غنية المستملى فى شرح منية المصلى، فصل فى احكام المسجد، ص: ٦١٠)

(۴۹):عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبيﷺ كان اذا اعتكف طرح له فراشه أو يوضع له سريره وراء أسطوانة التوبة. رواه ابن ماجة ورجاله ثقات. [نيل ۴/ ۱۴۷]. (اعلاء السنن، ابواب الصيام، باب جواز طرح الفراش فى المسجد للمعتكف، ج: ٦، ص: ۱۸۴، رقم: ۲۵۴۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية بيروت لبنان)

باب نذر اور قسم کا بیان

نذر کا پورا کرنا کب واجب ہے

﴿سوال﴾:
اگر کسی شخص نے نذر کی تو قبل حصول منذور کے ایفاء نذر کا واجب ہو جاتا ہے یا بعد میں؟

﴿جواب﴾:
قبل حصول مراد ایفاء نذر درست ہے مگر واجب نہیں ہوتا وجوب بعد حصول کے ہوتا ہے(۱)۔ فقط



نذر اللہ کا کھانا کون کھا سکتے ہیں

﴿سوال﴾:

---

(۱):فی البدائع: وان کتان (النذر) معلقاً بشرط نحو أن یقول ان شفی اللّٰہ مریضی أو ان قدم فلان الغائب فللّٰہ علی أن أصوم شھراً أو أصلی رکعتین أو أتصدق بدرھم ونحو ذلک فوقته وقت الشرط فما لم یوجد الشرط لایجب بالاجماع ولو فعل ذلک قبل وجود الشرط یکون نفلا. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الذر، فصل وأما حکم الذر، ج: ۵، ص: ۹۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: أجمع أصحابنا رحمھم اللّٰہ أن الذر بالعبادات اذا کان معلقا بالشرط وأداھا قبل وجود الشرط لایجوز سواء کانت العبادة بدنیة أو مالیة. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الایمان، الفصل السادس والعشرون فی النذور، ج: ٦، ص: ۲۹۲، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

ایک غریب حاجت مند و بے روزگار نہایت مایوس ہے اور ایک متمول نے کہا کہ چند روپیہ واسطے نذر کے مقرر کر کے ہم کو دو ہم نذر اللہ کریں گے شخص حاجت مند نے حسب فرمائش عمل کیا اور حاجت پوری ہوگئی روپیہ مذکورہ حق مساکین ہے یا آشنایان و دوستان۔ صاحب متمول مذکور اور صاحب متمول درصورت خورد ونوش مواخذہ دار ہوئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

نذر کا مال فقراء کو دینا واجب ہے اگر دوست آشنا مالدار وں شہدوں کو دے گا تو ان کو ان کا کھانا حرام ہے اور نذر کرنے والے کے ذمہ سے ادا نہیں ہوتا (۲)۔



(۲):فی الدرالمختار: مصرف الزكاة والعشر...هو فقير، وهو من له أدنى شيء.

وفی الشامية تحته: وهو أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما فی القهستانی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۲۸۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفيه ايضاً: قوله:(ويأكل من لحم الأضحية الخ) هذا فی الأضحية الواجبة والسنة سواء اذا لم تكن واجبة بالنذر، وان وجبت به فلايأكل منها شيئاً ولايطعم غنياً سواء كتان الناذر غنياً أو فقيراً، لأن سبيلها التصدق. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الأضحية، ج: ۹، ص: ۴۷۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی التاتارخانية: وفی نوادر هشام عن محمد: اذا نذر بذبح شاة لايأكل الناذر منها، ولو أكل فعليه قيمة ما أكل أو مثله. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الزكوة، الفصل السادس عشر فی ايجاب الصدقة وما يتصل به من الهدی، ج: ۳، ص: ۲۶۲، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

نذر کا کھانا نذر کرنے والا کھا سکتا ہے یا نہیں

﴿سوال﴾:

یہ کہا کہ اگر میرا فلان عزیز اچھا ہو جاوے تو کھانا یا جانور ذبح کر کے للہ دوں گا اب یہ نذر ماننے والا خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ایسے نذر و منت کی اور جو شے ہو اس سے کھانا حرام ہے اور کسی غنی کو نہ دینا چاہئے نہ نذر کنندہ کے ماں باپ اور بیٹا بیٹی کو اس میں سے کھانا درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



نذر کا روپیہ اغنیاء یا اعزہ کو کھلانے کا حکم

﴿سوال﴾:

ایک شخص نے نذر آٹھ آنہ کی شیرینی مسجد میں دینے کی مانی اب اس نے نصف مسجد

---

(۳):فی البحر: لایجوز الدفع الی أبیه وجده وان علا ولا الی ولده وولد ولده وان سفل لأن المنفعة لم تنقطع عن المملک من کل وجه کما قدمه فی تعریف الزکاة... هذا الحکم لایخص الزکاة بل کل صدقة واجبة لایجوز دفعها لهم کأحد الزوجین کالکفارات وصدقة الفطر والنذور. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ۲، ص: ۴۲۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التبیین: ویأکل من لحم الأضحیة ویؤکل غنیا او یدخر.....وهذا فی الاضحیة الواجبة والسنة سواء اذا لم تکن واجبة بالنذر وان وجبت بالنذر فلیس لصاحبها أن یأکل منها شیأ ولا أن یطعم غیره من الأغنیاء سوا کان الناذر غنیا أو فقیراً لان سبیلها التصدق. (تبیین الحقائق، کتاب الأضحیة، ج: ٦، ص: ۸، ط، مطبعة الکبری الامیریة مصر)

میں دی، نصف اہل خانہ اپنے تقسیم کی یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ نذر اس کے ذمہ واجب ہوگی اب آٹھ آنہ نقد یا اس کی کوئی شئے للہ فقراء کو دینی چاہئے مسجد میں اغنیا کو دینا یا اپنے گھر اپنے ماں باپ اولاد کو یا میاں بیوی کو یا ایسے لوگوں کو دینا جو غنی ہوں ہرگز کافی نہیں ہوسکتا (۴)۔فقط



مسجد میں کھانا بھیجنا

﴿سوال﴾:

کوئی شخص کھانا پکا کر واسطے نمازیوں کے مسجد میں بھیجے اس کھانے کو مؤذن مسجد اپنا حق جان کر اوروں کو نہ دے یہ کیسا ہے کہ بعض نمازی مؤذن کو دینا چاہیں بعض خود لینا بخیال نذر و نا ذر کے پس ثواب کس صورت میں زیادہ ہے ایک کھانے میں یا تقسیم میں؟

﴿جواب﴾:

اس کا مدار دینے والے کی نیت پر ہے جس کو دینے کی نیت ہو اور اگر وہ کھانا نذر کا ہے

---

(۴):فی مراقی الفلاح: ولایصح دفعها لکافر وغنی یملک نصاباً، أو ما یساوی قیمته من أی مال کان فاضل عن حوائجه الأصلية وطفل غنی وبنی هاشم ومواليهم.... و أصل المزکی وفرعه.

وفی حاشية الطحطاوی تحته: وهذا الحکم لایخص الزکاة، بل کل صدقة واجبة کتالکفارات، وصدقة الفطر، والنذور لایجوز دفعها اليهم. (حاشية الطحاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، کتاب الزکاة، باب المصرف، ص: ۷۲۰، ۷۲۱، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

تو فقراء کو جائز اغنیاء کو حرام (۵)۔فقط



کسی کے نام پر مرغا یا بکرا ذبح کرنا

﴿سوال﴾:

کسی کے نام کا بکرا یا مرغا ذبح کرنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے نام پر ہو حرام ہے عمرو کہتا ہے کہ جو ذبح کے وقت اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے تو حرام ہو جاتا ہے اور وقت میں نام لینے سے حرام نہیں ہوتا اگر غیر وقت میں نام لینے سے حرام ہو جایا کرے تو سب بیل بکری حرام ذبح ہوتے ہیں اس لئے کہ جو کوئی بکرا لاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کا بکرا اس پر بھی بکرا اللہ کے سوا غیر کا نام آ گیا اس کا جواب صحیح کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾:

جو جانور غیر کے نام ہو اس کو اس ہی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور جانور حرام ہی رہتا ہے (۶) ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی بکرا کا کہنا بوجہ مالک ہونے

---

(۵):فی المختار: (مصارف الزکوۃ)وھم الفقیر وھو الذی له ادنی شئ..... ولا یدفعھا.... الی غنی.

وفی الاختیار تحته: قال: (ولا الی غنی) لقوله علیه الصلاة والسلام "لاتحل الصدقة لغنی".... وکذلک الحکم فیما سوی الزکاة من الصدقات الواجبات کصدقة الفطر والکفارات والعشور والنذور وغیر ذلک، لأنھا فی معنی الزکاة، فانه یطھر نفسه بأداء الواجب واسقاط الفرض. (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکوۃ، باب مصار الزکوۃ، ج: ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۶):قال اللّٰه تبارک وتعالٰی: انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر

کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم وقربت کا کہنا حرام ہے اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں (۷) تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے دونوں میں فرق ہے۔ فقط



وما اهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم.

وفي تفسير حدائق الروح تحت هذه الآية: وقد نص الفقهاء على أن كل ما ذكر عليه اسم غير الله، ولو مع اسم الله، فهو محرم.....وقال العلماء: لو أن مسلماً ذبح ذبيحة، وقصد بذحها التقرب الى غير الله صار مرتداً، وذبيحته ذبيحة مرتد لايحل أكلها.(تفسير حدائق الروح والريحان، ج:۳،ص: ۱۰۲،۱۰۳،ط،دار طوق النجاة بيروت)

فكل ما نودى عليه لغير الله فهو حرام وان ذبح باسم الله حبث اجمع العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبيحة وقصد بذبحها التقرب اى غير الله صار مرتدا وذبيحته ذبيحة مرتد. (الحواشي المفيدة على التفسير البيضاوى، ص: ۱۲۹، رقم الحاشية: ۸)

في الدرالمختار: ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير الله ولو....ذكر اسم الله تعالى. (الدرالمختار معه ردالمحتار، كتاب الذبائح، قبيل كتاب الأضحية، ج: ۹، ص: ۴۴۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۷):في الدر المختار: الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره. الخ.

وفي الشامية تحته: قوله: (بعبادة ما) أى سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غير ذلک من زيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما في الهنديه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير،مطلب، في اهداء ثواب الأعمال للغير، ج: ۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم

ناجائز اشیاء بیچ کر نذر اللہ کرنا

﴿سوال﴾:

ایک شخص زمانہ سابق میں تعزیہ بناتا تھا پھر اس نے تعزیہ بنانے سے توبہ کی اور اس کے متعلق جو ڈھول تاشے اور طبل وغیرہ تھے اس کو تعزیہ داروں کے ہاتھ فروخت کرکے اس کی قیمت سے اللہ کے نام کی نذر کی تو اس نذر و نیاز کا کھانا درست ہے یا نہیں اور ایسے مال کی نیاز شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی نذر و نیاز سے امید ثواب رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

جس شئے سے گناہ کرتے ہوں اس کی بیع حرام ہے اور ڈھول تاشا معصیت کا آلہ ہے اس کی بیع حرام ہے(۸) اور قیمت اس کی بھی حرام اس سے نذر و نیاز بھی کرنا حرام ہے اور اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ تحریمہ ہے(۹) اور توقع ثواب بھی ایسے کھلانے کا گناہ اور

الکتب ریاض)

(۸):فی الدر المختار: ویکرہ تحریما بیع السلاح من أھل الفتنۃ ان علم لأنہ اعانۃ علی المعصیۃ وبیع ما یتخذ منہ کالحدید.

وفی الشامیۃ: قولہ: (لأنہ اعانۃ علی المعصیۃ) لأنہ یقاتل بعینہ، بخلاف مالایقاتل بہ الا بصنعۃ تحدث فیہ کالحدید ونظیرہ کراھۃ بیع المعازف لأن المعصیۃ تقام بھا عینھا. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الجھاد، باب البغاۃ، مطلب: فی کراھۃ بیع ما تقوم المعصیۃ بعینہ، ج: ۶، ص: ۴۲۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۹):عن عمران بن حصین قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن اجابۃ طعام الفاسقین. (المعجم الکبیر للطبرانی، ج:۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ)

فی الھندیۃ: أھدی الی رجل أو أضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلابأس

اندیشہ کفر ہے(۱۰) مگر کفر نہیں کہہ سکتے واجب تھا کہ آلات کو توڑ کر جلا دیتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اللہ کے سوا کسی کی نذر کرنا

﴿سوال﴾:

کسی بزرگ اور ولی کی زیارت کو جانا اور مدد و حاجت روائی میں چاہنا اور نذر کرنی کہ اگر یہ کار و حاجت میری برآوے گی تو دس روپیہ خیرات و صدقہ کروں گا روا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

زیارت بزرگوں کی درست ہے مگر بطریق سنت جاوے(۱۱) اور مدد مانگنا اولیاء سے

الا أن یعلم بأنه حرام فان کان الغالب هو الحرام ینبغی أن لایقبل الهدیة و لایأکل الطعام. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا و الضیافات، ج: ۳۴۲/۲)

(۱۰):فی الدرالمختار: وفی شرح الوهبانیة عن البزازیة: انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی.

وفی الشامیة تحته: رجل دفع الی فقیر من المال الحرام یرجو به الثواب یکفر...قلت: الدفع الی الفقیر غیر قید، بل مثله فیما یظهر لو بنی من الحرام بعینه مسجداً ونحوه مما یرجو به التقرب لأن العلة رجاء الثواب فیما فیه العقاب، ولایکون الا باعتقاد حله. قوله: (اذا تصدق بالحرام القطعی) أی مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله کما مر، فافهم. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج: ۳، ص: ۲۱۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۱):فی البحر: قال فی البدائع: ولابأس بزیارة القبور والدعاء للأموات ان کانوا مؤمنین من غیر وطء القبور لقوله صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا هذا اهـ. وصرح فی المجتبی

حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی شرک ہے(۱۲) اور یہ نذر کرنا کہ اگر حق تعالیٰ میرا کام کردیوے تو ولی کے نام دس روپیہ حق تعالیٰ کے نام پر صدقہ کروں گا درست ہے اور جو یوں کہے کہ اگر میرا کام ہوگیا تو ولی کے نام دس روپیہ دوں گا تو یہ نذر حرام اور ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہوتی ہے اور عبادت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی درست نہیں۔

بأنها مندوبة..... وكان ﷺ يعلم السلام على الموتى السلام عليكم أيها الدار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله لاحقون، أنتم لنا فرط ونحن لكم تبع فنسأل الله العافية. (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، قبيل باب صلاة الشهيد، ج: ۲، ۳۴۲، ۳۴۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

في الشامية: وفي الحديث المتفق عليه: ”لاتشد الرحال الا لثلاثة مساجد: المسجد الحرام ومسجدي هذا، والمسجد الأقصى“، والمعنى كما أفاده في الاحياء أنه لاتشد الرحال لمسجد من المساجد الا لهذه الثلاثة لما فيها من المضاعفة، بخلاف بقية المساجد فانها متساوية في ذلك، فلا يرد أنه قد تشد الرحال لغير ذلك كصلة رحم وتعلم علم وزيارة المشاهد كقبر النبي ﷺ وقبر الخليل وسائر الأئمة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كاب الحج، باب الهدي، قبيل مطلب في المجاورة بالمدينة المشرفة ومكة المكرمة، ج: ۴، ص: ۵۴، ۵۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۲):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسي البغدادي رحمه الله تعالیٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالیٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدي فلان أغثني، وليس ذلك من التوسل المباح في شيء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلك، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه.(روح المعاني،[المائدة: ۳۵]، ج: ۶، ص: ۲۸، ط، دار أحياء التراث العربي)

ہاں اگر یوں کہے کہ اگر حق میرا کام کردیوے تو دس روپیہ کا ثواب حق تعالیٰ کے واسطے فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں نذر غیر اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے ثواب پہنچانا ہے نذر حق تعالیٰ ہی کی ہے(۱۳)۔



(۱۳):فی البحر: وقدمنا أن النذر لایصح بالمعصیة للحدیث ”لانذر فی معصیة اللّٰہ تعالی“ فقال الشیخ قاسم فی شرح الدرر: وأما النذر الذی ینذره أکثر العوام علی ما هو مشاهد کأن یکون لانسان غائب أو مریض أو له حاجة ضروریة فیأتی بعض الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه فیقول یا سیدی فلان ان رد غائبی أو عوفی مریضی أو قضیت حاجتی فلک من الذهب کذا أو من الفضة کذا أو من الطعام کذا أو من الماء کذا أو من الشمع کذا أو من الزیت کذا، فهذا النذر باطل بالاجماع لوجوه منها: أنه نذر مخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لأنه عبادة والعبادة لاتکون للمخلوق. ومنها أن المنذور له میت والمیت لایملک. ومنها ان ظن أن المیت یتصرف فی الأمور دون اللّٰه واعتقاده ذلک کفر اللّٰهم الا أن قال یا اللّٰه انی نذرت لک ان شفیت مریضی أو رددت غائبی أو قضیت حاجتی أن أطعم الفقراء الذین بباب السدة نفیسة أو الفقراء الذین بباب الامام الشافعی أو الامام اللیث أو أشتری حصراً لمساجدهم أو زیتا لوقودها أو دراهم لم یقوم بشعائرها الی غیر ذلک مما یکون فیه نفع للفقراء والنذر للّٰه عزوجل. وذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقیه القاطنین برباطه أو مسجده أو جامعه فیجوز بهذا الاعتبار. (البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، قبیل باب الاعتکاف، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ۵۲۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ملفوظ

اگر کسی نے نذر کی تو اس کے پورا کرنے کے لئے اس پر جبر

جس شخص نے التزام فی جوڑہ ایک فلوس کا کیا ہے وہ اس کا محض احسان وصدقہ ہے اس پر جبر نہیں اگر فی الحال اس نے انکار کر دیا خیرات وصدقہ ترک کیا اس میں جبر نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے نذر کر لی ہے تاہم اداءنذر پر کسی جبر نہیں پہنچتا۔



کتاب شکار اور ذبح کے مسائل

دریائی جانور ادو بلاؤ کے انڈے

﴿سوال﴾:

ایک جانور دریائی ادو بلاؤ ہوتا ہے اس کے انڈے خوشبودار ہوتے ہیں اور مشک کے مشابہ ان کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر وہ جانور دریائی ہے تو اس کے اجزاء پاک ہیں۔ فقط



جھینگوں کا کھانا

﴿سوال﴾:

جگری اور جھینگوں کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جھینگا خشکی کا حشرات میں ہے حرام ہے(۱) اور دریائی غیر ماہی ہے سوائے ماہی کے

---

(۱):قال العلامة محمود حسن الکنکوھی نور اللہ مرقدہٗ: حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی جائز ہے، اور کوئی جانور جائز نہیں، جھینگا مچھلی اگر مچھلی ہی کی قسم ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ علامہ دمیری شافعیؒ نے حیوٰۃ الحیوان، ص:۳۷۱، میں لکھا ہے، اور اسی سے تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی، ص:۵۰، میں نقل کیا ہے۔ اگر یہ مچھلی کی قسم نہیں، بلکہ کوئی اور جانور ہے محض نام ''جھینگا مچھلی''، مشہور ہو گیا ہے تو یہ جائز نہیں، جیسا کہ فتاوی رشیدیہ:۱۲۲/۲، میں ہے۔ مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ:۱۱۰/۲، میں دونوں قول نقل کئے ہیں حمادیہ کی عبارت نقل کی ہے:

''الدود الذی یقال ''جھینگا'' حرام عند بعض العلماء، لأنہ لایشبہ السمک،

سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں (۲) اور جگری کو بندہ نہیں جانتا کہ کیا شئے ہے۔فقط



خرگوش کا حکم

﴿سوال﴾:

خرگوش دو قسم ہیں دونوں قسم کے گوشت کھانا درست ہیں یا نہیں بعض کے کان بلی کی طرح کے ہیں اور بعض کے بکری کی طرح فقط؟

﴿جواب﴾:

خرگوش دونوں قسم مباح ہے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



فانما یباح عندنا میں صید البحر أنواع السمک، وھذا لایکون کذلک، وقال بعضھم: حلال، لأنه یسمی باسم السمک، اھ".

۳/۱۰۴، ۱۰۷، میں بھی دونوں قول نقل کئے ہیں۔

تذکرۃ الخلیل، ص: ۲۰۰، میں عدم جواز کا فتوی ہے، یہی راجح ہے، نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے، لقوله ﷺ: دع مایریبک الی مالایریبک. الحدیث. فقط واللہ سبحانه تعالیٰ اعلم. (فتاوی محمودیه، کتاب الحظر والاباحة، باب الانتفاع بالحیوانات، الفصل الأول فی السمک، ج: ۱۸، ص: ۲۱۲، ۲۱۳)

(۲):فی البدائع: أما الذی یعیش فی البحر فجمیع ما فی البحر من الحیوان محرم الأکل الا السمک خاصة فانه یحل أکله الا ما طفا منه وھذا قول أصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم. (البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الذبائح والصیود، ج: ۵، ص: ۳۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳):فی الکنز: وحل الأرنب.

بگلے کا حکم

﴿سوال﴾:
بگلا حلال ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
بگلا حلال ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



وفی البحر تحته: قال رحمه اللّٰه: (وحل الأرنب) لأنه عليه الصلاة والسلام أمر أصحابه أن يأكلوه حين أهدى اليه مشويا. رواه أحمد والنسائی. ولأنه ليس من السباع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الذبائح، ج: ۸، ص: ۳۱۳، ۳۱۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی مجمع الانهر فی شرح ملتقى الابحر، كتاب الذبائح، ج: ۴، ص: ۱۶۲، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۴):فی الهندية: ومالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركی والغراب الذی يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالاجماع كذا فی البدائع. (الفتاوی الهندية، كتاب الذبائح، الباب الثانی فی بيان ما يؤكل من الحيوان وما لايؤكل، ج: ۵، ص: ۲۸۹)

وقال العلامة محمد يوسف اللدهيانوی نور اللّٰه مرقدهٗ: بگلا حلال ہے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۵،ص: ۵۰۶، ط، مکتبہ لدھیانوی کراچی/ وکذا فی احسن الفتاوی، کتاب الصید والذبائح، ج:۷،ص: ۴۱۰، ط، ایچ ایم سعید کراچی)

اوجھڑی کا کھانا

﴿سوال﴾:

اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

اوجھڑی کا کھانا حلال ہے(۵)۔



اوجھڑی یعنی آنت یا جگری کھانا

﴿سوال﴾:

اوجھڑی یعنی آنت اور اس کو جگری بھی کہتے ہیں کہ پیٹ میں ہوتی ہے اور اس میں پیشاب وگوبر رہتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اوجھڑی کھانی درست ہے(۶) فقط۔



---

(۵): قال العلامة الشاہ اشرف علی التھانوی نور اللّٰہ مرقدہٗ: اوجھڑی کی حلت اس لئے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں، فقہاء نے اشیائے حرام کو شمار کر دیا ہے، یہ ان کے علاوہ ہے، یہ شمار درمختار کے مسائل شتیٰ میں مذکور ہے۔ والغدۃ، والخصیۃ، والمثانۃ، والمرارۃ، والدم المسفوح، والذکر. اھ. (امداد الفتاوی، ج: ۸، ص: ۵۹۰، ط، زکریا بکڈپو دیوبند)

(وکذا فی کتاب النوازل، ج: ۱۴، ص: ۴۰۱، ط، المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد الھند)

(۶): قال العلامة الفقیہ محمد کفایت اللّٰہ الدھلوی نور اللّٰہ مرقدہٗ: اوجھڑی

اوجھڑی اور کھیری کا کھانا

﴿سوال﴾:
گائے کی اوجھڑی اور بکری کی کھیری کھانی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
درست ہے(۷)۔فقط



حلال جانور کی حرام اشیاء

﴿سوال﴾:
حلال جانور کے گوشت بکری وگاؤ وطیور وغیرہ میں کون کون چیز حلال ہے کون کون چیز حرام؟

﴿جواب﴾:
سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں(۸) ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود، حرام

کھانا بلا کراہت جائز ہے۔(کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹،ص:۱۴۴، ط، دارالاشاعت کراچی)

وقال العلامة شبير احمد القاسمي دامت بركاتهم: مأکول اللحم جانوروں کی اوجھڑی کھانا حلال اور جائز ہے۔(فتاوی قاسمیہ، ج:۲۴،ص:۱۶۳، ط، مکتبہ زکریا دیوبند)

(۷):قال العلامة محمود حسن الكنكوهي نور الله مرقدهٔ: پچونی اور لاد (انتڑی اور اوجھڑی) کھانا شرعاً درست ہے، خوب پاک صاف کر کے کھائیں۔(فتاوی محمودیہ، باب الذبائح، ج:۱۷،ص:۲۹۴)

(۸):في الهندية: كره من الشاة الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر والنخاع الصلب. (الفتاوى العالمكيرية، مسائل شتى، ج:

مغز پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ، مراد جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے۔ اور خون سائل قطعی حرام ہے باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے۔ مگر بعض روایات میں گردے کی کراہت لکھتے ہیں۔ اور کراہت تنزیہہ پر حمل کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



۶، ص: ۴۴۵)

ملفوظات

بوم کی حلت

﴿۱﴾ بوم حلال نہیں ہے(۹) اور جن فقہاء نے اس کو حلال لکھا ہے ان کو اس کے حال کی خبر نہیں ہوئی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم مورخہ ۲۹، ربیع الثانی ۱۳۲۱ ہجری۔



ہندو اور کافر کے گھر کی شئی کی حلت وحرمت اور ذبیحہ کے متعلق اس کا قول

﴿۲﴾ ہندو کی اور کافر کے گھر کی شئے اگر بظن غالب حلال ہے تو کھانا اس کا درست ہے(۱۰) مگر قول حل وحرمت میں کافر کا معتبر نہیں (۱۱) تو ذبیحہ میں قول کافر کہ ذبح

---

(۹):فی حیاة الحیوان: البوم والبومة: بضم الباء: طائر.....یحرم اکل جمیع انواعها قال الرافعی: ذکر ابو عاصم العبادی، أن البوم حرام کالرخم. (حیاة الحیوان الکبری، ج: ۱، ص: ۵۲۴، ۵۲۷، ط، دار البشائر دمشق)

(۱۰):حدثنا جریر عن مغیرة عن أبی وائل وابراهیم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس، من جنبهم، وخبزهم. فأکلوا ولم یسألوا عن شئ من ذلک. (المصنف لابن أبی شیبة، کتاب السیر، باب ماقالوا فی طعام المجوس وفواکههم، ج: ۱۱، ص: ۲۷۳، رقم: ۳۳۲۱۷، ط، مکتبة الرشد ریاض)

فی التاتارخانیة: ولابأس بطعام الیهودی والنصاری من أهل الحرب أو من غیر أهل حرب، وکذا یستوی الجواب بین أن یکون الیهود والنصاری من بنی اسرائیل أو غیر النصاری من العرب. ولابأس بطعام المجوسی کلها الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی أهل الذمة والأحکام التی تعود الیهم، ج: ۱۸، ص: ۱۶۶، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۱۱):فی الکنز: ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة.

کردہ مسلم ہے لغو ہوا اور اس کے گھر کے طعام میں جو بظن غالب ویقین حلال ہے حلت ہوئی نہ بقول کافر بلکہ بعلم خود اگر ذبیحہ میں بھی یہی کیفیت پیش آوے کہ وہ کافر کچھ نہیں کہتا بلکہ مسلمان اپنے علم وتحقیق پر ذبیحہ مسلم جانتا ہے تو حلال ہوتا ہے پس فرق واضح ہے کہ مسئلہ کی بناء قول کافر کے غیر معتبر ہونے میں ہے اور بس فقط ورنہ کفار کے گھر کا گوشت خود فخر عالم علیہ السلام نے بھی کھایا تھا (۱۲)۔ فقط والسلام



وفی التبیین تحته: (ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة) وهذا سهو لان الحل والحرمة من الدیانات ولایقبل قول الکافر فی الدیانات وانما یقبل قوله فی المعاملات خاصة للضرورة. (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، ج:٦، ص: ١١، ١٢، ط، مطبعة الکبری الامیریة مصر)

وفی الهندیة: ولایقبل قول الکافر فی الدیانات. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد، الفصل الاول فی الاخبار عن أمر دینی الخ، ج: ۵، ص: ۳۰۸)

(۱۲): عن أنس، أن امراة یهودیة أتت رسول اللهﷺ بشاة مسمومة فأکل منها. الخ. وفی الفتح تحت هذا الحدیث: قوله: (أن امرأة یهودیة) ذکر أصحاب السیر أن اسمها زینب بنت الحارث، وزوجها سلام بن مشکم، وذکر أبو داؤد فی سننه أنها أخت مرحب، وتفصیل القصة ما ذکره ابن هشام فی سیرته (۴: ۴۴) روایة عن ابن اسحاق، قال: فلما اطمأن رسول اللهﷺ أهدت له زینب بن الحارث، امرأة سلام بن مشکم، شاة مصلیة، وقد سألت: أی عضو من الشاة أحب الی رسول اللهﷺ؟ فقیل لها: الذراع فأکثرت فیها من السم، ثم سمت الشاة، ثم جاء ت بها، فلما وضعتها بین یدی رسول اللهﷺ تناول الذراع، الخ. (تکملة فتح الملهم، کتاب الطب، باب السم، ج: ۴، ص: ۲۷۰، ۲۷۱، رقم: ۵٦٦۹، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبان)

کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل

قربانی کب واجب ہوتی ہے

﴿سوال﴾:

مسئلہ جس شخص کے پاس بغیر زمین زیور وغیرہا نصاب زکوۃ نہ ہو قربانی اس کے حق میں واجب ہے یا مستحب؟

﴿جواب﴾:

اگر کسی کے پاس زمین اس قدر ہے کہ سال بھر روٹی اس کی اور اس کے عیال کی اس سے چلتی ہو اور بقدر پچاس روپیہ کے پھر بھی ہوں تو ان دونوں پر قربانی واجب ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱):في المحيط: قال القدوري في شرحه: الأضحية واجبة عند أصحابنا رحمهم اللّٰه تعالىٰ....وشرط وجوبها اليسار عند أصحابنا، والموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم، أو عشرون ديناراً، أو شئ يبلغ ذلك سوى مسكنه، ومتاعه، ومركوبه، وخادمه، في حاجته التي لايستغني عنها. ولو جاء يوم الأضحى ولامال له، ثم استفاد مائتي درهم، فعليه الأضحية، وان كان له عقار و مستغلات ملك فيه.(المحيط البرهاني، كتاب الأضحية، الفصل الأول في بيان وجوب الأضحية ومن تجب عليه، ومن لاتجب عليه، ج: ۸، ص: ۴۵۵، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

قربانی کا جانور کس عمر کا ہو

﴿سوال﴾:
قربانی اور عقیقہ کے بکری یا بھیڑ کا بچہ فربہ چھ ماہ یا سات ماہ کا قربانی کرنی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
بکری سال سے کم کی درست نہیں مگر بھیڑ، دنبہ چھ مہینہ کا اگر خوب فربہ ہو تو درست ہے(۲)۔



(۲):عن جابر قال: قال رسول اللهﷺ: لاتذبحوا الا مسنة، الا أن يعسر عليكم جذعة من الضأن. وفى البذل تحت هذا الحديث: (الا أن يعسر عليكم) أى: المسنة ولم تجدوها (فتذبحوا جذعة من الضأن) وهو من الضأن ما تمت له ستة أشهر، كذا فى الهداية، وفسره فى شرح الملتقى: "شرعاً" بما أتى عليه أكثر الحول عند الأكثر، وقيد بقوله: "شرعاً" لأنه فى اللغة ما تمت له سنة، قيد فى الحديث بالضأن، لأنه لايجوز الجذع من المعز وغيره بلاخلاف، وقيده الفقهاء بشرط أن يكون لو خلط بالثنايا لايمكن التميز من بعد، فلو صغير الجثة لايجوز الا أن يتم له سنة.(بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الضحايا، باب مايجوز فى الضحايا من السن، ج: ۹، ص: ۵۴۲، ۵۴۳، رقم: ۲۷۹۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى التبيين: وجاز الثنى من الكل والجذع من الضأن..... وقال عليه الصلاة والسلام يجوز الجذع من الضأن أضحية رواه أحمد وابن ماجة وقالوا اذا كان الجذع عظيما بحيث لو خلط بالثنيات يشبه على التاظر من بعد، والجذع من الضأن ما تمت له ستة أشهر عند الفقهاء. (تبيين الحقائق، كتاب الاضحية، ج: ٦، ص: ٧،

میت کی طرف سے قربانی کرنے پر گوشت کی تقسیم کیسے ہو

﴿سوال﴾:

قربانی اگر میت کی طرف کی جاوے بموجب اس کی وصیت کے یا بغیر وصیت کے اس گوشت کو اپنے صرف میں لانا اور اقرباء کو تقسیم کرنا چاہئے یا صرف فقراء ومساکین کو ہی تقسیم کردینا چاہئے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں سے اپنے صرف میں لانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

قربانی کسی میت کی طرف سے یا فخر عالم علیہ السلام کی طرف سے یا کسی شیخ ومقرب کی طرف سے کرنا درست ہے مگر جو بوصیت ہو اس کا گوشت سب کا سب فقراء کو تقسیم کرنا لازم ہے اور جو خود اپنی طرف سے کرتا ہے اس کا حال مثل اپنی قربانی کے ہے خود کھاوے چاہے ہدیہ دیوے چاہے مساکین کو دیوے (۳)۔ فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم



ط، مطبعة الاميرية مصر)

(۳):في البزازية: وأجاز نصير بن يحيى ومحمد ابن سلمة ومحمد بن مقاتل فيمن يضحى عن الميت أنه يصنع به مثل ما يصنع بأضحية نفسه من التصدق والاكل والاجر للميت والملك للذابح.....وقال الصدر المختار أنه ان ضحى بأمر الميت لايأكل منها. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الفصل السابع فى التضحية عن الغير، ج: ٦، ص: ٢٩٥)

(وكذا فى ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الأضحية، ج: ٩، ص: ۴۷۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

میت کی طرف سے قربانی کرنا اس کا گوشت کھانا

﴿سوال﴾:
میت کی طرف سے قربانی کرنے میں خود کھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
میت کی طرف سے بغیر اس کی وصیت کے اپنے پاس سے بطور تنفل جو قربانی کی جاوے اس میں سے جس قدر رکھاوے یا کسی کو دے درست ہے(۴) اور قربانی نذر مان کر کی جاوے اس سے کھانا نادرست ہے(۵)۔ فقط



(۴):في اعلاء السنن: من ضحى عن الميت يصنع، كما يصنع في أضحية نفسه من التصدق والأكل، والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه ان بأمر الميت لايأكل منها، والا يأكل (بزازية ۵: ۳۱۸)، وفيه أيضا عن منظومة ابن وهبان وشرحها:

وعن ميت بالأمر الزم تصدقا
والا فكل منها وهذا المخير

(۵: ۳۲۸). وينبغي تقييد الأمر بما اذا أمره بالتضحية عنه من تركته في الثلث، ولو أمره بها من عند نفسه كأمره عليه وسلم علياً رضي، فحكمه حكم مالو ضحى عنه بلا أمره لكونه تطوعا عنه في الوجهين لم أره صريحاً ولكنه مقتضى القواعد. (اعلاء السنن، كتاب الأضحية، باب التضحية عن الميت، ج: ۱۷، ص: ۲۶۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

(۵):في تكملة البحر: ويؤكل من لحم الأضحية ويؤكل ويدخر، لما روى أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن أكل لحم الضحايا بعد ثلاثة ثم قال: كلوا وتزودوا وادخروا: رواه مسلم وأحمد. والنصوص فيه كثيرة وعليه اجماع الأمة..... وانما

قربانی کی کھال کے دام مسجد میں صرف کرنا یا مؤذن کو دینا

﴿سوال﴾:

قربانی کی کھال کے دام مسجد کے صرف میں جیسا کہ پانی بھروانا پانی گرم کرانا یا ڈول رسی لینا جائز ہے یا نہیں یا اس کی قیمت مؤذن کو دینا اس لئے کہ مؤذن کہتا ہے کہ میرا حق ہے اگر مؤذن کو نہ دے تو خفا ہوتا ہے مؤذن کو ہی حق جان کر دیا جاوے یا اور مساکین کو دیا جاوے؟

﴿جواب﴾:

قربانی کی کھال اجرت میں مؤذن کو دینی جائز نہیں اور نہ اس کی قیمت قربانی کی کھال کی قیمت فقیر پر صدقہ کرنا واجب ہے(۲)۔اور کسی جگہ صرف جائز نہیں۔فقط



وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئا ولا أن يطعم غيره من الأغنياء سواء كان الناذر غنياً أو فقيراً لأن سبيلها التصدق. (تكملة البحر الرائق، كتاب الأضحية، ج: ٨، ص: ٣٢٦، ٣٢٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/وفي ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الأضحية، ج: ٩، ص: ٤٧٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

(٢):في الهداية:قال:ويتصدق بجلدها، لأنه جزء منها، أو يعمل منه آلة تستعمل في البيت، كالنطع والجراب والغربال ونحوها، لأن الانتفاع به غير محرم.... و لايعطى أجرة الجزار من الأضحية، لقوله عليه السلام لعلى رضى الله عنه: "تصدق بجلالها و خطامها ولاتعط أجر الجزار منها شيئا"، والنهى عنه نهى عن البيع أيضاً، لأنه في معنى البيع. (كاب الأضحية، المجلد الرابع، جزء ٧، ص: ١٦٤، ١٦٥، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية بيروت لبنان)

قربانی کی کھال مہتمم مدرسہ کو دینا

﴿سوال﴾:

اگر قربانی والے مہتمم مدرسہ کو کھالوں کا مالک بنا دیویں پھر وہ تنخواہ مدرسین میں یہ روپیہ دیدے یا نہیں اور مدرس کو لینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

درست ہے(۷)۔فقط



عقیقہ مباح ہونے کا مطلب

﴿سوال﴾:

عقیقہ کو مباح لکھا ہے تو اس اباحت سے ثواب نکلتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حضرت امام صاحب سے یہ روایت ہے کہ عقیقہ مباح ہے پس مباح میں ثواب جب ہوتا ہے کہ وہ عبادت کی نیت سے کیا جاوے پس امام صاحب کے قول سے مراد یہ ہے کہ جیسا واجب میں ثواب ہوتا ہے وہ اس میں نہیں رہا اور سب ائمہ کے نزدیک عقیقہ مستحب

---

(۷):فی الخانیة: وانما یصرف الی الفقراء لاغیر، لو صرف الی المحتاجین ثم انهم أتفقوا فی عمارة الرباط جاز ویکون ذلک حسنا. (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات، ج: ۳، ص: ۳۱۵)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، ج: ۲، ص: ۴۷۲)

ہے(۸)۔



(۸):فی اعلاء السنن: وانما أخذ أصحابنا الحنفية فی ذلک بقول الجمهور وقالوا باستحباب العقيقة لما قال ابن المنذر وغيره: ان الدليل عليه الأخبار الثابتة عن رسول اللهﷺ وعن الصحابة والنابعين بعده. (اعلاء السنن، باب العقيقة، ج: ۱۷، ص: ۱۱۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

کتاب جواز وحرمت کے مسائل

اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا

﴿سوال﴾:

کتاب حارق الاشرار صفحہ ۱۰۵ حاشیہ تذکیر الاخوان مجتبائی دہلی میں لکھا ہے کہ سفر کرنا واسطے زیارت بزرگان دین کے یعنی بجائے مکہ ومدینہ شریف کے جائز نہیں ہے زید کہتا ہے کہ جب کہ زیارت کرنا سنت مقرر ہوا تو سفر دور دراز کرنے میں کیا نقصان ہے قول حارق الاشرار والے کا ضعیف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہنا زید کا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

قبور بزرگان کی زیارت کو سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے بعض علماء درست لکھتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں یہ مسئلہ مختلفہ ہے(۱) اس میں نزاع وتکرار نہیں چاہئے مگر ہاں عرس کے

---

(۱):(باب ماجاء لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد الحرام ومسجدی هذا و المسجد الاقصی): اعلم ان فی مسالة شد الرحال الی الأمکنة الشاسعة والدیار النازحة خلافاً بین الأئمة فمنهم النووی و القاری من حمل الحدیث علی أن النهی منه علیه السلام انما صدر لشفقته علی أمته فانه لو سافر أحد من مسجد محلته الی مسجد مصر بعید یلاقی فی سفرة مشاق وتکالیف ولیس له فی ذلک المسجد الذی ذهب الیه کثیر أجر حتی ینجبر نیله مانالہ ولذلک لم یذکر فیها مسجد قباء لأن الصلاة فیها لیست الا کعمرة وثواب العمر حاصل بجلوسه فی مسجده یذکر الله الی الطلوع و کذلک مزید الأجر فی مسجد الجامع لیس الا بکثرة الجماعة لابوصف فی نفس المسجد...الخ.

و قال الآخرون ومنهم المولی ولی الله انما معنی الحدیث هو النهی علی التحریم فعلی هذا یستثنی منه ما استثناه الشارع بقوله مثل الحج و الجهاد و طلب

دن زیارت کو جانا حرام ہے(۲)۔



بزرگوں کے مزارات پر جانا

﴿سوال﴾:

اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو یا بغداد یا گنگوہ کو یا اجمیر کو یا پیران کلیر کو خاص زیارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت مدینہ منورہ کو جاوے تو مسجد نبوی کا قصد کرے زیارت شریف کا قصد کر کے نہ جاوے آیا یہ بات اس کی سچ ہے یا خلاف اور یہ لوگ کس مذاہب اور کس دین کے ہیں اور علماء سنت والجماعت کا اس میں کیا حکم ہے؟

(از احمد سعید خاں صاحب مرادآبادی)

العلم ولقی أخيه المسلم و نحو ذلک و الباقی يبقى على عموم النهى...الخ. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ۱، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ط، ندوة العلماء لكهنؤ، الهند)

(۲): لا يجوز مما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السراج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كألاعياد وسمونه عرساً. (تفسير مظهرى تحت سورة آل عمران آيت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرساً وما عرفت به أصلاً، فان العرس انما يكون فى الزواج، و مع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو عن ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولىٰ.قاتلهم الله .فانهم يطوفون بقبر الولى الذى يعتقدون ويظنون أنه هو المتصرف فى الكون.(تبليغ الحق مطبع خيريه ميرٹھ۸، بحواله: كتاب النوازل، ج: ۱، ص: ۶۱۲، ط، المركز العلمى للنشر و التحقيق لال باغ مراد آباد، الهند)

﴿جواب﴾:

زیارت بزرگان کے واسطے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں مسئلہ مختلفہ ہے(۳) اس میں تکرار درست نہیں فقط اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ فقط



میلوں اور بازاروں میں وعظ کہنا

﴿سوال﴾:

میلوں اور بازاروں میں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں یہ طریقہ سنت ہے یا بدعت؟

﴿جواب﴾:

وعظ کہنا میلے اور بازار میں درست ہے آپکا مجامع میں جا کر اشاعت وتبلیغ کرنا ثابت ہے(۴) مگر میلے میں ایسے شخص کو جانا درست نہیں ہے کہ جس سے اور بھی میلے کو رونق اور

---

(۳): دیکھئے حاشیہ نمبر:۱۔

(۴): قال الامام احمد حدثنا ابراهيم بن أبى العباس حدثنا عبدالرحمٰن بن أبى الزناد عن أبيه، قال أخر رجل يقال له ربيعة بن عباد من بنى الديل ـ وكان جاهليا فاسلم ـ قال: رأيت رسول الله(ﷺ) فى الجاهلية فى سوق ذى المجاز وهو يقول: ”يأيها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا“ والناس مجتمعون عليه، و وراءه رجل وضئ الوجه أحول ذو غديرتين بقول: انه صابئ كاذب يتبعه حيث ذهب، فسألت عنه فقالوا هذا عمه أبو لهب ثم رواه هو والبيهقى من حديث عبدالرحمن بن أبى الزناد بنحوه. (البداية والنهاية، باب الامر بابلاغ الرسالة، ج: ۳، ص: ۴۱، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

میلے والوں کی کثرت ہو جائے (۵)۔



اولیاء اللہ کے قبروں کی زیارت کو جانا

﴿سوال﴾:

زیارت قبور اولیاء پر سفر کر کے جانا بشرطیکہ کوئی خلاف شرع کام نہ کرے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

محض زیارت کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے مگر عرس وغیرہ کے دنوں میں ہرگز نہ جاوے (۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۵): فی نصب الراية: قال عليه السلام: من كثر سواد قوم فهو منهم، قلت: رواه أبو يعلى الموصلي في "مسنده" حدثنا أبو همام ثنا ابن وهب أخرني بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث أن رجلا دعا عبدالله بن مسعود الى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهواً، فلم يدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من كثر سواد قوم، فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به، انتهى. (نصب الراية، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص، ج: ۴، ص: ۳۴۶، رقم: ۷۷۷۸)

(۶): فی الشامية: وفی الحديث المتفق عليه: "لاتشد الرحال الا لثلاثة مساجد: المسجد الحرام ومسجدی هذا، والمسجد الأقصى"، والمعنى كما أفاده في الاحياء أنه لاتشد الرحال لمسجد من المساجد الا لهذه الثلاثة لما فيها من المضاعفة، بخلاف بقية المساجد فانها متساوية فی ذلک، فلا يرد أنه قد تشد الرحال لغير ذلک كصلة رحم وتعلم علم وزيارة المشاهد كقبر النبی صلى الله عليه وسلم وقبر

مسلمانوں کے میلوں میں سوداگری کیلئے جانا

﴿سوال﴾:

مسلمانوں کے میلوں میں جیسے پیران کلیر وغیرہ میں اس واسطے سوداگری یا خریداری کے جانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

درست نہیں (۷)۔



ملازمین سرکار کا بغرض انتظام کفار کے میلوں میں جانا

﴿سوال﴾:

مجمع اہل ہنود میں شریک ہونا اہل پیشہ خواہ نوکران سرکار کو جیسے آج کل بباعث انتظام سب انسپکٹران وغیرہ تماشائی محرم یا ہولی و دیوالی میں مقرر کردیئے جاتے ہیں جائز ہے یا نہیں

الخليل وسائر الأئمة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج، باب الهدى، قبيل مطلب فى المجاورة بالمدينة المشرفة ومكة المكرمة، ج: ۴، ص: ۵۴، ۵۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى تفسير المظهرى: لا بجوز مما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السراج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كألاعياد وسمونه عرساً. (تفسير مظهرى تحت سورة آل عمران آيت:۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

(۷): من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريكا فى عمله. (كز العمال، كتاب الصحة، ص: ۱۱۴۱، رقم: ۲۴۷۳۵، ط، بيت الافكار الدولية)

مکروہ تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام؟ فقط

﴿جواب﴾:

مجمع میلہ کفار وفساق وروافض میں جانا خواہ تجارت کی وجہ سے ہو خواہ انتظام کے واسطے ہو خواہ تماشے کیواسطے سب حرام کہ تکثیر ورونق اس میلہ کی ہوتی ہے(۸)۔



کفار کے میلوں میں بغرض تجارت جانا

﴿سوال﴾:

کفار کے میلوں میں مثل گنگاو ہردوار وغیرہ میں جا کر مال فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر قرضدار ہواور امید فروختگی مال کی ہو کہ قرض ادا ہو جاوے گا تو کیا کرے؟

﴿جواب﴾:

ہرگز جانا درست نہیں گناہ کبیرہ ہے اگر چہ قرضدار ہواور امید فروخت مال اور نفع کی کثیر ہو مطلقاً شرکت ایسے مواقع کی گناہ اور حرام ہے(۹)۔



(۸/۹): فی نصب الراية: قال عليه السلام: من كثر سواد قوم فهو منهم، قلت: رواه أبو يعلى الموصلي في "مسنده" حدثنا أبو همام ثنا ابن وهب أخبرني بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث أن رجلا دعا عبدالله بن مسعود الى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهواً، فلم يدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: اني سمعت رسول الله ﷺ يقول: من كثر سواد قوم، فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريك من عمل به، انتهى. (نصب الراية، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص، ج: ۴، ص: ۳۴۶، رقم: ۷۷۷۸)

میلوں اور عرسوں میں تجارت کے لئے جانا

﴿سوال﴾:
میلہ ہنود وعرس مسلمانوں میں جیسا ہردوار وپیران کلیر واجمیر ہے واسطے سوداگری یا خریدنے کسی شئے ضرورت کے خاص وعام کو جانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:
میلوں میں ہنود ومسلمانوں کے جانا تجارت کیواسطے بھی حرام ہے اگرچہ جو مال فروخت ہو اس میں حرمت نہیں ہوتی (۱۰)۔



نفع لینے کی شرعی حد

﴿سوال﴾:
نفع لینا شرع میں کہاں تک جائز ہے؟

﴿جواب﴾:
نفع جہاں تک چاہے لے لیکن کسی کو دھوکہ نہ دے (۱۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۰): تقدم تخريجه فی الحاشية السابقة.

(۱۱): عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال: ..من غشنا فليس منا. (الصحيح المسلم، باب قول النبی ﷺ: من غشنا فليس منا، ص: ۵۷، رقم: ۲۸۳، ط، دار السلام رياض)

فی شرح المجلة: الثمن المسمى هو الثمن الذی يسميه ويعينه العاقدان وقت البيع بالتراضی سواء كان مطابقاً للقيمة الحقيقية أو ناقصاً عنها أو زائداً عليها.
(شرح مجلة الاحكام مع درر الحكام، كتاب البيوع، ج: ۱، ص: ۱۲۴، رقم

نفع لینے کی شریعت میں مقررہ حد

﴿سوال﴾:

نفع لینے کی تحدید شرعاً تو نہیں ہے مثلاً ایک فلوس کی شئے دوفلوس کے دینے لگے اور حالانکہ اس کی دوکان کے قریب دوسری دوکان پر وہی شئے ایک فلوس کو ملتی ہوتو اس صورت میں بائع کا مشتری کو خبردار کردینا کہ میں اتنے کو دیتا ہوں اور فلاں آدمی اتنے کو دیتا ہے ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

نفع کی کچھ حد نہیں مگر اس کو اطلاع دینا چاہیئے۔ورنہ دھوکا ہوگا (۱۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



دلالی کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص کو بازار سے سودا خریدنے بھیجا سودا خریدنے کے بعد اس نے دوکاندار سے دلالی دستوری روکن لی یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

المادة: ۱۵۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

فی الهندية: المرابحة بيع بمثل الثمن الاول وزيادة ربح.....والكل جائز كذا فی المحيط. (الفتاوى الهندية، كتاب البيوع، الباب الرابع عشر فی المرابحة والتولية والوضيعة، ج: ۳، ص: ۱۶۰)

(۱۲): تقدم تخريجه فی الحاشية السابقة.

نہ دستوری دلالی روکن لے سکتا ہے۔



کمیشن کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص نے مال منگایا ہم نے اس کو مال اپنے یہاں سے اور دوسرے دوکاندار سے خرید کر روانہ کر دیا اور اپنا نفع کمیشن لگالیا مگر منگانے والے نے کمیشن یا نفع کی اجازت نہیں دی تھی لہٰذا یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر منگانے والے نے اس کو وکیل نہیں بنایا ہے اور اس سے خریدنا منظور ہے تب تو یہ شخص اپنا نفع لگا سکتا ہے(۱۳) اور اگر اس کو وکیل بنایا ہے کہ خرید کر بھیج دو تو نفع نہیں لے سکتا۔



دلالی کب طے کرنا چاہئے

﴿سوال﴾:

اگر پہلے خریدنے سے دلالی طے کر لی جاوے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۳):في ملتقى الأبحر: المرابحة بيع ما شراه بما شراه وزيادة.

وفي مجمع الانهر تحته: (وزيادة) على ما قام عليه وان لم يكن من جنسه، وسبب جواز البيع مرابحة تعامل الناس بلانكير. الخ. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ج: ۳، ص: ۱۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

اگر یہ اشیاء لے گا تو اسی کے پاس بھیجی جاوے گی جس نے شئے منگوائی ہے۔ فقط



مشتبہ چیز کا خریدنا

﴿سوال﴾:

بازار میں کوئی چیز کوئی شخص فروخت کرتا ہو اور وہ چیز روپیہ کی آٹھ آنہ پر بیچتا ہو اور گمان اس امر کا ہو کہ چوری کی نہ ہو اس کا خریدنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر اس چیز کی ملک اس شخص کی نسبت محتمل ہو اور ظن غالب اس کی صلاح کا ہو خریدنا درست ہے اور جو قابل اس کے نہیں کہ ایک چمار مفلس ہزار روپیہ کی گھڑی فروخت کرے تو نہ لیوے کہ بظاہر چوری کی ہے (۱۴)۔ فقط



---

(۱۴):عن أبی هريرة (رضی الله عنه) عن النبیﷺ قال: من اشتری سرقة وهو يعلم انها سرقة فقد اشترک فی عارها واثمها. وقال العلامة مختار احمد الندوی فی تخريج هذا الحديث: اسناده: لابأس به. (الجامع لشعب الايمان، باب قبض اليد عن الأموال المحرمة ويدخل فيه تحريم السرقة وقطع الطريق، ج: ۷، ص: ۳۵۲، رقم: ۵۱۱۲، ط، مكتبة الرشد رياض)

بہ مسلمان اجازہ نمی دهد کہ چیزی را کہ می دادند غصبی یا دزدیدہ شدہ ویا بہ ناحق از صاحبش گرفتہ شدہ است، خریداری نماید و آن را حرام نمودہ است. (الحلال و الحرام فی الاسلام مترجم، الفصل الرابع فی المعاملات، ص: ۲۱۶ المکتب الاسلامی)

حکیم کا عطار سے حصہ لینا

﴿سـوال﴾:

جو حکیم عطاروں سے حصہ معینہ لیتے ہیں تو عطار کافر کہتے ہیں کہ مریض سے بھی ہم قیمت نسخہ کی زیادہ لیتے ہیں ورنہ کم لیتے ہیں اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح قیمت زیادہ لیتے ہیں تو ایسے اقرار زبانی عطار کافر سے طبیب کو حصہ چہارم عطار سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حکیم کو عطار سے لینے کی نسبت پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نادرست ہے ہرگز لینا درست نہیں اب عطار سچ کہے تب بھی نادرست ہے اور جھوٹ بولے تب بھی نادرست ہے(۱۵)۔فقط



(۱۵):فی امداد الفتاوی: سوال:حکیم وعطار میں جو چہارم کا معاملہ طے ہو جاتا ہے یعنی حکیم،عطار سے یوں کہتا ہے کہ جس قدر ہم تمہارے یہاں نسخہ جات بذریعہ مریض روانہ کریں اس میں جو قیمت وصول ہو،اس میں سے چہارم ہم کو دینا، چنانچہ اس کو عطار تسلیم کر لیتا ہے،تو اب فرمائیے کہ یہ چہارم عطار کو دینا اور حکیم کو لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست نہیں۔

وفی حاشیة امداد الفتاوی: اصولی اعتبار سے کمیشن اور فیس اجرت دلال کی طرح جائز ہے۔''فتاوی قاسمیہ''میں بعض جواب اسی طرح دیا گیا تھا،لیکن ڈاکٹروں کی کمیشن کی وجہ سے مریضوں کا علاج بہت زیادہ گراں ہونے لگا ہے اور صحیح مشورہ کے بجائے بے ضرورت بھی چیکپ کروانے کے لئے لیب والوں کے یہاں بھیج دیتے ہیں،مریض کی شفاء مقصد نہیں بلکہ اپنی فیس مقصد ہے،جس سے مریض کو کئی پریشانیاں سامنا کرنی پڑتی ہیں،اس لئے ڈاکٹروں اور حکیموں کی فیس مشروع نہ ہوگی،لہٰذا''فتاوی قاسمیہ'' کے ان مسائل سے رجوع کرتا ہوں جن میں ڈاکٹروں کے لئے کمیشن فیس کو اجرت دلال کی

طبیب کا نذرانہ

﴿سوال﴾:

جو شخص کہ طبیب کو نذرانہ اس نیت سے دے کہ طبیب مریض کو مکرر سہ کرر دیکھنے آوے اور طبیب بھی قیاس سے یہ ہی سمجھ لے کہ پھر بھی بلانا اس اجرت میں چاہتا ہے اور باعلان ظاہر نہ کیا اور طبیب نے اسی وقت یہ سمجھ لیا کہ اس اجرت میں پھر نہیں آؤں گا یہ نذرانہ طبیب کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو کچھ طبیب کو دے چکا ہے وہ بظاہر حال ایک دفعہ کی اجرت ہے۔



طرح جائز لکھا گیا ہے۔ فتاوی قاسمیہ ۲۱/ ۶۶۳ سے ۲۱/ ۶۶۹ تک پانچ مسائل ہیں، ان سب سے رجوع کرتا ہوں، آئندہ طباعت میں ان شاء اللہ ترمیم کردی جائے گی۔

عدم جواز کے سلسلہ میں درج ذیل جزئیات مؤید ہیں:

من دلني على كذا فله كذا ـ الى قوله ـ فالاجارة باطلة، لأن الدلالة والارشاد ليست بعمل يستحق به الأجر، وان قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه دللتني على كذا، فلك كذا ان مشى له فدله فله أجر المثل للمشي لأجله، لأن ذلك عمل يستحق بعقد الاجارة، الا أنه غير مقدر يقدر، فيجب أجر المثل، وان دله بغير مشيء فهو والأول سواء الخ. [شامي، كتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، مكتبه زكريا ديوبند ۹/ ۱۳۰، ۱۳۱، كراچی ۶/ ۹۵]. (امداد الفتاوی مع جدید مطول حاشیه، ج: ۷، ص: ۴۷۸، ۴۷۹، ط، زکریا بک ڈپو الهند)

بے بیاہی عورت کا حمل گرانا

﴿سوال﴾:

ایک بے بیاہی عورت کو حمل رہ گیا اب بوجہ بے عزتی کے خفیہ کرنا اور ساقط کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں علاج اسقاط کرنا اور کرانا گناہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر اس میں جان پڑ گئی ہے تو پھر اسقاط میں سعی کرنا بیشک سخت گناہ اور بحکم قتل ہے ہرگز ایسی دوا دینا درست نہیں ہے(۱۶)۔



کسی شخص کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور پاؤں چومنا

﴿سوال﴾:

کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا درست ہے

---

(۱۶): فی الشامیة: قال فی النهر: بقی هل یباح الاسقاط بعد الحمل؟ نعم یباح ما لم یتخلق منه شئ، ولن یکن ذلک الا بعد مائة وعشرین یوماً. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب نکاح، باب نکاح الرفیق، مطلب: فی حکم اسقاط الحمل، ج: ۴، ص: ۳۳۵، ۳۳۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی البحر: أمراة عالجت فی اسقاط ولدها لاتأثم ما لم یستبن شئ من خلقه. (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، ج: ۸، ص: ۳۷۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

حدیث سے ثابت ہے(۱۷)۔فقط



پیشہ وکالت

﴿سوال﴾:

وکیل اور آج کل کہ جو اپنے موکل کی ایمانداری ور سچ ہونے پر کچھ لحاظ نہیں کرتے بلکہ محض اپنا محنتانہ مقدم سمجھتے ہیں چاہے فریقین کی بے ایمانی ہو چاہئے فریق ثانی کی حق تلفی

---

(۱۷):فی الدر المختار: طلب من عالم أو زاهد يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله أجابه، وقيل لايرخص فيه.....وفي الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام.

وفي الشامية: تحته: قوله: (أجابه) لما أخرجه الحاكم: أن رجلا أتى النبيﷺ فقال: يا رسول الله أرنى شيئا ازداد به يقينا، فقال: اذهب الى تلك الشجرة فادعها، فذهب اليها فقال: ان رسول اللهﷺ يدعوك، فجاء ت حتى سلمت على النبيﷺ، فقال لها: ارجعي فرجعت، قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه وقال: لو كنت آمرا أحداً أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. وقال: صحيح الاسناد اهـ .... قوله: (يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم الخ) أى كان ممن يستحق التعظيم. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۵۰، ۵۵۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي عمدة القارى: أن قيام المرؤوس للرئيس الفاضل والامام العادل والمتعلم للعالم مستحب،وانما يكره لمن كان بغير هذه الصفات.(عمدة القارى،كتاب الاستئذان، باب قول النىﷺ قوموا الى سيدكم، ج: ۲۲، ص: ۳۹۱، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہو جھوٹی گواہی دیں اور دلوائیں صرف اپنے محنتانہ کی غرض سے جیسے کہ آج کل کے وکیل ہیں تو فرمائیے کہ ان کے یہاں کا کھانا اور ان سے محبت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس زمانہ کی وکالت اور محنتانہ حلال نہیں (۱۸)۔ ان کا کھانا بھی اچھا نہیں (۱۹) مگر بتاویل۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۸): فی مجمع الانهر: لایجوز أخذ الأجرة علی المعاصی کالغناء والنوح والملاهی، لأن المعصیة لا یتصور استحقاقها بالعقد، فلایجب علیه الأجر، وان أعطاه وقبضه لایحل له ویجب علیه رده علی صاحبه. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الأجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج:۳،ص: ۵۳۳،ط،دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الهدایة: ولایجوز الاستئجار علی الغناء والنوح، وکذا سائر الملاهی، لأنه استئجار علی المعصیة والمعصیة لاتستحق بالعقد. (الهدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب الاجارات، باب الاجارة الفاسدة، المجلد الثالث جزء:۶، ص: ۲۹۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۱۹): عن عمران بن حصین قال: نهی رسول اللّٰه ﷺ عن اجابة طعام الفاسقین. (المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مکتبة ابن تیمیة القاهرة)

فی الهندیة: آکل الربا وکاسب الحرام أهدی الیه أو أضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل مالم یخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

کسی مسلمان کی عزت بچانے کے لئے جھوٹ بولنا

﴿سوال﴾:

اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہو اور وہ گرفتاری ناحق ہو یا اس کی بے عزتی ہوتی ہو تو اس کو جھوٹ بول کر چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں عنداللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس کا بھی یہی جواب ہے اور احیاء العلوم میں ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو اور بدون کذب کے نجات نہ ہو تو کذب کو فرض لکھ دیا ہے (۲۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کچہری میں جھوٹ بولنا

﴿سوال﴾:

ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور قاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہے اس میں

---

(۲۰):قال الامام ابو حامد محمد الغزالی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: فنقول: الکلام وسیلة الی المقاصد، فکل مقصود محمود یمکن التوصل الیہ بالصدق والکذب جمیعاً، فالکذب فیہ حرام، وان أمکن التوصل الیہ بالکذب دون الصدق فالکذب فیہ مباح ان کان تحصیل ذلک القصد مباحاً، وواجب ان کان المقصود واجباً، کما أن عصمة دم المسلم واجبة، فمهما کان فی الصدق سفک دم امریء مسلم قد اختفی من ظالم فالکذب فیہ واجب. (احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، الآفة الرابعة عشرة: الکذب فی القول والمین، بیان مارخص فیہ من الکذب، ص: ۱۰۲۸، ط، دار ابن حزم بیروت لبنان)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج: ۹، ص: ۲۱۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

اپنے استیفائے حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

احیاء حق کے واسطے کذب درست ہے مگر تا امکان تعریض سے کام لیوے اگر ناچار ہو تو کذب صریح بولے ورنہ احتراز رکھے (۲۱)۔فقط



اپنا حق ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کہنا یا کسی سے کہلوانا

﴿سوال﴾:

اپنا حق ثابت کرنے کے واسطے خود جھوٹ بولنا دوسروں سے جھوٹ بلوانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر راستی سے حق تلف ہوتا ہو تو تعریض سے جھوٹ بول کر احیاء حق کرنا مباح ہے مگر صریح کذب سے بچے (۲۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۲۱):قال شیخ الاسلام محمد تقی العثمانی: فی الدرالمختار: الکذب مباح لاحیاء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعریض، لأن عین الکذب حرام.....حکی الشیخ ظفر أحمد العثمانی عن الامام الشیخ أشرف علی التهانوی رحمه اللّٰه أنه قال: والحق جواز الکذب الصریح اذا لم یقدر علی التعریض فی المواضع الثلاثة المذکورة فی حدیث أسماء، وعدم جوازه اذا قدر علیه. (تکملة فتح الملهم، کتاب الجهاد والسیر، باب جواز الخداع فی الحرب، ج: ۳، ص: ۳۰، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان

(۲۲):فی الدرالمختار: الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعریض لأن عین الکذب حرام. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب

برادری کے قوانین کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ایک قوم میں چند چودھری مقرر ہوئے برادری میں یہ بندوبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لاوے یا ایک عورت کے اوپر دوسرا نکاح کرے تو اس کے اوپر پچیس روپیہ جرمانہ ہو دیگر جو بھاجی تقسیم ہو برادرانہ اس کو جو واپس کرے سوا روپیہ جرمانہ دے جرمانہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہ ہونے پاوے تھا جو پہلے سے بعض آدمی کھانا شروع کر دیتے تھے تو ایک طرح کی بدانتظامی تھی کھڑے ہو کر مانگنے لگا کرتے تھے اور بعض آدمی پہلی بیویوں کو کسی رنج کے باعث نہیں لے جاتے ہیں اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا اچھا انتظام ہو گیا ہے اور جرمانہ کر کے بعد دس پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کر دیا ہے تو اس صورت میں جرمانہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی چند جگہ سے واپس آئی عورتوں نے واپس کر دی مردان کے موجود نہ تھے بعد ازاں ایک چودھری نے مکرر بھاجی بھیجی یہ بات قائم ہو چکی تھی جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا سوا روپیہ جرمانہ دے گا بعد ازاں ان چند آدمیوں کو چودھریوں نے پنچایت کے روبرو بلا کر دریافت کیا کہ تمہارے یہاں بھاجی کیوں واپس آئی انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہیں تھے صبح کو ہم کو خبر ہوئی باہر باہر بازار چلے گئے بعد میں بھاجی تقسیم ہوئی گھر میں انہوں نے لاعلمی سے واپس کر دی ہمارا کچھ قصور نہیں ہے اور بھائی اگر قصور مند تصور فرماتے ہیں تو اللہ کے واسطے ہمارا قصور معاف فرماؤ۔ آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا اس کے اوپر چودھریوں نے کچھ غور نہ فرمایا۔ عمرو نے ان کے طرف سے عرض کیا کہ بھائیو جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ خطا معاف فرما دیتے ہیں تو بھائی بھی ان کی

الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ٩، ص: ٦١٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

خطاء اللہ کیواسطے معاف کردیں تو اس کے اوپر تمام برادری کے سامنے ایک چودھری صاحب نے یہ فرمایا کہ بیشک اللہ ورسول معاف کردیتے ہیں مگر پنچ معاف نہیں کرتے ہیں عمرو یہ کلمہ سن کر خاموش ہورہا اور اس وقت ان آدمیوں پر فی کس سوا روپیہ جرمانہ کردیا اور جس چودھری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی اس سے چشم پوشی اختیار کی تو اس صورت میں ان کو ظالم یا ناانصاف کوئی کہہ دے تو آیا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے کہہ دیا ہو تو اس پر جرمانہ کرنا یا اس کو جرمانہ دینا جائز ہے یا نہیں ازروئے شرع شریف؟

﴿جواب﴾:

یہ چودھریوں کی قواعد ہی خلاف شرع ہیں چودھری اور سب لوگ اس کے قبول کرنے والے بے انصاف اور ظالم ہیں (۲۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔

الجواب صحیح حکیم ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہانپوری عفی عنہ، الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ جواب جو حضرت مولانا مخدوم زمان حضرت مولانا رشید احمد نے تحریر فرمایا ہے درست ہے اور یہ واضح ہو کہ ایک جماعت اہل اسلام کی متفق ہو کر قواعد خلاف شرع شریف

---

(۲۳):قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ومن لم یحکم بما أنزل اللّٰہ فآولٓئک هم الفٰسقون. (سورة المائدة: ۴۷)

وفی التفسیر المأمون تحت هذه الآیة: قلت: والفسق یشمل أکثر من ذلک، فهو یتضمن جمیع أشکال الخروج عن الطاعة وارتکاب المخالفات الشرعیة.

قال ابن کثیر: (ومن لم یحکم بما أنزل اللّٰہ فآولٓئک هم الفٰسقون)، أی: الخارجون عن طاعة ربهم، المائلون الی الباطل، التارکون للحق. (التفسیر المأمون علی منهج التنزیل والصحیح المسنون، ج: ۲، ص: ۴۷۲، سورة المائدة، الآیة: ۴۷)

کے تجویز کرے اور برادری کا دستور العمل اس کو قرار دے نہایت مذموم ہے اور اس گناہ سے زائد ہے کہ ایک شخص اس حرکت کا مرتکب ہو اہل اسلام کا خطا وار ہونا کسی امر میں اور بات ہے اور قواعد خلاف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر ہے سرکار نے قانون خلاف اسلام ایجاد کیا وہ جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہیں مگر اہل اسلام کی شان سے خلاف شرع قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہے۔ احمد علی عفی عنہ۔



فاسق کی تعریف

﴿سوال﴾:

فاسق کی تعریف کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ کون سا فسق ہے کہ جس کے فاعل کی اقتداء درست نہیں اور فاسق معلن کی تعریف کرنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

فاسق کی تعریف درست نہیں (۲۴) مگر جو اس کے کسی خاص امر کی مدح کرے جو فسق سے تعلق نہیں رکھتی اور اس کے فسق کی مؤید بھی نہیں مضائقہ نہیں اور مطلقاً فاسق کی امامت مکروہ ہے (۲۵) اور فاسق کی ایسی تعریف کہ اس کے فسق کی مدح ہووے گناہ اور حرام ہے۔



---

(۲۴): عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا مدح الفاسق غضب اللہ، و اھتز لذلک العرش. (موسوعة ابن أبی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، ج: ۳، ص: ۵۵۵، رقم: ۲۳۴۰، ط، دار اطلس الخضراء ریاض)

(۲۵): فی ملتقی الأبحر: ویکرہ امامة العبد و الأعرابی و الأعمی و الفاسق.

وفی مجمع الأنھر تحته: (والفاسق) أی الخارج عن طاعة اللہ تعالیٰ بارتکاب

کافر وفاسق کی تعریف کرنا

﴿سوال﴾:

کافر یا فاسق کی مدح اگر اس کی صفات حمیدہ مثل حسن خلق وصدق حیا وغیرہ کے کہ حدیث شریف میں وارد ہے الحیاء شعبة من الایمان. درست ہے یا ممنوع وحرام بوجہ حدیث شریف اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ و اهتزله العرش.

﴿جواب﴾:

بہ تخصیص یہ کہنا کہ فلاں شخص میں یہ صفت اچھی ہے اگرچہ وہ کافر ہے تو بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ البتہ مدح مطلق کرنا گناہ ہے کہ اس میں تعظیم فاسق کافر کی ہوتی ہے اور ہم کو حکم ان کی توہین کا ہے (۲۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کبیرة لأنه لا یهم بأمر دینه، و کذا امامة التمام، والمرائی، والمتصنع، وشارب الخمر. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲۶):قال رسول اللہ ﷺ: اذا مدح الفاسق غضب اللہ، و اهتز لذلک العرش. وفی الفیض تحت هذا الحدیث: وظاهر الحدیث یشمل ما لو مدحه بما فیه کسخاء وشجاعة ولعله غیر مراد، (واهتز) أی تحرک (لذلک) أی لغضب الرب (العرش) واهتزازه عبارة عن أمر عظیم و داهیة دهیاء، وذلک لأن فیه رضا بما فیه سخط اللہ و غضبه، بل یکاد یکون کفراً، لأنه ربما یفضی الی استحلال ما حرام اللہ. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۱، ص: ۴۴۱، رقم: ۸۵۶، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

فاسق فاجر کی غیبت

﴿سوال﴾:

فاسق فاجر کی غیبت کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام؟

﴿جواب﴾:

فاسق کی غیبت لوجہ اللہ تعالیٰ اور تحذیر مسلمانوں کے واسطے درست ہے(۲۷) یا وہ کہ اس فعل کو ہنر جانتا ہو جیسے مرتشی رشوت کو کمال جانتے ہیں۔ فقط



مردوں کو ہنڈولے میں جھولنا

﴿سوال﴾:

واسطے فرحت طبع کے ہنڈولے میں جھولنا مردوں کو کیسا ہے؟

---

(۲۷): قال الامام ابو حامد محمد الغزالی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: اعلم: أن المرخص فی ذکر مساوی الغیر ھو غرض صحیح فی الشرع لایمکن التوصل الیہ الا بہ فیدفع ذلک اثم الغیبۃ، وھی ستۃ أمور...... الرابع: تحذیر المسلم من الشر. (احیاء علوم الدین، کتاب الآفات اللسان، الآفۃ الخامسۃ عشرۃ: الغیبۃ، بیان الاعذار المرخصۃ فی الغیبۃ، ص: ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ط، دار ابن حزم بیروت لبنان)

فی الشامیۃ: وفی تنبیہ الغافلین للفقیہ أبی اللیث: الغیبۃ علی أربعۃ أوجہ.... وفی وجہ: ھی مباح، وھو أن یغتاب معلنا بفسقہ أو صاحب بدعۃ، وان اغتاب الفاسق لیحذرہ الناس یثاب علیہ لأنہ من النھی المنکر اھـ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج: ۹، ص: ۵۸۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾:
تھوڑی سی دیر کو جھولنا مباح ہے زیادہ مشغولی نا جائز ہے(۲۸)۔



قرآن یا قل ھو اللہ یا تبت وغیرہ کا نام رکھنا

﴿سوال﴾:
اگر زید اپنے بیٹے کا نام قرآن یا قل ھو اللہ، ویا اپنی دختر کا نام تبت ویا الحمد رکھ دیوے تو کچھ نقصان اس نام کے رکھنے سے ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
نام رکھنا قرآن یا اسمائے قرآن کے بھی مکروہ ہے(۲۹)۔واللہ تعالیٰ اعلم



(۲۸):فی الدر المختار: وكره كل لهو لقوله عليه الصلاة والسلام: كل لهو المسلم حرام الا ثلاثة: ملاعبته أهله، وتأديبه لفرسه، ومناضلته بقوسه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۶٦، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۹):فی الناتارخانية: التسمية باسم لم يذكره الله فى عباده ولا ذكره رسوله ولا استعمله المسلمون، تكلموا فيه: والأولىٰ أن لايفعل. (الفتاوى الناتارخانية، كتاب الكراهية الفصل الرابع والعشرون فى تسمية الأولاد وكناهم، ج: ۱۸، ص: ۲۲۹، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

وفى كتاب النوازل: لفظ ''قرآن'' کلام اللہ کے ساتھ خاص ہے، اور یہ اللہ کی صفاتِ ذاتیہ میں سے ہے، لہٰذا کسی شخص کا قرآن نام رکھنا درست نہیں۔

المستفاد: أكثر العلماء على أن الرحمٰن مختص بالله عزوجل لايجوز أن يسمى به غيره. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/۱۰۶) فقط والله تعالى اعلم.

مغرب کے بعد سونا

﴿سوال﴾:

درمیان مغرب وعشاء کے سونا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

اگر نماز جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو کسی طرح اس کا انتظام کرلے تو پھر مابین مغرب وعشاء سونا گناہ نہیں ہے (۳۰)۔



امام مسجد کا مغرب کے بعد سو جانا

﴿سوال﴾:

اگر امام مسجد ہر روز مغرب وعشاء کے درمیان سوجایا کرے اور اذان بھی ہوجایا کرے حجرہ مسجد میں رہتا ہو اور بغیر اٹھائے نماز کو نہ آتا ہو تو یہ فعل امام کو درست ہے یا نہیں یا کہ امام کو پہلے مقتدیوں سے آجانا مسجد میں بہتر ہے؟

﴿جواب﴾:

(کتاب النوازل، ج: ۱۵، ص: ۲۲۹)

(۳۰):فی الشامیة: وقال الطحاوی: انما کرہ النوم قبلها لمن خشی علیه فوت وقتها أو فوت الجماعة فیها، وأما من وکل نفسه الی من یوقظه فیباح اله النوم. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ج: ۲، ص: ۲۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الکوکب: النوم قبل العشاء یکرہ لمن یظن فوات الجماعة وأما من لا فلا. (الکوکب الدری، ج: ۱، ص: ۲۰۴، ط، مطبعة ندوة العلماء لکھنؤ الهند)

اگر سونے سے امام کے حرج مقتدیوں کا نہیں تو کچھ حرج نہیں (۳۱)۔



مغرب کے بعد اور عشاء کے پہلے سونا

﴿سوال﴾:

درمیان مغرب وعشاء کے سونا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

مغرب وعشاء کے درمیان سونا درست ہے اگر جماعت فوت نہ ہو اگر اندیشہ فوت ہو تو مکروہ ہے (۳۲)۔



(۳۱):قال الامام الکبیر الشیخ العلامة محمد انور الکشمیری نور اللہ مرقدہٗ: وأما النوم قبل العشاء فقال الفقهاء: من کان له من یوقظه عند قیام الجماعة یجوز له النوم قبل العشاء بلاکراهة، وثبت الاضطجاع فی المسجد قبل العشاء عن عثمان رضی اللہ عنه. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی کراهیة النوم قبل العشاء والمسر بعدها، ج: ۱، ص: ۱۸۵، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(وکذا فی موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التبکیر بالصبح فی أول وقتها، وهو التغلیس وبیان قدر القراءة فیها، ج: ۴، ص: ۲۸۸، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۳۲):فی معارف السنن: أما مسألة النوم قبل صلاة العشاء فقال الفقهاء: یجوز اذا کان عنده من یوقظه لصلاة الجماعة واذن لایکره. (معارف السنن، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی کراهیة النوم قبل العشاء والمسر بعدها، ج: ۲، ص: ۷۹،

اونچا مکان بنانے کی حد

﴿سوال﴾:

مکان بنوانا کس قدر اونچا درست ہے زید کہتا ہے کہ چھ گز سے زیادہ مکان بنوانا نہ چاہیئے؟

﴿جواب﴾:

قدر گذر اور ضرورت سے زیادہ ناپسند ہے۔ **قال النبی ﷺ کل بناء وبال الا مالا بد منه** (۳۳). یعنی جو تعمیر ہے وہ سب وبال اور خرابی ہے مگر جس قدر کہ ضروری ہو مگر پانچ چھ گز کی قید نہیں ہے ہر شخص کی ضرورت مختلف ہے (۳۴)۔ فقط۔



ط، ایچ ایم سعید)

وفی الکوکب: النوم قبل العشاء یکره لمن یظن فوات الجماعة وأما من لا فلا. (الکوکب الدری، ج: ۱، ص: ۲۰۴، ط، مطبعة ندوة العلماء لکهنؤ الهند)

(وکذا فی فیض الباری، کتاب مواقیت الصلاة، باب مایکره من النوم قبل العشاء، ج: ۲، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۳۳):(سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب ماجاء فی البناء، ص: ۷۳۴، ۷۳۵، رقم: ۵۲۳۷، ط، دار السلام ریاض)

(۳۴): عن انس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ النفقه کلها فی سبیل الله الا البناء فلا خیر فیه. رواه الترمذی. وفی تحفة الاحوذی تحت هذا الحدیث: (النفقة کلها فی سبیل الله) أی فیؤجر المنفق علیها (الا البناء) أی الا النفقة فی البناء (فلاخیرفیه) أی فی الأنفاق فیه فلا أجر فیه، و هذا فی بناء لم یقصد به قربة أو کان فوق الحاجة. (تحفة الأحوذی بشرح الترمذی، ج: ۷، ص: ۱۸۴، ط، دار الفکر)

انسان کے اجزاء کا استعمال کرنا

﴿سوال﴾:

آدمی کی ہڈی یا سر کے بال جلا کر استعمال دوا میں کرنا یعنی لیپ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

انسان کے اجزاء کا استعمال درست نہیں کہ آدمی معظم ہے اور استعمال میں اس کا ابتذال ہے(۳۵)۔



فی الهندية: وما يحتاج اليه الناس من البناء لابأس به وانما يكره اذا بنى مالايحتاج اليه كذا في الوجيز للكردرى. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العشرون فى الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، ج: ۵، ص: ۳۵۹)

(۳۵):في البحر: (وشعر الانسان والانتفاع به) أى لم يجز بيعه والانتفاع به لأن الآدمى مكرم غير مبتذل فلايجوز أن يكون شئ من أجزائه مهانا مبتذلاً......وصرح فى فتح القدير: بأن الآدمى مكرم وان كان كافراً. (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ج: ٦، ص: ۱۳۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبان)

وفى شرح كتاب السير الكبير: والآدمى محترم بعد موته على ماكان عليه فى حياته، فكما يحرم التداوى بشئ من الآدمى الحى اكراماً له فكذلك لايجوز التداوى بعظم الميت، قال عليه‌وسلم: كسر عظم الميت ككسر عظم الحى. (شرح كتاب السير الكبير، باب دواء الجراحة، ج: ۱، ص: ۹۲، دار الكتب العلمية بيروت لبان)

ضرورت کے لئے غلہ روکنا

﴿سوال﴾:

بیچ کی نیت سے وقت تخم ریزی کے فروخت کروں گا غلہ بیج کا بند کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

اپنی ضرورت کے واسطے غلہ روکنا درست ہے(۳۶)۔



کسی مقام کو شریف کہنا

﴿سوال﴾:

لفظ شریف کا سوائے حرمین کے اور جگہ کے ساتھ ضم کرنا درست ہے یا نہیں مثلاً اجمیر

---

(۳۶): فی مجمع الانهر: ویکره الاحتکار فی أقوات الآدمیین کالبر ونحوه والبهائم کالشعیر والتبن ببلد یضر بأهله لأنه تعلق به حق العامة، قید بقوله: یضر بأهله لأنه لو کان المصر کبیراً لایضر بأهله، فلیس بمحتکر لأنه حبس ملکه ولاضرر فیه لغیره.....ولا احتکار فی غلة ضیعته لأنه جالص حقه ولا فیما جلبه من بلد آخر عندالامام لعدم تعلق أهل بلد بطعام بلد آخر.(مجمع الانهر، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، ج: ۴، ص: ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی التاتارخانیة: الاحتکار مکروه، وانه علی وجوه: أحدها: أن یشتری طعاما فی مصر أو ما أشبهه ویمتنع من بیعه، وذلک یضر الناس فهو مکروه، وفی تجنیس الناصری: وان اشتری فی ذلک المصر وحبسه لایضر بأهل المصر لا بأس به. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب البیوع، الفصل السابع والعشرون فی الاحتکار، ج: ۹، ص: ۴۱۴، ط، مکتبه دار زکریا دیوبند)

شریف یا دہلی شریف لکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

سب جگہ درست ہے جہاں کچھ شرافت ہو(۳۷)۔



مالک کی اجازت کے بغیر کسی چیز کا استعمال کرنا

﴿سوال﴾:

زید کسی غیر وطن میں اپنے عزیزوں کے یہاں شادی میں گیا وہاں نہایت ہی معززانہ سامان تھے اور کھانے عمدہ پکے تھے مگر سامان فرش وغیرہ بلا اجازت مالک کے نوکروں سے لاکر بچھایا تھا اور دودھ وغیرہ بطریق رشوت لایا گیا تھا اور چاول وغیرہ بھی لہٰذا زید کو اس دعوت کا کھانا جائز ہے یا نہیں جبکہ معلوم ہو کہ جو کھانا کھاتا ہوں اس میں حلال زیادہ ہے اور حرام کم اور فرش پر بیٹھنا جائز ہوا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ان اشیاء کا استعمال نادرست ہے جبکہ ان کے آقا کی اجازت نہیں ہے اور ان کھانوں کا کھانا بھی نادرست ہے اور کثرت قلت کا اعتبار وہاں ہے کہ جہاں خاص کھانے کی نسبت یہ تحقیق نہ ہو کہ حلال ہے یا حرام اور جب یہ بات تحقیق ہے کہ اس کھانے میں دودھ مثلاً حرام کا ہے یا گھی حرام کا ہے مٹھائی حرام کی ہے تو وہ کھانا کسی طرح درست نہیں ہے اس میں حرام گو کتنا ہی تھوڑا ہو(۳۸)۔

---

(۳۷): دیکھئے: فتاوی قاسمیہ، ج:۲۴،ص:۶۹۰، ط، مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۳۸):عن أبی حمید الساعدی، أن رسول اللهﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه، وذلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بیت



پیتل کے بلا قلعی برتن میں کھانا

﴿سوال﴾:

پیتل کے برتن میں کہ جو بلا قلعی کا ہو کھانا پینا بمذہب امام ابوحنیفہؒ جائز ہے یا نہیں اور کپڑے میں چاندی سونے کے بٹن لگا کر استعمال کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

پیتل کے ظروف میں کھانا درست ہے مگر اولیٰ نہیں اور اگر مشابہت کفار ہنود سے ہو تو بسبب مشابہت کے منع ہے(۳۹)۔



الافکار الدولية رياض)

وفی البذل: صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق، فاما أن يكون كسبه بعقد فاسد، كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات، أو بغير عقد، كتالسرقة والغصب والخيانة والغلول، ففی جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن ان أخذه من غير عقد ولم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه ان وجد المالک، والا ففی جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلک الأموال على الفقراء. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، ج: ۱، ص: ۳۵۹، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبان)

وفی الشامية: لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعی. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعزير، ج: ٦، ص: ۱۰٦، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۳۹):فی الشامية: قوله: (ويكره الأكل فی نحاس أو صفر) عزاه فی الدرالمنتقى الى المفيد والشرعة والصفر مثل قفل وكسر الصاد لغة النحاس، وقبل

برہمنی برتنوں میں کھانا کھانا

﴿سوال﴾:

ظروف برہمنی کھانا کھانا جائز ہے یانہیں؟ فقط

﴿جواب﴾:

کھانا سب ظروف میں درست ہے مگروہ ظروف کہ کافرومشرک کا خاصہ ہو(۴۰)۔ فقط



حقہ پینا

﴿سوال﴾:

حقہ پینا مکروہ ہے یا مکروہ تحریمہ؟

﴿جواب﴾:

أجوده مصباح، وفي شرح الشرعة: هو شئ مركب من المعدنيات كالنحاس والأسرب وغيره ذلك. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، ج: ۹، ص: ۴۹۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۴۰):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. رواه أحمد، وأبوداؤد. وفي المرقات تحت هذا الحديث: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الابرار (فهو منهم) أي في الاثم والخير. قال الطيبي: هذا عام في الخلق، والخلق والشعار. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ج: ۸، ص: ۲۲۲، رقم: ۴۳۴۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حقہ پینا مباح ہے(۴۱) مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا نادرست ہے(۴۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۴۱):فی الدر المختار: قلت: فیفهم من حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه.

وفی الشامیة: قوله: (فیفهم منه حکم النبات) وهو الاباحة علی المختار أو التوقف. وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره واضراره. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الأشربة، قبیل کتاب الصید، ج:۱۰،ص:۴۴،ط،دار عالم الکتب ریاض)

(۴۲):عن ابن عمر رضی الله عنهما: أن النبیﷺ قال فی غزوة خیبر: من أکل من هذه الشجرة ـ یعنی الثوم ـ فلایقربن مسجدنا. وفی الفیض تحت هذا الحدیث: واعلم أن کل شیء له رائحة کریهة یکره أن یذهب به الی المسجد. وکما یکره له أن یدخل فی المسجد، وریحه فی فمه. (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ماجاء فی الثوم النيء والبصل والکراث، ج: ۲، ص: ۴۰۷، ۴۰۸، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

فی الدر المختار: وأکل نحو ثوم، ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ولو بلسانه.

وفی الشامیة: قوله: (وأکل نحو ثوم) أی کبصل ونحوه ومما له رائحة کریهة، للحدیث الصحیح البخاری:قلت:علة النهی أذی الملائکة وأذی المسلمین. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد، ج: ۲، ص: ۴۳۵، ط، دار عالم الکتب ریاض)

حقہ پینے والے کا درود شریف

﴿سوال﴾:
زید کہتا ہے کہ جو شخص حقہ پیوے اس کا درود شریف قبول نہیں ہوتا صحیح ہے یا غلط ہے؟

﴿جواب﴾:
زید غلط کہتا ہے حقہ نوش کی نماز اور درود سب مقبول ہوتا ہے البتہ اس حقہ کی بو کا ازالہ نہ کرنا اور منہ میں رکھنا مکروہ ہے (۴۳)۔



تمبا کو کھانا سونگھنا یا حقہ پینا

﴿سوال﴾:
حقہ پینا تمبا کو کا کھانا یا سونگھنا کیسا ہے حرام ہے یا مکروہ تحریمہ یا مکروہ تنزیہہ ہے اور

(۴۳):في الشامية: وللعلامة الشيخ على الأجهورى المالكى رسالة فى حله نقل فيها أنه أفتى بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة.

قلت: وألف فى حله أيضا سيدنا العارف عبدالغنى النابلسى رسالة سماها "الصلح بين الاخوان فى اباحة شرب الدخان" وتعرض له فى كثير من تأليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو الكراهة، فانهما حكمان شرعيان لابد لهما من دليل ولا دليل على ذلك، فانه لم يثبت اسكاره ولاتفتيره ولا اضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة الأصل فى الأشياء الاباحة.......
فالذى ينبغى للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه أو لا كهذا العبد الضعيف وجميع من فى بيته أن بقول هو مباح، لكن رائحته تستكرهها الطباع، فهو مكروه طبعاً لا شرعاً. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الأشربة، ج: ١٠، ص: ۴۲، ۴۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

تمبا کو فروش اور نیچے بند کے گھر کا کھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

حقہ پینا تمبا کو کھانا مکروہ تنزیہہ ہے اگر بو آوے ورنہ کچھ حرج نہیں اور حقہ تمبا کو فروش کا مال حلال ہے ضیافت بھی اس کے گھر کھانا درست ہے (۴۴)۔



حقہ نوش کا درود شریف

﴿سوال﴾:

حقہ نوش جو درود شریف پڑھتا ہے وہ مقبول ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حقہ کی وجہ سے کوئی عبادت رد نہیں ہوتی البتہ جس وقت پینے والے کے منہ میں بد بو اور درود شریف پڑھے تو گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۴۴): قال شیخ الاسلام "الشهیر بـ بیرزاده" فی رسالته رفع التنباک فی حکم التعاطی شجرة التنباک..... وأما بیعها وشراء ها فیجوز لامکان الانتفاع فی غیر الشرب بدلیل تقیید الأصحاب عدم الجواز فی مثلها بما لاینتفع به. (زجر ارباب الریان عن شرب الدخان، ص: ۸۳، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

وفی الدر المختار: وصح بیع غیر الخمر مما مر، ومفاده صحة بیع الحشیشة والأفیون. وفی الشامیة تحته: قوله: (ومفاده الخ) أی مفاد التقیید بغیر الخمر، ولاشک فی ذلک لأنهما دون الخمر ولیسا فوق الأشربة المحرمة فصحة بیعها یفید صحة بیعهما. فافهم. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الأشربة، ج: ۱۰، ص: ۳۵، ط: دار عالم الکتب الریاض)

پان میں تمبا کو کھانا اور حقہ پینا

﴿سوال﴾:

حقہ پینا کیسا ہے اور پان میں تمبا کو کھانا کیسا ہے اور حقہ پینا اور تمبا کو کو کھانا دونوں مساوی ہیں یا کچھ کم وبیش ہیں؟

﴿جواب﴾:

حقہ پینا و تمبا کو کھانا درست ہے(۴۵) مگر بد بو سے مسجد میں آنا حرام(۴۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۴۵):فی الدرالمحتار: قلت: فیفهم من حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه.

وفی الشامية: قوله: (فیفهم منه حکم النبات) وهو الاباحة علی المختار أو التوقف. وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره و اضراره. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الأشربة، قبیل کتاب الصید، ج: ۱۰، ص: ۴۴، ط، دار عالم الکتب)

(۴۶):عن جابر قال: قال رسول اللهﷺ: من أکل من هذه الشجرة المنتنة، فلایقربن مسجدنا، فان الملائکة تأذی مما یتأذی منه الانس. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: قال النووی فی شرح مسلم عقیب حدیث: لقد رأیت النبیﷺ اذا وجد ریحا من الرجل فی المسجد أمر به فاخرج الی البقیع. هذا فیه اخراج من وجد منه ریح نحو البصل فی المسجد، ازالة للمنکر بالید لمن أمکنه. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الاول، ج: ۲، ص: ۳۸۵، ۳۸۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

نمبر دار کے حقوق تلف ہونا

﴿سـوال﴾:

مسئلہ یہاں قاعدہ ہے کہ نمبر دار جمع سرکاری اپنے پٹہ کی سرکار میں داخل کرتا ہے اگر کوئی اپنی زمین کی باقی کا روپیہ یعنی جمع سرکار نمبر دار کو نہ دیوے تو اس کا مواخذہ قیامت میں ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

نمبر دار جب اس کی طرف سے خود سرکاری روپیہ دیتا ہے تو اس کو رکھنا درست نہیں کیونکہ اس میں حق تلفی نمبر دار کی لازم آوے گی (۴۷)۔ فقط



(۴۷):قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ولاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھآ الی الحکام لتأکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وأنتم تعلمون.[سورۃ البقرۃ: ۱۸۸]

وفی الجامع لأحکام القرآن تحت ھذہ الآیۃ: الخطاب بھذہ الآیۃ یتضمن جمیع أمۃ محمد ﷺ، والمعنی: لایأکل بعضکم مال بعض بغیر حق. فیدخل فی ھذا: القمار، والخداع، والغصوب، وجحد الحقوق، ومالاتطیب بہ نفس مالکہ،الخ. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۳، ص: ۲۲۲، ۲۲۳، ط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان)

عن أبی حمید الساعدی، أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیہ بغیر حقہ، وذلک لما حرم اللّٰہ مال المسلم علی المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بیت الافکار الدولیۃ ریاض)

فی الشامیۃ: لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیز، ج: ۶، ص: ۱۰۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

حکام دریا وجنگل کا اشیاء جنگل ودریا پر محصول لگانا

﴿سوال﴾:

حکام دریا وجنگل کا اہتمام کریں اور اس کے مخارج پر محصول ٹھہرادیں تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جنگل پہاڑ کی اشیاء مباحہ ملک عامہ ہیں اس پر محصول لگانا حاکم کا ظلم ہے حرام۔ فقط واللہ اعلم۔ والحطب ان کان فی غیر ملک فلاباس به ولایضر نسبة الی قریة او جماعة مالم یعلم ان ذٰلک ملک لهم. رد المحتار (۴۸). واللّٰه تعالٰی اعلم



پولیس کا باغ بہاری کولوٹنا

﴿سوال﴾:

پولیس کے ملازمان ہنود کی برات میں باغ بہاری لوٹنے پر متعین ہوتے ہیں ان کو وہاں جانا اور لوٹنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جب ایسے کام میں حسب ضرورت انتظام سرکار شرکت ہوجاوے اس پر گناہ نہیں اور جس شئے کولوٹنے کی سرکار سے اور مالک کی طرف سے اجازت ہے اس کا لوٹنا درست ہے۔ فقط



(۴۸):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب احیاء الموات، فصل الشرب، ج: ۱۰، ص: ۱۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

ریل میں بلا اجازت سامان زیادہ لے جانا

﴿سوال﴾:

ریل میں بلا اجازت زیادہ اسباب رکھ لینا درست ہے یا نہیں علیٰ ہذا چنگی سے چھپا کر مال لے جانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

سامان اجازت سے زیادہ لے جانا درست نہیں ہے(۴۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مقدمہ میں سچی گواہی کو چھپانا

﴿سوال﴾:

ایک شخص نے اپنے مقدمہ میں شاہد گرادنا اس نے اس وجہ سے شہادت سے انکار کیا کہ آجکل کچہریوں میں وکلاء لوگ شاہدوں سے جرح اور قدح کے سوال کر کے اپنی تیز بیانی

(۴۹):قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون عند شروطهم. (صحيح البخاری، كتاب الاجارة، باب أجر السمسرة، ص: ۴۴۶، ط، دار السلام رياض)

عن كثير بن عبدالله ابن عمرو بن عوف المزنی عن أبيه، عن جده أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين، الا صلحاً حرم حلالا أو أحل حراما، والمسلمون على شروطهم، الا شرطا حرم حلالا أو أحل حراماً. قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح. (جامع الترمذی، ابواب الأحكام، باب ما ذكر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بين الناس، ص: ۳۲۶، رقم: ۱۳۵۲، ط، دار السلام رياض)

فی شرح المجلة: يلزم مراعاة الشرط بقدر الامكان. (شرح مجلة الأحكام مع درر الحكام، ج: ۱، ص: ۸۴، رقم: المادة:۸۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

سے شاہدوں پر شہادت کو مختلط اور متلبس کرتے ہیں اس وقت اس کو تمیز حق و باطل میں نہیں رہتی ہے اور اس مقدمہ میں اس شاہد کے سوا اور بھی بہت سے شاہد ہیں مگر یہ شخص احتیاطاً ادائے شہادت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کچہری میں شاہد نہیں بن سکتا مجھ کو وکلاء کے سوال وجواب کی طاقت نہیں اس صورت میں یہ شخص مرتکب کتمان شہادت کا تو نہیں علیٰ ہذا القیاس ایک عالم اختلاف مسائل کیوجہ سے فتویٰ پر مہر نہیں کرتا یہ گنہگار تو نہیں؟

﴿جواب﴾:

درصورتیکہ اس مقدمہ کے شاہد موجود ہیں تو یہ شخص کاتم حق نہ ہوگا اگر احیاء حق اس کی ہی شہادت پر موقوف ہو تو اس وقت حق بات کہنی اور جرح وقدح وکلاء پر نظر نہ کرنا ضرور ہے اس وقت میں ہو سکتا ہے ایسا ہی حال عالم کا ہے(۵۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۵۰):فی ملتقی الأبحر: ویفترض أداؤها بعد التحمل اذا طلبت منه الا أن یقوم الحق بغیره.

وفی مجمع الأنهر تحته: (الا أن یقوم الحق بغیره) بأن یکون فی الصک سواء ممن یقوم به الحق، فحینئذ لایفترض لأن الحق لایضیع بامتناعه ولأنها فرض کفایة، وفی الدرر ثم أنه انما یأثم اذا علم أن القاضی یقبل شهادته، وتعین علیه الأداء وان علم أن القاضی لایقبل شهادته أو کانوا جماعة فأدی غیره ممن تقبل شهادته فقبلت، لایأثم وان أدی غیره. (مجمع الأنهر فی ملتقی الأبحر، کتاب الشهادات، ج: ۳، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الکنز: ویلزم بطلب المدعی.

وفی حاشیة الکنز للنانوتوی: (ویلزم بطلب المدعی) لأنه حقه، فاذا طلب لایسع کتمانها، لقوله تعالی: ﴿ولاتکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه آثم قلبه﴾ [البقرة: ۲۸۳].....ثم انما یأثم اذا امتنع عن الأداء بغیر عذر ظاهر وعلم أن القاضی یقبل شهادته، واذا علم أنه لایقبل، أو کان هو ثالثا أو رابعاً، وأدی غیره، ولم یؤد هو،

بزرگوں کو قبلہ وکعبہ وغیرہ لکھنا

﴿سوال﴾:

قبلہ وکعبہ وقبلۂ دارین وکعبہ کونین یا قبلہ دینی وکعبہ دنیوی یا قبلہ آمال وحاجات یا قبلہ مرادات یا قبلہ صوری وکعبہ معنوی یا دیگر مثل ان الفاظ کے القاب آداب میں والد یا عموی کا یا اخوی کو یا اور کسی کو تحریر کرنے جائز ہے یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی معہ عبارت ودلائل تفصیلی ارقام فرماویں؟

لایأثم لظهور الحق بغيره. (كنز الدقائق، كتاب الشهادة، ج: ٢، ص: ٤٣٩، ط، مكتبة البشرى كراتشى)

وفى أصول الافتاء: الأصل فى الافتاء أنه فرض كفاية على مفت مؤهل اذا وجد عندد من المؤهلين فان قام به بعضهم سقط عن الباقين. ويكون فرض عين فى الأحوال الآتيه:

الأول: اذا استفتى فى مكان لايوجد فيه مؤهل غيره، وهو يعرف الحكم، لقول الله سبحانه وتعالى: ﴿ان الذين يكتمون مآ انزلنا من البينٰت والهدىٰ من بعد ما بينٰه للناس فى الكتٰب أولٰٓئك يلعنهم الله ويلعنهم اللٰعنون﴾ [البقرة: ١٥٩]

قال النووى رحمه اللّٰه تعالى: افتاء المسفتين فرض كفاية، فان لم يكن هناك من يصلح الا واحد، تعين عليه. وان كان جماعة يصلحون، فطلب ذلك من أحدهم فامتنع، فهل يأثم؟ ذكروا وجهين فى المفتى، والظاهر جريانهما فى المعلم وهما كالوجهين فى امتناع أحد الشهود، والأصح لايأثم. (أصول الافتاء وآدابه، أحكام الافتاء ومنهجه، متى يجب الافتاء، ص: ٢٨٥، ٢٨٦، ط، مكتبة معارف القرآن كراتشى)

(وكذا فى المجموع شرح المهذب، فصل فى ان تعليم الطالبين وافتاء المستفتين فرض كفاية، ج: ١، ص: ٢٧، ط، ادارة الطباعة المنيرية)

﴿جواب﴾:

ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں لقولہ علیہ السلام لاتطرونی (الحدیث) جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں (۵۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



وعدہ کو پورا کرنا

﴿سوال﴾:

ایفائے وعدہ نہ کرنا کیسا ہے اس مسئلہ کو بہ ثبوت حدیث شریف اور فقہ کے زیب قلم فرما کر بہت جلد مرحمت فرماویں اور کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جاوے۔ فقط

---

(۵۱): عن ابن عباسؓ: سمع عمر رضی اللّٰہ عنہ یقول علی المنبر: سمعت النبی ﷺ یقول: لاتطرونی کما أطرت النصاری ابن مریم فانما أنا عبدہ فقولوا: عبداللّٰہ ورسولہ. (صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم، ص: ۵۷۰، رقم: ۳۴۴۵، ط، دار السلام ریاض)

فی الموسوعة الفقهية: يجب أن لايصل مدحه ﷺ الى حد الاطراء المنهى عنه لقوله ﷺ: لاتطرونى كما أطرت النصارى ابن مريم، فانما أنا عبده، فقولوا: عبدالله ورسوله.

قال القرطبى فى معناه: لاتصفونى بما ليس فىّ من الصفات، تلتمسون بذلك مدحى، كما وصفت النصارى عيسى بما لم يكن فيه، فنسبوه الى أنه ابن الله فكفروا بذلك وضلوا، وهذا يقتضى أن من رفع أمرا فوق حده وتجاوز مقداره بما ليس فيه فمعتد آثم، لأن ذلك لو جاز فى أحد لكان أولى الخلق بذلك رسول الله ﷺ. (الموسوعة الفقهية، ج: ۳۶، ص: ۲۷۶)

﴿جواب﴾:

ایفائے وعدہ ضرور ہے اگر عذر سے وفا نہ ہو تو معاف ہے اور جو وعدہ کے وقت سے ہی ارادہ عدم ایفاء کا ہے تو مکروہ تحریمہ ہے (۵۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۵۲): وعن زید بن أرقم، عن النبی ﷺ، قال: اذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی له، فلم یف ولم یجیٔ للمیعاد فلا اثم علیه. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: قال الأشرف: هذا دلیل علی أن النیة الصالحة یثاب الرجل علیها وان لم یقترن معها المنوی وتخلف عنها اهـ. ومفهومه أن من وعد ولیس من نیته أن یفی فعلیه الاثم سواء وفی به أو لم یف، فانه من أخلاق المنافقین. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثانی، ج: ۹، ص: ۱۰۳، رقم: ۴۸۸۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفیه ایضاً: قال النووی: أجمعوا علی أن من وعد انساناً لیس بمنهی عنه فینبغی أن یفیٔ بوعده...... فان کان عند الوعد عازماً علی أن لایفی به فهذا هو النفاق. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثانی، قبیل باب المفاخرة والعصبیة، ج: ۹، ص: ۱۱۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الاشباه: الخلف فی الوعد حرام.

وفی غمز عیون البصائر تحته: قوله: (الخلف فی الوعد حرام) قال السبکی: ظاهر الآیات والسنة تقتضی وجوب الوفاء وقال صاحب العقد الفرید فی التقلید انما یوصف بما ذکر أی بأن خلف الوعد نفاق اذا قارن الوعد العزم علی الخلف کما فی قول المذکورین فی آیة ﴿لئن أخرجتم لتخرجن معکم﴾ فوصفوا بالنفاق لابطانهم خلاف ما أظهروا وأما من عزم علی الوفاء ثم بدا له فلم یف بهذا لم یوجد منه صورة نفاق کما فی الاحیاء، الخ. (غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر، کتاب الحظر والاباحة، ج: ۳، ص: ۲۳۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

خط میں القاب قبلہ وکعبہ کا لکھنا

﴿سوال﴾:

خط میں القاب قبلہ وکعبہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

قبلہ وکعبہ کسی کو لکھنا درست نہیں ہے(۵۳)۔



معافی طلب کرنے والے کو معاف نہ کرنا

﴿سوال﴾:

اگر زید بکر کو یہ بہتان لگادے اور انبوہ کثیر میں یہ کہتا پھرے کہ مجھ کو بکر نے ایسے الفاظ کہے ہیں کہ میں بیان بباعث شرم کے نہیں کرسکتا ہوں اور بکر زید سے دریافت کرے کہ اگر میں نے کوئی کلمہ ناشائستہ ایسا کہا ہو تو مجھ کو مطلع کروتا کہ میں معافی ساتھ توبہ کے چاہوں مگر زید بباعث کسی وجہ معقول یا غیر معقول کے نہ کہے تو اس صورت میں خطاوار کون ہے؟

﴿جواب﴾:

اگر معافی چاہنے والے کو معاف نہ کرے تو یہ معاف نہ کرنے والا خاطی ہے(۵۴)۔



(۵۳):قال الشیخ العلامة اشرف علی التهانوی نور الله مرقدهٗ: اگر مجاز کا ارادہ کیا جاوے تو تخالف نہیں ہے، لیکن ظاہری تخالف جس شخص کے خیال میں ہو اس کو اس حالت میں فتاوی رشیدیہ پر عمل احوط ہے۔(امداد الفتاوی مع جدید مطول حاشیہ، ج:۹،ص:۴۴۲،ط، زکریا بکڈپو دیوبند)

(۵۴):عن جودان قال قال رسول اللهﷺ من اعتذر الی أخیه بمعذرة فلم

وعظ کے بعد واعظ سے مصافحہ

﴿سوال﴾:
واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا جائز ہے مگر اس کا التزام کرنا اور ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے (۵۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



یقبلها کان علیه مثل خطیئة صاحب مکس. وفی مصباح الزجاجة تحت هذا الحدیث: قال البوصیری: لیس لجودان عند ابن ماجة سوی هذا الحدیث، ولیس له روایة فی شئ من الکتب الخمسة. ورجال اسناده ثقات الا أنه مرسل. (مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة ومعه کفایة الحاجة فی شرح سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب المعاذیر، ص: ۱۳۵۴، رقم: ۳۷۱۸، ط، بیت الأفکار الدولیة)

وفی اهداء الدیباجة تحت هذا الحدیث: قال المناوی فی فیض القدیر[۶/۹۵]: قوله: "کان علیه مثل خطیئة صاحب مکس" لأن من صفاته تعالی قبول الاعتذار والعفو عن الزلات، فمن أبی واستکبر عن ذلک فقد عرض نفسه لغضب اللّٰه ومقته. (اهداء الدیباجة بشرح سنن ابن ماجة، کتاب الأدب، باب المعاذیر، ج: ۵، ص: ۱۰۳، ۱۰۴)

(وکذا فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۶، ص: ۷۳، رقم: ۸۴۷۵، ط، دار المعرفة بیروت لبنان)

(۵۵):عن أبی أمامة أن رسول اللّٰه ﷺ قال: اذا تصافح المسلمان لم تفرق أکفهما حتی یغفر لهما. وقال الشیخ عبدالمجید فی تخریج هذا الحدیث: قال فی المجمع ۸/۳۷ وفیه مهلب بن العلاء ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات. (المعجم الکبیر

شادی میں نکاح کیوقت کھجور لٹانا

﴿ســـوال﴾:

شادی میں وقت نکاح کے خرموں کا لٹانا اور لوٹنا جائز ہے یا نہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو کہ مؤید لوٹنے چھواروں کی ہے معتمد ہے یا نہیں اور فقہاء کا اس میں کیا مذہب ہے ارقام فرمایئے؟

﴿جواب﴾:

ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری نہیں اگر چہ ایسا لوٹنا درست ہو مگر یہ روایت چنداں معتمد نہیں اور اس کے فعل سے اکثر چوٹ آجاتی ہے اگر مسجد میں نکاح ہو تو بے تعظیمی مسجد کی بھی ہوتی ہے لہٰذا حدیث ضعیف پر عمل کر کے موجب اذیت مسلم کا ہونا ہے اور مسجد کی شان کے خلاف فعل ہونا مناسب نہیں اور اس روایت کو لوگوں نے ضعیف لکھا ہے(۵۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



للطبرانی، ج: ۸، ص: ۲۳۶، رقم: ۸۰۷۶، ط، مکتبة ابن تیمیة القاهرة)

فی المرقات: من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة أو منکر. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج: ۳، ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

وفی الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۵۶):قال العلامة البیهقیؒ: وقد روی فی الرخصة فیه أحادیث کلها ضعیفة، فمنها ما:

نکاح کے وقت کھجور لٹانا

﴿سوال﴾:

بروقت نکاح چھوارے لٹانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

چھوارے لٹانے وقت نکاح کے مباح ہیں مگر اس وقت میں نہ چاہئے کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو(۵۷)۔



عن عائشة رضی اللّٰه عنها، أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم تزوج بعض نسائه فنثر علیه التمر. الحسن بن عمرو هو ابن سیف العبدی، بصری عنده غرائب.

ومنها ما:

أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحسین السلمی، أخبرنا عبداللّٰه بن محمد بن موسی بن کعب، أخبرنا محمد بن غالب، حدثنا زکریا بن یحیی، حدثنا عاصم بن سلیمان، حدثنا هشام بن عروة، عن أبیه، عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: کان النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم اذا زوج أو تزوج نثر تمراً. عاصم بن سلیمان بصری، رماه عمرو بن علی بالکذب ونسبه الی وضع الحدیث. (السنن الکبیر، کتاب الصداق، باب ماجاء فی النثار فی الفرح، ج: ۱۵، ص: ۹۰، ۹۱، رقم: ۱۴۷۹۷، ۱۴۷۹۸)

(۵۷):عن أبی موسی رضی اللّٰه عنه قال: قالوا: یا رسول اللّٰه(صلی اللّٰه علیہ وسلم) أی الاسلام أفضل؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ویده. (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب أی الاسلام أفضل، ص: ۶، رقم: ۱۰، ط، دار السلام ریاض)

فی الهندیة: لابأس بنثر السکر والدراهم فی الضیافة وعقد النکاح کذا فی السراجیة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثالث عشر فی النهبة ونثر الدراهم، ج: ۵، ص: ۳۴۵)

رسم بسم اللہ کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

ابتدائے مکتب میں بسم اللہ بچوں کی خاص چار سال اور چار ماہ اور چار ہی روز میں کرنا ثابت اور جائز ہے یا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا سن شریف ابتداء انشراح صدر کیا تھا ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:

ابتداء مکتب کی کوئی قید نہیں اور شرح صدر اول چار سال کی عمر میں تھا (۵۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



بچوں کی سالگرہ منانا

﴿سوال﴾:

سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۵۸):فی الطبقات الکبیر: قال أخبرنا محمد بن عمر عن أصحابه قال:....ولما بلغ أربع سنین کان یغدو مع أخیه وأخته فی البهم قریباً من الحی، فأتاه الملکان هناک فشقا بطنه واستخرجا علقة سوداء فطرحاها وغسلا بطنه بماء الثلج فی طست من ذهب، ثم وزن بألف من أمته فوزنهم، فقال أحدهما للآخر: دعه، فلو وزن بأمته کلها لوزنهم! وجاء أخوه یصیح بأمه: أدرکی أخی القرشی! فخرجت أمه تعدو ومعها أبوه فیجدان رسول اللہ ﷺ، منتقع اللون، فنزلت به الی آمنة بنت وهب وأخبرتها خبره، الخ. (کتاب الطبقات الکبیر، ذکر من أرضع رسول اللہ ﷺ وتسمیه اخوته وأخواته من الرضاعة، ج: ۱، ص: ۹۱، ط، مکتبة الخانجی القاهرة)

سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا اور بعد سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالیٰ کے کھلانا بھی درست ہے(۵۹)۔



ڈوم کے گھر کا کھانا

﴿سوال﴾:
ڈوم وغیرہ کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
ڈوم وغیرہ کے گھر کی دعوت بھی درست نہیں ہے(۶۰)۔فقط



---

(۵۹):في المسائل المهمه: بعض حضرات اپنے چھوٹے بچوں کی یا خود کی سالگرہ مناتے ہیں یہ ایک غیر شرعی عمل اور کفار سے مشابہت ہے، نہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی اور اپنے بچوں کی سالگرہ منائی نہ صحابہ نے نہ بعد کے صالحین نے، یہ مغربی تہذیب کی دَین ہے، لہٰذا اس کا چھوڑنا ضروری ہے۔(المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ، ج:۲،ص:۲۴۹)

وفي كفايت المفتي: سالگرہ منانا کوئی شرعی تقریب نہیں ہے ایک حساب اور تاریخ کی یادگار ہے اس کے لئے یہ تمام فضولیات محض عبث اور التزام مالا یلزم میں داخل ہیں۔(کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹،ص:۸۴،۸۵،ط،دارالاشاعت کراچی)

وفي فتاوى رحيميه: سالگرہ منانے کا جوطریقہ رائج ہے(مثلاً کیک کاٹتے ہیں) یہ ضروری نہیں بلکہ قابل ترک ہے غیروں کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے، البتہ اظہار خوشی اور خدا کا شکر ادا کرنا منع نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ،متفرقات حظر والاباحۃ، ج:۱۰،ص:۲۲۶،ط،دارالاشاعت کراچی)

(۶۰):عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبراني، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

طلبہ کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا

﴿سوال﴾:
طلبہ کا کھانا جو کسی جگہ مقرر ہوتا ہے اور وہ وہاں سے لاتے ہیں صاحب نصاب کو وہ کھانا بحسب رغبت طلبہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
طلبہ کا کھانا جو مقرر ہوتا ہے اگر وہ واجب مثل کفارہ اور عشر اور نذر اور زکوٰۃ نہیں ہے تو طلبہ کے ساتھ ان کی اجازت سے غنی بھی کھا سکتا ہے اور اگر ان میں سے کسی میں کھانا مقرر ہوا ہے تو جب وہ طالب علم کسی کو مالک بناوے اس وقت غنی اس کھانے کو کھا سکتا ہے صرف ساتھ کھلانے سے کھانا اس کا درست نہیں ہے (٦١)۔ فقط



فی الهندیة: اٰکل الربا و کاسب الحرام أهدی الیه أو أضافه و غالب ماله حرام لایقبل و لایأکل مالم یخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا و الضافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

(٦١):عن عائشة[رضی اللّٰه عنها]: وأتی النبیﷺ بلحم بقر، فقیل: هٰذا ما تصدق به علٰی بریرةؓ، فقال:هو لها صدقة ولنا هدیة. (صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اباحة الهدیة للنبیﷺ ولبنی هاشم وبنی المطلب الخ، ص: ۴۳۷، رقم: ۲۴۸٦، ط، دار السلام ریاض)

فی المختار: (مصارف الزکوة)وهم الفقیر وهو الذی له ادنی شئ..... ولا یدفعها..... الی غنی.

وفی الاختیار تحته: قال: (ولا الی غنی) لقوله علیه الصلاة والسلام "لاتحل الصدقة لغنی".... وکذلک الحکم فیما سوی الزکاة من الصدقات الواجبات

شادی کے پہلے کا کھانا کھانا

﴿سوال﴾:

شادی سے پہلے کھانا کرنا جیسا رواج ہے اور اسے چوٹی کا کھانا کہتے ہیں کیسا ہے اور اس کھانے کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

خوشی میں عزیزوں دوستوں کو کھانا کھلانا درست ہے (٦٢) جب تک فخر وریاء نہ ہو اور نہ اس کو رسم واجب جیسی جانے (٦٣)۔



کصدقة الفطر والكفارات والعشور والنذور وغير ذلک، لأنها فی معنی الزكاة، فانه يطهر نفسه بأداء الواجب واسقاط الفرض. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الزكوة، باب مصار الزكوة، ج: ١١٨، ١١٩، ١٢٠، ١٢١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٦٢):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: اذا دعا أحدكم أخاه فليجب عرساً كان أو نحوه. وفی البذل تحت هذا الحديث: أی اذا كان الدعوة فی النكاح أو نحوه من مواقع السرور. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الأطعمة، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، ج: ١١، ص:٤٦٧،٤٦٨،رقم: ٣٧٣٨، ط، دار البشائربيروت)

فی التاتارخانية: وفی الخانية: لاينبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة، كدعوة العرس والختان ونحوهما. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فی الهدايا والضيافات، ج: ١٨، ص: ١٧٦، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(٦٣):عن الزبير بن خريت قال: سمعت عكرمة يقول: كان ابن عباسؓ يقول: ان النبیﷺ نهی عن طعام المتباريين أن يؤكل. وفی البذل تحت هذا

گانے والے کی دعوت

﴿سوال﴾:

مولوی عبدالحیٔ صاحب اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ مغنیہ کی دعوت جب قبول کرے اور کھاوے جب کہ اس نے قرض لے کر وہ مال تیار کیا ہو خواہ پھر وہ رنڈی اپنے کسب حرام سے وہ قرض ادا کرے تو حضور فرمادیں کہ ڈوم رنڈی وغیرہ کا مال لے کر اپنے قرضدار کو دے دینا یا وہ قرض لے کر ہی دے اور پھر وہ مال اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر کوئی شخص قرض لے کر کسی کار خیر میں لگادے یا کسی کو صدقہ اور ہدیہ دے تو وہ کام بھی ہو جاوے اور موہوب لہٗ کو یہ صدقہ اور ہدیہ بھی لینا درست ہے(۶۴) مگر جب واہب مدیون اپنا قرض حرام مال سے ادا کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا اور اصل مالک کا دیندار رہے گا ایسے ہی حرام مال کا قرضہ میں لینے والا بھی اگر مسلمان ہے تو سخت گنہگار رہے گا(۶۵)۔فقط

الحدیث: قال لخطابیؒ: المتباریان المتعارضان بفعلیهما، یقال: تباری الرجلان اذا فعل أحدهما مثل فعل صاحبه لیری أیهما یغلب صاحبه، وانما کره ذلک لما فیه من الریاء والمباهاة، ولأنه داخل فی جملة ما نهی عنه فی أکل المال بالباطل. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی طعام المتباریین، ج: ۱۱، ص: ۴۸۱، ۴۸۲، رقم: ۳۷۵۴، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۶۴):فی التاتارخانیة: وفی عیون المسائل: رجل اهدیٰ الی انسان أو اضافه، ان کان غالب ماله من حرام، لاینبغی أن یقبل ویأکل من طعامه مالم یخبر أن ذلک المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، ج: ۱۸، ص: ۱۷۵، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۶۵):فی الهندیة: ولو کان لمسلم علی نصرانی دین، فباع النصرانی خمراً

واللہ تعالیٰ اعلم



نعت یا حمد کے اشعار بلند آواز سے پڑھنا

﴿سوال﴾:

نعت یا حمد کے غزل عاشقانہ کہ جس میں کوئی کذب اور لغو نہ ہو بلند آواز سے کہ جس میں نشیب و فراز بھی ہو طبعی یا کسبی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ایسے اشعار کا پڑھنا بحسن صوت درست ہے اگر اس سے کوئی مفسدہ پیدا نہ ہو۔

وأخذ ثمنها وقضاه المسلم من دينه، جاز له أخذه، لأن بيعه له مباح. ولو كان الدين لمسلم على مسلم، فباع المسلم خمراً وأخذ ثمنها وقضاه صاحب الدين، كره له أن يقبض ذلک من دينه، كذا فی السراج والوهاج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون فی القرض والدين، ج: ۵، ص: ۳۶۷)

فی الدر المختار: الحرام ينتقل..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامية تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سيدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول على ما اذا لم يعلم بذلک، أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

فقط (٦٦)۔



بغیر باجے کے راگ وغیرہ سننا

﴿سوال﴾:

سمع اور غنا اور راگ یہ تینوں ایک ہی چیز ہیں یا غیر اور یہ تینوں چیزیں بلا مزامیر کے سننا جائز ہیں یا نہیں درآنحالیکہ گانے والا انکار موافق قواعد موسیقی کے گاوے؟

﴿جواب﴾:

یہ ہرسہ الفاظ ایک معنی رکھتے ہیں بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور وہ مضمون راگ کا خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں (٦٧)۔



(٦٦):فی التاتارخانية: قراء ة الأشعار ان لم يكن فيها ذكر الفسق و الغلام ونحوه لايكره. وفی الظهيرية: وقيل: معنی الكراهة في الشعر أن يشتغل الانسان فيشغله ذلک عن قراء ة القرآن و الذكر، أما اذا لم يكن ذلک فلابأس به. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن عشر فی الغناء و اللهو وسائر المعاصی والأمر بالمعروف، ج: ١٨، ص: ١٨٧، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، ج: ٥، ص: ٣٥١، ٣٥٢)

(٦٧):فی الدرالمختار: وفی السراج: المسألة أن الملاهی كلها حرام، ويدخل عليهم بلا اذنهم لانكار المنكر. قال ابن مسعود: صوت اللهو و الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء النبات. قلت: وفی البزازية: استماع صوت الملاهی كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع

راگ کے مسئلے

﴿سوال﴾:
راگ کس کو کہتے ہیں اور مکروہ ہے یا حرام اگر اشعار مثل مولانا جامی ومولانا نظامی ومولانا سعدی ومولانا روم رحمہم اللہ وغیرہ کے پڑھے جاویں تو کس طور سے راگ میں ہوجاویں اور کس طور پر بلا راگ ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:
راگ کہتے ہیں اچھی آواز کیساتھ کچھ کہنے کو خواہ شعر ہو یا جامی ونظامی وغیرہما علیہم الرحمۃ کا خواہ اور کوئی کلام ہو۔ یہ ترجمہ غناء کا ہے اردو میں اور لوگوں کے نزدیک راگ جب ہوتا ہے کہ آواز کو بے موقعہ گھٹا بڑھا کر کچھ کہیں سو اس طرح کہ لفظ اپنے موقعہ پر رہیں اور خوش صورت ہو قرآن وحدیث کا بھی پڑھنا درست ہے بلکہ مستحب ہے اور ایسا کہ لفظ کم زیادہ کھینچے جاویں درست نہیں (۶۸) مگر اشعار میں کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر".

وفی الشامية تحته: وذكر شيخ الاسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾[لقمان: ٦] الآية. جاء في التفسير: أن المراد الغناء..... قلت: وفی التاترخانية عن العيون ان كان السماع سماع القرآن والمواعظة يجوز، وان كتان سماع غناء فهو حرام باجماع العلماء....والحاصل: أنه لارخصة فی السماع فی زماننا، لأن الجنيد رحمه الله تعالى تاب عن السماع فی زمانه. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، ج: ٩، ص: ٥٠٢، ٥٠٣، ٥٠٤، دار عالم الكتب رياض)

(٦٨):فی البحر المحيط: استحباب تزيين القرآن بالصوت الحسن، قال القرطبی رحمه الله: فائدة هذا الخبر حث القارى على اعطاء القراءة حقا من

چنگ ورباب وساز کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

مزامیر معازف کی حرمت عام خاص تمام کے حق میں ہے یا لاہلہ حلال ولغیرہ حرام وقول مشہور درست ہے اگر کسی شخص کو بجز محبوب حقیقی کے اور کسی شئے سے محبت نہ ہو اور اس کو مزامیر ومعازف سے ترقی حالت کرنا ہو قضاء ظاہر جائز نہیں ہوسکتا مگر دیانۃً بھی جائز ہے یا نہیں اگر ایسے موقع سے کہ شریعت میں کوئی فتنہ وخنہ نہ ہو مثلاً کسی علیحدہ مکان میں سن لیوے تو رخصت ہے یا نہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے سنا ہے اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں یہ نہیں کہ لوگوں سے اس کی تشہیر کی جاوے میرا گمان یہ ہے کہ شاید ایسے شخص کو کسی وقت کسی حالت خاص میں رخصت ہو حاشا وکلا اپنے گمان کو صحیح نہیں سمجھتا؟

﴿جواب﴾:

سب خاص وعام کو حرام ہے کسی کو حلال نہیں ایسی حالت میں بھی ہرگز جائز نہیں (٦٩) اور نہ بزرگوں نے سنا مگر بشریت سے اگر سنا تو وہ نہ معصوم تھے نہ ان کے قول کی

ترتیلها، وتحسینها، وتطییبها بالصوت الحسن ما أمکن...... أجمع العلماء علی استحباب تحسین الصوت بالقرآن ما لم یخرج عن حد القراءة بالتمطیط، فان خرج حتی زاد حرفاً، أو أخفاه حرم. (البحر المحیط الثجاج شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ج: ٦، ص: ٢٤٥، ٢٥٢، ط، دار ابن الجوزی المملکة العربیة السعودیة)

(٦٩):فی الدر المنثور: وأخرج ابن أبی حاتم عن الحسن قال: نزلت هذه الآیة: ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ فی الغناء والمزامیر.

وفیه ایضاً: وأخرج ابن أبی الدنیا عن عبدالرحمن بن عوف، أن رسول

حجت ہے شریعت اور طریقت میں۔



ڈومنیوں کو بیاہ میں گوانا

﴾سوال﴿:

ڈومینوں سے بیاہ میں گوانا بشرطیکہ خلاف شرع نہ گاویں درست ہے یا نہیں؟

﴾جواب﴿:

عورتوں کے مجمع میں اگر عورتوں کا گانا موجب فتنہ کا نہ ہو تو درست ہے ورنہ ناجائز ہے مگر فقہاء کو چونکہ فتنہ کا ہونا اکثر معلوم ہوا ہے وہ مطلقاً منع فرماتے ہیں اور مناسب بھی یہی ہے(۷۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



اللہ ﷺ قال: انما نهيت عن صوتين أحمقين فاجرين، صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامير شيطان، وصوت عند مصيبة، خمش وجوه، وشق جيوب، ورنة شيطان. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، سورة القمان [الآية: ٦]، ج: ١١، ص: ٦١٨، ٦٢١)

وفى الموسوعة الفقهية: المعازف منها ما هو محرم كذات الأوتاد والنايات والمزامير والعود والطنبور والرباب، ونحوها فى الجملة، لما روى عن على رضى اللہ تعالى عنه أن رسول اللہ ﷺ قال: اذا فعلت أمتى خمس عشرة خصلة حل بها البلاء....و عد ﷺ منها.... واتخذت القنيات والمعازف، وما روى عن أبى أمامة رضى اللہ تعالى عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان اللہ بعثنى رحمة وهدى للعالمين، وأمرنى أن أمحق المزامير والكفارات يعنى البرابط والمعازف. (الموسوعة الفقهية، ج: ٣٨، ص: ١٦٨)

(۷۰):فى الدر المختار: وفى السراج: المسألة أن الملاهى كلها حرام،

عیدین میں بانسری تاشہ باجاوغیرہ بجانا

﴿سوال﴾:

بروز عیدین تاشہ باجا یا فوج پیدل خواہ سوار سلاح بند اپنے ہمراہ لیکر نماز عیدگاہ میں جانا جیسا ریاست رامپور وغیرہ میں دستور ہے خصوصاً ریاست گوالیار میں کہ والی اس ریاست کا اہل ہنود ہے اور وہاں تاشہ وغیرہ بھی اسی کی طرف سے مقرر ہے اور اگر ان کا تہوار ہوتا ہے تو بڑی شان وشوکت سے اپنے بتوں کو نکالتے ہیں تو امر برائے شوکت دین اسلام جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی تا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور اگر نہیں کرتے ہیں تو اہل ہنود کی آنکھوں میں حقیر معلوم ہوتے ہیں اور وہ لوگ حقیر جاننے لگتے ہیں؟

﴿جواب﴾:

معازف ومزامیر سب حرام ہے چنانچہ احادیث وفقہ اس سے مملو ہے(۱۷) پس عید

ویدخل علیهم بلا اذنهم لانكار المنكر. قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات. قلت: وفى البزازية: استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، ج: ۹، ص: ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، دار عالم الكتب رياض)

(۱۷): فى الدرالمنثور: وأخرج ابن أبى الدنيا عن عبدالرحمن بن عوف، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انما نهيت عن صوتين أحمقين فاجرين، صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامير شيطان، وصوت عند مصيبة، خمش وجوه، وشق جيوب، ورنة شيطان. (الدرالمنثور فى التفسير بالمأثور، سورة القمان [الآية: ٦]، ج: ۱۱، ص: ۶۲۱)

عن عبدالرحمن بن غنم الأشعرى قال: حدثنى أبو عامر ـ أو ابو مالك ـ الأشعرى، والله ما كذبنى: سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول: ليكونن من أمتى أقوام يستحلون

کے ترک میں حرام ہی ہوویں گے البتہ فوج پیدل وسوار سلاح بند کا جانا مباح ہے شوکت اسلام اس سے کافی ہے ڈھول تاشہ سے شوکت نہیں ہوتی اور نہ ترک محرکات شرعی سے کچھ حرج ہوتا ہے۔



ہندؤوں کے تہوار میں خوشی کے گیت گانا

﴿سوال﴾:

ہندؤوں کے لڑکوں کو ان کے تہوار ہولی یا دیوالی میں بطور عیدی ان کے تہوار کی تعریف میں کچھ اشعار بنا کر جس طور کہ میانجی لوگ پڑھا کرتے ہیں پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ درست نہیں (۷۲)۔



الحر، والحرير، والخمر، والمعازف، ولينزلن أقوام الى جنب علم، يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم لحاجة فيقولون: ارجع الينا غداً، فيبيتهم اللّٰه، ويضع العلم، ويمسخ آخرين قردة وخنازير الى يوم القيامة. (صحيح البخاری، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه، ص: ۱۲۰۵، رقم: ۵۵۹۰، ط، دار السلام رياض)

(۷۲):فی تفسير ابن كثير: وقوله: ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾: يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات، وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، ج:۳،ص:۱۲،۱۳،ط،دار طيبه رياض)

آواز ملا کر چند لوگوں کا مناجات پڑھنا

﴿سوال﴾:

باہم آواز ملا کر چند آدمیوں کو خدا کی یا حضرت کی شان میں غزلیں پڑھنا درست ہے یا منع ہے؟

﴿جواب﴾:

اس طریق سے مناجات یا مدح پڑھنا بشرطیکہ کوئی فتنہ کا خوف نہ قید کسی وقت کی ہو نہ مضمون خلاف شرع ہو نہ کسی دوسرے کی نماز یا ذکر میں حرج ہوتا ہو نہ پڑھنے والے کی نماز قضاء ہو جانے یا جماعت رہ جانے کا خوف ہو الغرض تمام مفاسد شرعیہ سے خالی ہو تو مباح ہے(۲۳ے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



و فی نصب الراية: قال عليه السلام: من كثر سواد قوم فهو منهم، قلت: رواه أبو يعلى الموصلي في "مسنده" حدثنا أبو همام ثنا ابن وهب أخرني بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث أن رجلا دعا عبدالله بن مسعود الى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهواً، فلم يدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: اني سمعت رسول الله ﷺ يقول: من كثر سواد قوم، فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به، انتهى. (نصب البراية، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص، ج: ۴، ص: ۳۴۶، رقم: ۷۷۷۸)

(۲۳ے):في الشامية: وفي حاشية الحموى عن الامام الشعراني: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها، الا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ الخ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: في رفع الصوت بالذكر، ج: ۲، ص: ۴۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

حرام مال سے بنائے ہوئے مکان میں رہنا

﴿سوال﴾:

مولانا اس جگہ مکان کی نہایت درجہ تکلیف ہے چھپر کے مکانات اکثر ہیں آج کل موسم بارش میں کمال تکلیف ہے کتابیں و جامہائے پوشیدنی ضائع ہونے کا اندیشہ قوی ہے اس نظر سے ایک مکان تعمیر شدہ طوائف میں چندروز سے قیام کیا ہے سکونت واذ کار واشغال وتلاوت قرآن مجید ونماز نفل وغیرہ اس مکان میں حرام ہے یا مکروہ تحریمی اور طعام طوائف اور قیام وسکون مکان تعمیر شدہ طوائف مساوی ہیں گناہ وحرمت میں یا فرق ہے؟

﴿جواب﴾:

جو مکان حرام مال سے بنایا گیا اس کا قیام وسکونت بھی مکروہ تحریمہ بلکہ حرام ہووے گا جیسا طعام خریدہ از حرام کا حال کچھ فرق نہیں (۷۴)۔



(۷۴):فی الدر المختار: الحرام ینتقل..... وفی حظر الأشباہ: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامیة تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی کتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفیة من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

حرام مال سے کنواں بنوانا

﴿سوال﴾:
اگر طوائف مال حرام سے چاہ پختہ یا خام بنوادے تو اس کا پانی پینا اور وضو و غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
اس کنویں سے وضو و غسل کرنا باعتبار فتویٰ درست ہے اور باعتبار تقویٰ نا درست ہے(۷۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۷۵):فی الشامية: سئل الفقيه أبو جعفر عن اكتسب ماله من أمراء السلطان ومن الغرامات المحرمات وغير ذلک هل يحل لمن عرف ذلک الطعام غصباً أو رشوة. وفی الخانية: امرأة زوجها فی أرض الجور ان أكلت من طعامه ولم يكن عين ذلک الطعام غصباً فهی فی سعة من أكله، وكذا لو اشترى طعاماً أو كسوة من مال أصله ليس بطيب فهی فی سعة من تناوله والاثم على الزوج. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، ج: ۷، ص: ۳۰۱، ۳۰۲، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی الهندية: لو اشترى لها طعاما أو كسوة أصله ليس بطيب فهی فی سعة من تناول ذلک الطعام والثياب ويكون الاثم على الزوج. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج: ۵، ص: ۳۷۵)

حرام مال والے کا ہدیہ قبول کرنا

﴿سوال﴾:

جس شخص کے ہاں حلال وحرام ہر قسم کا ہو تو اس کے یہاں سے ہدیہ وغیرہ اگر لیوے یا روپیہ پیسہ بطور اجرت تو اس سے گیرندہ کو استفسار واجب ہے یا لا تجسسوا پر عمل کرنا لائق ہے؟

﴿جواب﴾:

استفسار کر لیوے مہمل نہ چھوڑے یہ تجسس نہیں بلکہ تحقیق ہے (۷۶)۔ فقط



حرام مال سے بنا ہوا مکان خریدنا

﴿سوال﴾:

نیز مکان مذکور کسی حیلہ شرعی خریدنا یا مستعار یا کرایہ پر لینا درست ہے یا نہیں ارادہ احقر ہے کہ اہل وعیال کو بلا کر اس میں قیام کیا جاوے بشرطیکہ گناہ نہ ہو؟

﴿جواب﴾:

اس کا کچھ حیلہ مجھ کو معلوم نہیں جو لکھوں۔



---

(۷۶): فی البزازية: غالب المهدی ان حلالا لابأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتعين أنه من حرام وان غالب ماله الحرام لايقبلها ولايأكل الا اذا قال انه حلال ورثه أو استقرضه. (الفتاوی البزازية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية الفصل الرابع فی الهدية والميراث، ج: ٦، ص: ٣٦٠)

حرام میراث

﴿سوال﴾:

اگر ورثاء کو بعد انتقال مورث کے علم ہوا کہ فلاں شئے ہماری میراث ہمارے مورث نے حرام طور سے حاصل کی تھی اب ان کے حق میں حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ورثہ حرام ہے صدقہ کریں یا معلوم ہوتو مالک کو دیویں (۷۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۷۷): فی الدرالمختار: وفی الأشباه: الحرمة تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربه. قلت: ومر فی البیع الفاسد، لکن فی المجتبی: مات وکسبه حرام فالمیراث حلال، ثم رمز وقال: لانأخذ بهذه الروایة، وهو حرام مطلقاً علی الورثة، فتنبه.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وهو حرام مطلقاً علی الورثة) أی سواء علموا أربابه أو لا، فان علموا أربابه ردوه علیهم، والا تصدقوا به کما قدمناه آنفاً عن الزیلعی.

قوله: (فتنبه) أشار به الی ضعف ما فی الأشباه. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ج: ۹، ص: ۵۵۳، ۵۵۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

وفی الهندیة: واذا مات الرجل وکسبه خبیث فالاولی لورثته أن یردوا المال الی أربابه فان لم یعرفوا أربابه تصدقوا به. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، ج: ۵، ص: ۳۴۹)

حرام پیشے والے کی دعوت قبول کرنا

﴿سوال﴾:

جن کے پیشے حرام ہیں اگر قرض لے کر کسی کو کھانا کھلا دے یا اور کوئی امر خیر کرے تو ثواب حاصل ہوتا ہے یا نہیں اور کھانا اس کا حرام ہے یا مکروہ وغیرہ؟

﴿جواب﴾:

اس حیلہ کو بعض کتب میں جائز لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں (۷۸)۔



حرام آمدنی والے کا ہدیہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص مواضعات کا حوالدار ہے تنخواہ تین روپیہ ماہوار ہے اور خرچ چھ روپیہ ماہوار کا دوسرے شخص کو چار روپیہ ماہوار آمدنی اور خرچ پانچ روپیہ ماہوار تو خرچ زائد جو علاوہ تنخواہ سے ہے یہ آمدنی ناجائز سے ہے کہ جس میں کچھ آمدنی باجازت مالک ہے اور کچھ بلا اجازت اور سب روپیہ مشترکہ خرچ ہوتا ہے کچھ تمیز نہیں کہ کونسا روپیہ آمدنی جائز کا ہے اور کونسا ناجائز کا تو ایسے شخص کا روپیہ مسجد میں لگانا یا حق اجرت میں لینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۷۸):في التاتارخانية: وفي عيون المسائل: رجل اهدیٰ الی انسان أو اضافه، ان كان غالب ماله من حرام، لاينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه مالم يخبر أن ذلک المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر في في الهدايا والضيافات، ج: ۱۸، ص: ۱۷۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

جس کا غالب مال حلال ہے اس کے مال میں سے لینا درست ہے اور جس کا غالب مال حرام ہے اس میں سے لینا نا درست ہے اور جس کا مال جس قدر حلال ہے اسی قدر حرام ہو جو اس نے دی ہے اور اگر جو شئے اس نے دی ہے وہ معلوم ہو کہ مال حرام سے ہے تو اس کا لینا کسی حال بھی درست نہیں ہے اگر چہ دہندہ کا اور سب مال حلال کی کمائی کا ہو (۷۹)۔ فقط



سود کی آمدنی والے کا ہدیہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص کا دارومدار بسر اوقات کا آمدنی سود پر ہے اگر ایسے شخص کے یہاں سے کچھ ہدیہ وغیرہ آوے تو لینا جائز ہے یا نہیں اور اگر لے لیا اور واپس بھی نہ ہو سکے تو کس کو اس مال کا لینا درست ہے؟

﴿جواب﴾:

ذکر جہر سے اگر ریا پیدا ہوتا ہو تو اس کے رفع کے واسطے لاحول بکثرت پڑھا کریں مگر اس کے لئے ترک جہر مناسب نہیں ہے البتہ عذر مرض کی وجہ سے تا زوال مرض ترک رکھنا اور

---

(۷۹): فی الشامیة: قال تاج الشریعة: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً و مالاً سببه الخبیث و الطیب فیکره، لأن اللّٰه تعالی لایقبل الا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لایقبله. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة و مایکره فیها، قبیل مطلب: فی أفضل المساجد، ج: ۲، ص: ۴۳۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

فی الهندیة: اکل الربا و کاسب الحرام أهدی الیه أو أضافه و غالب ماله حرام لایقبل و لایأکل مالم یخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا و الضافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے جس شخص کی کل آمدنی یا اکثر آمدنی حرام طریقہ سے نہیں اس کی ضیافت وہدیہ لینا درست نہیں ہے(۸۰) مگر جب تحقیق ہوجاوے کہ یہ شئے خاص حرام کمائی سے نہیں ہے اگر لے لیا اور اب کوئی صورت اس کے واپسی کی نہیں ہے تو فقراء پر صدقہ کردے۔ فقط



تھانیدار کا ہدیہ

﴿سوال﴾:

جو تھانیدار کا ہدیہ وغیرہ مرتشی ہو اور وہ کوئی ہدیہ دے یا کوئی چیز فرمائشی دے اور وہ چیز ظلم سے نہ ہو بلکہ بباعث ان کی حکومت وافسری کے ہو کیونکہ ہر ایک شخص کو انکا لحاظ ہوتا ہے ان کا فرمان پورا کرتے ہیں تو ایسے شخصوں کے یہاں کا مال لینا کیسا ہے یا یہ کہ جو کچھ وہ دیں اس کی تحقیق کرنا چاہئے یا بلا تحقیق ہی استعمال کرے یا یہ کہ ایسا شخص دعوت کرے اور یہ ظاہر ہے کہ گوشت ان کے یہاں بازار کے نرخ عام سے دو پیسے کم کو آتا ہے تو ان کی دعوت کھاویں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ ہی حکم تھانیدار کی کمائی کا ہے کہ اگر خاص اس شے کا حال نہ معلوم ہو تو اعتبار اکثر کا

---

(۸۰): عن عمران بن حصين قال: نهى رسول الله ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبراني، ج: ۱۸، ص: ۱۲۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

في مجمع الأنهر: وفي غالب المهدى ان حلالا لابأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام...... وان غالب ماله الحرام لايقبلها، ولايأكل الا اذا قال أنه حلال أو ورثته واستقرضته. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، ج: ۴، ص: ۱۸۶، ۱۸۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہے اور جب وہ نرخ کم لگاتے ہیں تو اس شئے کا کھانا درست نہیں ہے (۸۱)۔ فقط



دوا میں شراب کا استعمال

﴿سوال﴾:
اگر کسی قسم کی شراب استعمال میں دوائی کے کی جاوے تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۸۱):فی البزازية: غالب المهدی ان حلالا لابأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتعين أنه من حرام وان غالب ماله الحرام لايقبلها ولايأكل الا اذا قال انه حلال ورثه أو استقرضه. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية الفصل الرابع فی الهدية والميراث، ج: ٦، ص: ٣٦٠)

فی البحر: قوله: (ويرد هدية الا من قريب أو ممن جرت عادته به) أی لايقبل القاضی هدية.....فتعليله دليل على تحريم الهدية التی سببها الولاية....وفی فتح القدير: وكل من عمل للمسلمين عملاً حكمه فی الهدية حكم القاضی اهـ. (البحر الرائق، كتاب القضاء، ج: ٦، ص: ٤٧٠، ٤٧١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی الشامية: قال فی النهر: والظاهر أن المراد بالعمل ولاية ناشئة عن الامام أو نائبه كالساعی والعاشر. اهـ.

قلت: ومثلهم مشايخ القرى والحرف وغيرهم ممن لهم قهر وتسلط على من دونهم، فانه يهدى اليهم خوفاً من شرهم أو ليروج عندهم. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب القضاء، مطلب فی حكم الهدية للمفتی، ج: ٨، ص: ٤٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

شراب کا استعمال حرام ہے اور کسی قسم کی شراب کی اجازت نہیں دی جا سکتی (۸۲)۔



حرام کسب والے کا ہدیہ

﴿سوال﴾:

حرام کسب کرنے والے نے بطور ہدیہ کچھ دیا اگر اس کی ناراضگی کے باعث لے لیوے تو اس کا کیا کرے؟

(۸۲):فی الدر المختار: اختلف فی التداوی بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما فی رضاع البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوی: وقيل اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان، وعليه الفتوى.

وفی الشامية: تحته: قوله: (اختلف فی التداوی بالمحرم) ففی النهاية عن الذخيرة:يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر. وفی الحانية فی معنى قوله عليه الصلاة والسلام: "ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم" كما رواه البخاری أن ما فيه شفاء لابأس به، كما يحل الخمر للعطشان فی الضرورة، وكذا اختاره صاحب الهداية فی التنجيس.

قوله: (ولم يعلم دواء آخر) هذا المصرح به فی عبارة النهاية كما مر وليس فی عبارة الحاوی، الا أنه يفاد من قوله "كما رخص الخ" لأن حل الخمر والميتة حيث لم يوجد ما يقوم مقامهما أفاده. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الماء، قبيل فصل فی البئر، ج: ۱، ص: ۳۶۵، ۳۶۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی الهندية: يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوی اذا أخبره طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، ج: ۵، ص: ۳۵۵)

﴿جواب﴾:

جس کی کمائی حرام ہے اس کا تحفہ ہدیہ نہ لینا چاہئے اگرچہ اس کا دل برا ہوتا ہو(۸۳)۔فقط



انگریزی پڑیا کا رنگ

﴿سوال﴾:

رنگ انگریزی پڑیا کا جو بکس میں آتا ہے رنگنا کپڑے اس سے درست ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو بوجہ رنگت کے یا کسی اور وجہ سے ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:

رنگ انگریزی میں شراب پڑتی ہے لہٰذا اس رنگ کا استعمال درست نہیں (۸۴) اور یہ امر واقف لوگوں سے معلوم ہوا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۸۳):فی التاتارخانية: وفی عيون المسائل: رجل اهدیٰ الی انسان أو اضافه، ان كان غالب ماله من حرام، لاينبغی أن يقبل ويأكل من طعامه مالم يخبر أن ذلک المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فی فی الهدايا و الضيافات، ج: ۱۸، ص: ۱۷۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۸۴):قال العلامة المحدث الكبير محمد زكريا الكاندهلویؒ: خلاصة مذهب الحنفية أن الاشربة ثلاثة اقسام: الخمر حرام مطلقاً، وله عشرة أحكام.

الثانی: الأشربة الأربعة، العصير، وهو نوعان: الباذق،و المنصف، ونقيع التمر، وهو السكر، ونقيع الزبيب حرام قليلها و كثيرها، لكن حرمتها ظنية، و الثالث: باق الأشربة حلال عند الشيخين مالم يسكر، حرام عند محمد و الثلاثة

سرخ پڑیا کا حکم

﴿سوال﴾:

سرخ پڑیا کے رنگ کا کپڑا اور سرخ ٹول کا استر لگانا درست ہے یا نہیں اور اس کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

پڑیا کا رنگ تو بہ سبب نجاست شراب کے مرد وعورت دونوں کو درست نہیں (۸۵) اور مرد کے واسطے سرخ رنگ سوائے معصفر کے مختلف فیہ علماء حنفیہ میں ہے احتیاط ترک میں ہے مگر فتویٰ بعض علماء کا جواز پر ہے اگر اس پر عمل کرے تو بھی درست ہے (۸۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



قليلها وكثيرهنا، وبه يفتي. (حاشية بذل المجهود، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، ج: ا، ص: ۴۰۱، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۸۵):في عرف الشذى: واما الشافعي وأحمد ومالك ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة فذهبوا الى أن المسكر المائع من كل شيء بحرم قليله وكثيره، أسكر أم لم يسكر، والمسكر الجامد ليس بخمر، وأفتى أرباب الفتوى منا يقول محمد بن حسن. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى شارب الخمر، ج: ۳، ص: ۲۹۳، ۲۹۴، ط، دار احياء التراث العربى)

(۸۶):وكتب الشيخ الگنگوهي في الكوكب الدرى: والمذهب فى لبس الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا والحمرة و الصفرة غير ذلك فالفتوى على جوازهما مطلقاً لكن التقوى غير ذلك والله اعلم بالصواب. (الابواب والتراجم لصحيح البخارى، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، ايچ، ايم سعيد/وفى كشف البنارى، كتاب الباس، باب الميثرة الخمراء، ص: ۲۰۹، ط،

انگریزی پڑھنا پڑھانا

﴿سوال﴾:
انگریزی پڑھنا اور پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
انگریزی زبان سیکھنا درست ہے بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہ ہو اور نقصان دین میں اس سے نہ آوے(۸۷)۔



مکتبہ فاروقیہ کراچی)

(۸۷):عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد بن ثابت قال: أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلم له كلمات من كتاب اليهود، وقال: انى والله! ما آمن يهود على كتابى، قال فما مر بى نصف شهر حتى تعلمته له، قال فلما تعلمته كان اذا كتب الى يهود كتبت اليهم،واذا كتبوا اليه قرأت له كتابهم.وفى تحفة الأحوذى تحت هذاالحديث:قال القارى: قيل فيه دليل جواز تعلم ما هو حرام فى شرعنا للتوقى والحذر عن الوقوع فى الشر. كذا ذكره الطيبى فى ذيل كلام المظهر وهو غير ظاهر، اذ لايعرف فى الشرع تحريم تعلم لغة من اللغات سريانيه أو عبرانية أو هندية أو تركية أو فارسية، وقد قال الله تعالى: "ومن آياته خلق السمٰوات والأرض واختلاف ألسنتكم" أى لغاتكم بل هو من جملة المباحات، نعم يعد من اللغو ومما لايعنى وهو مذموم عند أرباب الكمال الا اذ ترتب عليه فائدة فحينئذ يستحب كما يستفاد من الحديث انتهٰى. (تحفة الأحوذى، ابواب الاستئذان، باب فى تعليم السريانية، ج: ۷، ص: ۴۹۷، ۴۹۸، رقم: ۲۸۵۸، ط، دار الكفر)

کفار کوسلام کرنا

﴿سوال﴾:
کفار کوسلام کرنا جائز ہے یا نہیں اگر کسی ضرورت کے سبب ہو؟

﴿جواب﴾:
کفار سے سلام نہ کرے مگر بضرورت مباح ہے(۸۸)۔



آریہ سماج کا لکچر سننا

﴿سوال﴾:
آریہ سماج کا لکچر سننا اور اس موقع پر کہ سڑک پر ہو رہا ہو ایک کھلے مکان میں کھڑا ہو جاوے تو گناہ تو نہیں ہے؟

﴿جواب﴾:
آریہ کے وعظ کو نہ سنے کہ احتمال فساد دین کا ہے مگر جو عالم ہے اور رد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۸۸):فی التاتارخانية: وأما التسليم على أهل الذمة، فقد أختلفوا فيه أيضاً، قال بعضهم: لابأس به، وقال بعضهم: لايسلم عليهم، وهذا اذا لم يكن للمسلم حاجة الى ذمي، فان كتان له حاجة فلابأس بالسلام عليه، لأن النهي عن السلام لتوقيره، ولاتوقير للذمي اذا كان السلام لحاجة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن في السلام والتشميت، ج: ۱۸، ص: ۸۱)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۹۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

انگریزی ادویہ

﴿سوال﴾:

اکثر ادویات انگریزی مثل عرق وغیرہ جو تیار ہو کر آتا ہے بظاہر اس میں اختلاط شراب جو بوجہ سرعت نفوذ تاثیر کے باوصف قلت مقدار جو خصائص شراب سے ہے اور بعض واقف لوگوں سے بعض عرق و بسکٹ وغیرہ میں اختلاط شراب معلوم ہوا بھی ہے ایسی حالت میں استعمال اس کا منع ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس میں خلط شراب یا نجس شئے کا ہے اس کا استعمال باوجود علم کے حرام ہے۔ اور لاعلمی میں معذور ہے(۸۹)۔واللہ تعالیٰ اعلم



بسکٹ نان پاؤ کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

جو نان پاؤ یا بسکٹ وغیرہ خمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام محمد کی روایت نجاست وحرمت کی ہے اور شیخین کی جواز کی تحقیق

---

(۸۹):فی الهندية: يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى اذا أخبره طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات، ج:۵، ص: ۳۵۵)

اورفتویٰ دونوں جانب ہے(۹۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم



ہندوؤں کاہدیہ قبول کرنا

﴿سوال﴾:

ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کالینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

درست ہے(۹۱)۔



---

(۹۰):فی العرف الشذی: واما الشافعي وأحمد ومالک ومحمد بن حسن وجمهور الصحابة فذهبوا الى أن المسكر المائع من كل شيء يحرم قليله وكثيره، أسكر أم لم يسكر، والمسكر الجامد ليس بخمر، وأفتى أرباب الفتوى منا بقول محمد بن حسن. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی شارب الخمر، ج: ۳، ص: ۲۹۳، ۲۹۴، ط، دار احياء التراث العربی)

وفی سكب الأنهر: والكل حرام عند محمد وبه يفتي، وان لم يكفر مستحله كما مر، وصحح غير واحد قولهما. (سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة، ج: ۴، ص: ۲۵۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۹۱):عن يحيى بن يحيى التميمي شيخ مسلم، قال: أخبرنا جرير، عن قابوس، قال: أرسل أبی امرأة الى عائشة رضی الله عنها....قالت امرأة عند ذلک من الناس: ياأم المؤمنين، ان لنا أظآرا من العجم، لايزال يكون لهم عيد، فيهدون لنا منه، أفنأكل منه شيئاً؟ قالت: أما ما ذبح لذلک اليوم فلاتأكلوا، ولكن كلوا من أشجارهم. (الجامع لأحكام القرآن،سورة البقرة [الآية ۱۷۳]، ج: ۳، ص: ۳۴،

ہندؤوں کی شادی میں جانا

﴿سوال﴾:

ہندؤوں کی شادی برات میں جانا جائز ہے یا نہیں ۲مسمریزم سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں ان کوٹھیک جاننا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ دونوں امر نادرست ہے اور حرام ہیں مرتکب ان کا فاسق ہے(۹۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



ط: مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

فی التاتارخانية: ولابأس بطعام اليهودی والنصاری من أهل الحرب أو من غير أهل حرب، وكذا يستوی الجواب بين أن يكون اليهود والنصاری من بنی اسرائيل أو غير النصاری من العرب. ولابأس بطعام المجوسی كلها الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام. (الفتاوی الناتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فی أهل الذمة والأحكام التی تعود اليهم، ج: ۱۸، ص: ۱۶۶، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۹۲): من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم كان شريكا فی عمله. (كنز العمال، كتاب الصحة، ص: ۱۱۴۱، رقم: ۲۴۷۳۵، ط، بيت الافكار الدولية)

فی احكام البقرآن: وثالثها مالم يكن فيه كفر ولااضرار بالمسلمين، ولكنه يستلزم معصية فی عمله كتاستعمال الجاسات، والمحرمات، وتسخير الجنة والجنات ــ الی قوله ـ فهو معصية شرعاً، أو يترتب عليه معصية أو مفسدة كفساد اعتقاد العامة، والتلبيس عليهم كما يفعله أصحاب المسمريزم فی زماننا يخدعون الناس بأنهم يحضرون الأرواح، وهی تجيب عما يسئلونها، وكل ذلک خداع

ولایتی قند اور تر وخشک مٹھائی کا حکم

﴿سوال﴾:
ولایتی قند اور مٹھائی تر یا خشک کھانی درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
جس کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھاوے اور جس کا حال معلوم نہ ہو اس کا کھالینا درست ہے (۹۳)۔ فقط



ومكر، ومقتضى القاعدة أن ذلك معصية أيضاً، فان المفضى الى المعصية كمستلزمها الخ. (أحكام القرآن للتهانوى، ج: ١، ص: ٥٠، ٥١، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۹۳): فى التاتارخانية: فتاوى الحجة: قال أبو حفص البخارى رحمه الله: من شك فى انائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أم لا فهو طاهر مالم يستيقن. فتاوى الحجة: وكذا الآبار والحياض التى يستسقى منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار، وكذلك السمن والجبن والأطعمة التى يتخذها أهل الشرك والبطالة. وكذلك الثياب ينسجها أهل الشرك أو الجهلة من أهل الاسلام، وكذلك الحباب الموضوعة أو المركبة فى الطرقات والسقايات التى يتوهم فيها اصابة النجاسة كل ذلك محكوم بطهارته حتى يتيقن بنجاستها. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الثانى فى بيان مايوجب الوضوء، نوع آخر مسائل الشك، ج: ١، ص: ٢٦٩، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا فى ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، قبيل مطلب فى أبحاث الغسل، ج: ١، ص: ٢٨٣، ٢٨٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

ہندوؤں کے پیاؤ کا پانی پینا

﴿سوال﴾:

ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں (۹۴)۔



حضرت حسینؓ کی مجلس غم منانا

﴿سوال﴾:

مجلس غم مقرر کرنا جیسے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا وفات نامہ وغیرہ خاص کر روز عاشورہ میں بوجہ غم کے مجلس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:

غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرنے کا اور غم کے رفع کرنے کا ہے تعزیہ وتسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسینؓ کا ذکر مجمع کر کے سوائے اس کے مشابہت روافض کی بھی ہے اور تشبہ ان کا حرام ہے

---

(۹۴): فی المحیط: ولابأس بطعام المجوس کله الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام. (المحیط البرهانی، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل السادس عشر فی أهل الذمة والأحکام التی تعود الیهم، ج: ۸، ص: ۶۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

لہٰذا عقد مجلس کسی کا درست نہیں (۹۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



رافضیوں سے مراسم کرنا

﴿سوال﴾:

روافض سے انس رکھنا اور اتحاد رکھنا اور رسم دوستی کرنا اور اس کی دعوت کرنا اور اس کے یہاں دعوت کھانا باوجودیکہ اس سے دین ودنیا کا کوئی مطلب نہ ہو جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بلاضرورت روافض سے اتحاد رکھے وہ کیسا ہے اور ثقات کو اس کی معیت میں اکل وشرب بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

روافض خوارج اور سب فساق سے ربط ضبط مودت کا حرام ہے مگر بسبب معاملہ

(۹۵): فی نفع المفتی: استفسار: هل یجوز بیان قصة شهادة الامام حسین رضی الله عنه فی عشرة المحرم الأولی بجمع المجالس وبکاء الناس علیه؟

الاستبشار: نقل فی مطالب المؤمنین عن امامنا أبی حنیفة رحمه الله أنه لایجوز للتشبه بالروافض، وفی جامع الرموز: یجوز لمن یبین قصص شهادة الخلفاء الأربعة وغیرهم من أجلة الصحابة [رضی الله تعالیٰ عنهم]، ویعتاد ذلک، وأما بیان قصة شهادة الحسین رضی الله عنه وترک بیان قصص شهادة الأئمة فتشبه بالروافض.

قلت: تخصیص بیانه بعشرة المحرم الأولی، أو بالمحرم وجمع المجلس لبکاء الناس، کما تعارف فی بلادنا تشبه بالروافض، ومن تشبه بقوم فهو منهم. (نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، ما یتعلق بالنوم والقیام والقعود والکلام والختان، ص: ۱۹۷، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

ناچاری کے معذور ہے اور ان سے مودت کرنے والا مداہن فی الدین عاصی ہے(۹۶)۔



حسینؓ کی تصویر گھر میں رکھنا

﴿سوال﴾:

مورتیوں امام حسین علیہ السلام کا گھر میں رکھنا کیسا ہے اور ان کا فروخت کرنا اچھا ہے یا نہیں اور آگ میں جلا دینا مناسب یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کسی نبی یا ولی کے نام کی صورت گھر میں رکھنی حرام ہے اس کو جلا دے(۹۷)۔ واللہ

---

(۹۶): قال اللّٰہ تبارک وتعالی: یآیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم أولیاء الی آخر الآیة. وفی الجامع لأحکام القرآن تحت ھذہ الآیة: السورة أصل فی النھی عن موالاة الکفار. وقد مضی ذلک فی غیر موضع. من ذلک قولہ تعالی: ﴿لایتخذ المؤمنون الکافرین أولیآء من دون المؤمنین﴾ [آل عمران: ۲۸] ﴿یآیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم﴾ [آل عمران: ۱۱۸] ﴿یآیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصٰریٰ أولیاء﴾ [المائدة: ۵۱]. ومثلہ کثیر. (الجامع لاحکام القرآن، سورة الممتحنة [الآیة: ۱] ج: ۲۰، ص: ۳۹۸، ط، مؤسسة البرسالة بیروت لبنان)

عن عمران بن حصین قال: نھی رسول اللّٰہ ﷺ عن اجابة طعام الفاسقین. (المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مکتبة ابن تیمیة القاھرة)

فی الھندیة: لایجیب دعوة الفاسق المعلن أنہ غیر راض بفسقہ. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراھیة، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج: ۵، ص: ۳۴۳)

(۹۷): عن أبی طلحةؓ، عن النبی ﷺ قال: لاتدخل الملائکة بیتاً فیہ کلب

تعالیٰ اعلم



حسینؓ کا غم کرنا

﴿ســـوال﴾:
غم کرنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
غم اس وقت تھا جب آپ شہید ہوئے تمام عمر غم کرنا کسی کے واسطے شرع میں حلال نہیں (۹۸)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔ الجواب صحیح محمد عبد الطیف عفی عنہ۔



ولاصورة. وفي تكملة فتح الملهم تحت هذا الحديث: هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوى الأرواح واتخاذ الصور فى البيوت ممنوع شرعاً. واتفق عليه جمهور الفقهاء. (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، ج: ۴، ص: ۱۳۴، رقم: ۵۴۸۱، ط، دار احياء التراث العربى بيروت لبنان)

(۹۸):فى الموسوعة الفقهية: جمهور الفقهاء: على أن مدة التعزية ثلاثة أيام. واستدلوا لذلك باذن الشارع فى الاحداد فى الثلاث فقط، بقوله صلى الله عليه وسلم: لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث، الا على زوج أربعة أشهر وعشرا. (الموسوعة الفقهية، بيان التعزية، ج: ۱۲، ص: ۲۸۸)

تعزیہ داری

﴿سوال﴾:

ریاست گوالیار میں والی ریاست وسرداران ریاست وجملہ حاکماں وافسران ریاست ماہ محرم میں تعزیہ داری کرتے ہیں اور چالیس روز تک بڑی خیر خیرات کرتے ہیں اور اس سبب سے جملہ مساکین کو بڑی مدد پہنچی ہے اور فقیر فقراء کا گزارہ ہوجاتا ہے اور مسلمان بھی اس شرک میں مبتلا ہیں اگر ان مسلمانوں کومنع کیا جاتا ہے اور وہ لوگ چھوڑ دیتے ہیں تو یقیناً تمام اہل ہنود چھوڑ دیں گے اور اگر اہل ہنود چھوڑیں گے تو یہ خیرات موقوف ہوجائے گی تو تمام فقراء کا روزینہ جانا رہیگا اور ان تمام مساکین کوکمال تکلیف ہوگی اس صورت میں ان کامنع کرنے والاعنداللہ ماجور ہوگا یانہیں؟

﴿جواب﴾:

رزق حلال طرح سے حاصل ہونا ضروری ہے اورتلویث معصیت ہر حال حرام پس معرکہ تعزیہ داری گوالیار وغیرہ کا حرام ہے اور ایسی خیر خیرات بھی حرام ہے کہ یہ خیر خیرات نہیں بلکہ رسم ہے اور جو خیرات بھی ہوتو مرکب حرام وحلال سے حرام ہوتا ہے سو یہ سب معرکہ حرام ہے اور سب حیلہ خرافات غیر مسموع ہے جہاں یہ واہیات نہیں ہوتی وہاں کے فقیر بھی بھوکے ہوکرنہیں مرگئے (۹۹)۔



(۹۹):عن عبداللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: (بعد الفریضة) کنایة عن أن فریضة طلب کسب الحلال لاتکون فی مرتبة فرضیة الصلاة والصوم والحج وغیرها فالمعنی أنه فریضة بعد الفریضة العامة الوجوب علی کل مکلف بعینه.....وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عن أنس مرفوعاً طلب الحلال واجب علی کل مسلم. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب البیوع، باب

مرثیوں کی کتابوں کا جلانا

﴿سوال﴾:

مرثیہ جو تعزیہ وغیرہ میں شہیدان کربلا کے پڑھتے ہیں اگر کسی شخص کے پاس ہوں وہ دور کرنا چاہے تو ان کا جلا دینا مناسب ہے یا فروخت کرنا۔ فقط

﴿جواب﴾:

ان کو جلا دینا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے (۱۰۰)۔



الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ج: ٦، ص: ٢٥، ٢٦، رقم: ٢٧٨١، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

قوله: "وایاکم ومحدثات الأمور، فان کل بدعة ضلالة" تحذیر للأمة من اتباع الأمور المحدثة المبتدعة، وأکد ذلک بقوله: "کل بدعة ضلالة"، والمراد بالبدعة: ما أحدث مما لاأصل له فی الشریعة یدل علیه، فأما ماکان له أصل من الشرع یدل علیه، فلیس ببدعة شرعاً، وان کان بدعة، لغةً، وفی صحیح المسلم.... عن جابر: ان النبی ﷺ کان یقول فی خطبته: ان خیر الحدیث کتاب اللّٰه، وخیر الهدی هدی محمد، وشر الأمور محدثاتها، وکل بدعة ضلالة. (جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الحدیث الثامن والعشرون، ص: ٥٩٦، ط، دارابن کثیر دمشق)

وفی الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مکتبة التوحید)

(۱۰۰): فی الدر المختار: الکتب التی لاینتفع بها یمحی عنها اسم اللّٰه وملائکته ورسله ویحرق الباقی، ولابأس بأن تلقی فی ماء جار کما هی أو تدفن وهو

شیعہ کا ہدیہ قبول کرنا

﴿سوال﴾:

رافضی کا ہدیہ دعوت اور جنازہ میں نماز کی شرکت جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

رافضی کا ہدیہ دعوت کھانا گو درست ہے مگر حضور نماز جنازہ اور ان سے محبت نادرست ہے اس لئے دعوت وغیرہ بھی نہ کھانی چاہئے کہ اس محبت بڑھتی ہے(۱۰۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



أحسن كما في في الأنبياء. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر و الاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۶۰۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۰۱): قال اللّٰه تبارک وتعالی: يآيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوكم أولياء الى آخر الآية. وفي الجامع لأحكام القرآن تحت هذه الآية: السورة أصل في النهي عن موالاة الكفار. وقد مضى ذلک في غير موضع. من ذلک قوله تعالی: ﴿لايتخذ المؤمنون الكافرين أوليآء من دون المؤمنين﴾ [آل عمران: ۲۸] ﴿يآيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونكم﴾ [آل عمران: ۱۱۸] ﴿يآيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا اليهود والنصٰرىٰ أولياء﴾ [المائدة: ۵۱]. ومثله كثير. (الجامع لاحكام القرآن، سورة الممتحنة [الآية: ۱] ج: ۲۰، ص: ۳۹۸، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

عن عمران بن حصين قال: نهى رسول اللّٰه ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبراني، ج: ۱۸، ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶، ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

قال اللّٰه تعالیٰ: ولاتصل على أحد منهم مات أبداً، ولا تقم على قبره انهم

مالدار آدمی کا سوال کرنا

﴿سوال﴾:

جو لوگ تندرست توانا کھاتے پیتے ہیں اور انہوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا اختیار کرلیا ہے اور در بدر شہر بشہر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت ومزدوری وغیرہ نہیں کرتے اگرچہ مالدار ہیں لہذا ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرتے پھرنا حلال ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو ان کو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمت حرام اور ممنوع ہے یا نہیں جیسے کہ مسجد میں سوال اور اس کی عطاء کو کتب فقہ میں حرام ومکروہ فرمایا ہے چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے۔**ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء.**

﴿جواب﴾:

جس کے پاس ایک روز شب کی خوراک موجود ہو یا وہ شخص صحیح وتندرست کمانے کے قابل ہو تو ان کو سوال کرنا اور دینا دونوں حرام ہیں اور دینے والے اگر ان کی حالت سے واقف ہو کر پھر دیں تو گنہگار ہونگے خصوصاً ان فقیروں کو دینا جو طبل وغیرہ بجا بجا سوال کرتے ہیں ان کو تو بالکل نہ دینا چاہئے

لقولہ علیہ السلام من سال الناس ولہ مایغنیہ جاء یوم القیمة ومسئالتہ فی وجہہ خموش او خدوش او کدوح وقال علیہ السلام من

کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون.(سورة التوبة: ۸۴)

وفی روح المعانی تحت ھذہ الآیة: (ولاتصل) الآیة.....والمراد من الصلاة المنھی عنھا صلاة المیت المعروفة، وھی متضمنة للدعاء والاستغفار والاستشفاع.... (ولاتقم علی قبرہ).....والمراد: لاتقف عند قبرہ للدفن أو للزیارة، والقبر فی المشھور مدفن المیت، ویکون بمعنی الدفن، وجوزوا ارادتہ ھا أیضاً. (روح المعانی، ج: ۱۰، ص: ۱۵۴، ۱۵۵، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

سال الناس وعنده مايغنيه فانما يستكثر من النار قال النفيلى وما الغنى الذى لاينبغى معه المسئلة قال قدر ما يغديه ويعشيه وقال يكون له شبع يوم او ليلة ويوم رواه ابوداؤد (۱۰۲)و فى حاشية المشكوة لاينبغى للانسان ان يسال عنده قوت يومه كذا فى التاتارخانية (۱۰۳)(وفيها ايضاً) ومن ملك قوت يومه يحرم عليه السوال (۱۰۴)وفى ردالمحتار لايحل ان يسال شيئا من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب وياثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم اه (۱۰۵)وفى جلد سوم مجموعة الفتاوىٰ للمولوى عبدالحئى المرحوم سوال سائلیکہ طبل زدہ بردرہا سوال میکند ایں کسب جائز ست یانہ جواب: جائز نیست میت در مدارج النبوۃ می آردونباید داد سائل را کہ طبل زدہ بردرہا میگردد ومطرب از ہمہ اخش ست انتہٰی ـ وفى الكنز: ولايسئل من له قوت يوم الخ. وفى حاشية الكنز قوله ولايسال لقوله ﷺ من سال وعنده مايغنيه فانما يستكثر جمر جهنم قالوا يارسول ما يغنيه قال ما يغديه ويعشيه فالقدرة

---

(۱۰۲):(سنن أبى داؤد، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة، ص: ۲۴۲، رقم: ۱۶۲۹، ط، دار السلام رياض)

(۱۰۳):(مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الاول، رقم الحاشية: ۲، ص: ۱۶۲، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

نوٹ:"كذا فى التاتارخانية" کتابت کی غلطی ہے حاشیۂ مشکوۃ میں "كذا فى الخانية" ہے۔

(۱۰۴):(مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الثانى، رقم الحاشية: ۲، ص: ۱۶۳، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

(۱۰۵):(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۳۰۵، ۳۰۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

علی الغداء و العشاء تحرم سوال الغداء و العشاء الخ (۱۰۶). وفتح المبین قولہ من لہ قوت یومہ ای بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم انتہٰی مختصرا بقدر الحاجۃ.

غرض کہ بلاضرورت شرعیہ سوال جائز نہیں اور وقت ضرورت میں جائز ہے بلاکراہت وحرمت ہکذاحکم الکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ العبد المسکین محمد علیم الدین غفرلہ المعین آمین۔عفاعنہ المعین محمد علیم الدین۔

فی الواقع جس شخص کے پاس ایک دن کا قوت ہو یا قوت کے کسب کی طاقت ہو اس کوسوال کرنا شرعاً حرام ہے اور دینے والے کو جو اس کے حال سے بخوبی واقف ہو اس کو دینا بھی ناروا ہے لیکن ناواقف ہونے کی حالت میں دینا حرام نہیں اور نیز زبان درازی اور بدگوئی کے دفع کے خیال سے دینا جائز ہے چنانچہ درمختار اوراس کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسھم المؤلفۃ من الصدقات دلیلا علی امثالہ. (ترجمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اور اس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے مؤلفۃ القلوب رؤساء کفار تھے جن کو حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں حاشیہ شامیہ میں لکھا ہے۔(کان یعطی الشعراء) فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمۃ مرسلا قال اتی شاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا بلال اقطع لسانہ عنی فاعطاہ اربعین درھما واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب نمقہ العبدہ المذنب محمد لطف اللّٰہ عفی عنہ. رسول اللّٰہ خادم شریعت مفتی محمد لطف اللّٰہ ۱۲۹۸ھ ہجری. مفتی ریاست علی رامپوری ابن مفتی مولانا

(۱۰۶):(کنز الدقائق مع الحاشیۃ للنانوتویؒ، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، رقم: الحاشیۃ: ۷، ص: ۶۵، ط، قدیمی کتب خانہ کراچی)

محمد سعد اللّٰه المرحوم. الجواب صواب نظام الدین الجواب والتصحیح کلاهما صحیحان. الجواب صواب والمجیب مثاب احمد امین عفی عنه. خان محمد معز اللّٰه.

سوال مذکور پر مولوی احمد رضا خان صاحب کا علیحدہ جواب۔

﴿جواب﴾:

جو اپنی ضرورت شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہو اس کے کسب پر قادر ہے اسے سوال حرام ہے اور جو اس حال سے آگاہ ہو اسے دینا حرام اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ومبتلائے آثام صحاح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ لاتحل الصدقه لغنی ولا لذی مرة سوی حلال نہیں ہے صدقہ کسی غنی کے لئے نہ کسی قوی تندرست کے لئے رواہ الائمۃ احمد والدارمی والاربعۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۱۰۸)۔

نیز صحاح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من سال الناس وله مایغنیه جاء یوم القیمة ومسئلته فی وجهه خموش. جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شئے ہو جو اسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئیگا کہ اس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش وزخم ہو۔ رواه الدارمی والاربعة عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه (۱۰۹). نیز فرماتے ہیں ﷺ من سأل الناس اموالهم تکثرا فانما

(۱۰۸):عن عبداللّٰه بن عمروؓ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: لاتحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی. رواه الترمذی، وأبو داؤد، والدارمی، ورواه أحمد، والنسائی، وابن ماجه عن أبی هریرةؓ. (مشکاة المصابیح، کتاب الزکاة، باب من لاتحل له الصدقة، الفصل الثانی، ص: ۱۶۱، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(۱۰۹):عن عبداللّٰه بن مسعود، قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من سأل الناس وله ما یغنیه، جاء یوم القیامة ومسألته فی وجهه خموش أو خدوش، أو کدوح. قیل یا رسول اللّٰه! ومایغنیه؟ قال خمسون درهماً أو قیمتها من الذهب. رواه أبو داؤد،

یسال جمر جھنم فلیستبقل منه او لیستکثر جواپنا مال بڑھانے کولوگوں سے ان کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کے ٹکڑے مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت رواہ احمد و مسلم و ابن ماجة عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه(١١٠). نیز فرماتے ہیں علیہ صلی اللہ وسلم من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر. جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے۔رواہ احمد و ابن ماجة و ابن خزیمة والضیأفی المختار عن حبش بن جنادة رضی اللّٰہ عنه بسند صحیح (١١١). تنویرالابصارودرمختار میں ہے لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویاثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم الخ (١١٢) وتمام الکلام فی ھذا المقام مع دفع الاوھام فی فتاونا وقد ذکرنا شیئامنه فیما علقنا علی ردالمحتار واللّٰہ تعالٰی یقول جد مجده ولاتعانوا علی الاثم والعدوان والله تعالٰی اعلم کتبه عبده المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنه بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم جناب

والترمذی، والنسائی، وابن ماجة، والدارمی. (مشکوة المصابیح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الثانی، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(١١٠):(مشکوة المصابیح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الاول، ص: ١٦٢، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(١١١):حدثنا محمد بن بشار، وزید بن احزم الطائی قالا: حدثنا أبو أحمد، حدثنا اسرائیل، عن أبی اسحاق، حدثنا حبشی بن جنادة السلولی قال: قال: رسول اللّٰہ: من سأل وله مایغنیه فانما یأکل الجمر. وقال زید بن أحزم: من سأل من غیر فقر فانما یأکل الجمر. (صحیح ابن خزیمة، کتاب الزکاة، باب التغلیظ فی مسألة الغنی من الصدقة، ج: ٣، ص: ٢٠٢، رقم: ٢٥٠٣، ط، دار الناصیل)

(١١٢):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج: ٣، ص: ٣٠٥، ٣٠٦، ط، دار عالم الکتب ریاض)

مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ بلاضرورت شرعیہ سوال کرنا حرام ہے۔ بے نظیر ۱۳۰۰ شگفتہ محمد گل۔

اس میں شک نہیں کہ ضرورت سے زیادہ سوال کرنا شرعاً درست نہیں محمد نعیم الدین عفی عنہ ما قال المجیب فہو الصواب محمد قاسم علی عفی عنہ مفتی و امام شہر مراد آباد۔ خلف مولانا محمد علم علی محمد قاسم علی ۱۲۹۶۔

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد و مدرس اول حال ریاست بھوپال الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔



گھوڑے سوار سائل کا سوال کرنا

﴿سوال﴾:

ایک سائل مالدار ہے اور گھوڑے پر سوار ہے اس کو دینا چاہئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

سوال کرنا مالدار کو حرام ہے اس کو دینا بھی درمختار میں حرام لکھا ہے کہ اعانت حرام پر ہے اگر کوئی گھوڑے پر سوار ہو اور مال اس کا سفر میں تلف ہوگیا گھر سے دور ہے اور گھوڑا فروخت سر دست نہیں ہوسکتا ناچار ہو کر جان بچانے کو سوال کرے تو درست ہے اس کو دینا بھی درست ہے ورنہ نہیں (۱۱۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۱۳): فی الدر المختار: ولایحل أن یسأل شیئاً من الفوت من له قوت یومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج: ۳، ص: ۳۰۵، ۳۰۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي الفتح: والفقير من له أدنى شئ وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غير

سوال کرنا کس کو جائز ہے

﴿سوال﴾:

ایک شخص سائل ہے اور کہتا ہے کہ میرا مال چوری ہو گیا تنگ دست ہوں میرا کچھ پیشہ یہ نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے بازار سے چندہ کرادیا جاوے تو کچھ گناہ نہیں ہے؟

﴿جواب﴾:

اگر اس شخص کے کہنے کا یقین اور اعتبار ہو تو اس کے لئے چندہ دینا درست ہے اور ایسے ضرورت والے کو سوال بھی درست ہے اور اس کو دینا بھی درست ہے اور جس سائل کو دینا حرام ہے وہ وہ ہے کہ جس کو وسعت ہو اور روپیہ موجود ہو اور سوال کرے یا اس میں کمانے کی استطاعت ہو اور پیٹ بھرنے کے لئے مانگتا پھرتا ہے اس کو سوال بھی حرام ہے اور ایسی ضرورت کے لئے مانگنا اور دینا درست ہے جیسے درج سوال ہے (۱۱۴)۔



نام وهو مستغرق فی الحاجة و المسكين من لاشئ له فيحتاج للمسألة لقوته أو ما يوارى بدنه ويحل له ذلک بخلاف الأول حيث لاتحل المسألة له. (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لايجوز، ج: ۲، ص: ۲۶۵، ۲۶۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱۴):وعن أبى هريرةؓ، قال: قال رسول اللهﷺ: من سأل الناس أموالهم تكثرا، فانما يسأل جمرا، فليستقل أو ليستكثر. رواه مسلم. (مشكوة المصابيح، باب من لاتحل له المسئلة، الفصل الاول،ص: ۱۶۲، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

فى المرقات: اتفق العلماء على النهى عن السؤال لغير ضرورة، واختلف أصحابنافى مسألة القادر على الكسب على وجهين أصحهما أنها حرام لظاهر الأحاديث. (مرقات المفاتيح، كتاب الزكاة، باب من لاتحل له المسألة، ج: ۴،

مردوں کا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا

﴿سوال﴾:

لباس سرخ کا استعمال مردوں کو کرنا سوائے کسم کے خواہ کسی قسم کا ہو مثلاً ٹول ومخمل وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں اور نماز اس میں اس کے کوئی نقصان واقع ہوگا یا نہیں محقق مذہب اس میں کیا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ صاحب نے اربعین میں تحریر فرمایا ہے کہ حمادیہ میں لکھا ہے روایت کی حسن نے نبی ﷺ سے آپ نے فرمایا کہ دور ہو رنگ سرخ سے کہ رنگ سرخ زینت شیطان ہے اور تذکیر الاخوان حصہ دوسرے تقویۃ الایمان میں حدیث نقل فرماتے ہیں اخرج الترمذی ابوداؤد عن عبداللّٰہ بن عمر قال مر رجل وعلیه ثوبان احمران فسلم علی النبی ﷺ فلم یرد علیه اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ سرخ بالکل ممنوع ہے کہ آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اس میں صحیح مذہب کیا ہے۔ مدلل ارقام فرمائیے؟

﴿جواب﴾:

سرخ غیر معصفر میں روایات مختلفہ ہیں اور ہر ایک جانب دلائل مذکور ہیں احوط مطلقاً سرخ کا ترک ہے اور رخصت جواز استعمال سوائے معصفر کا ہے جو مسئلہ اول قرن سے مختلف ہو اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا اس حدیث میں جو ثوبان احمران وارد ہے اس کو مجوزین معصفر پر

ص: ٣٠٢)

وفی الفتح: والفقیر من له أدنی شئ وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غیر نام وهو مستغرق فی الحاجة والمسکین من لاشئ له فیحتاج للمسألة لقوته أو ما یواری بدنه ویحل له ذلک بخلاف الأول حیث لاتحل المسألة له. (فتح القدیر، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة الیه ومن لایجوز، ج: ٢، ص: ٢٦٥، ٢٦٦، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

حمل کرتے ہیں (۱۱۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



دولہا کو گوٹہ لچکا لگا ہوا کپڑا پہننا

﴿سوال﴾:

نوشہ کو خسرال کی طرف سے جو جوڑا ملتا ہے اس میں گوٹہ لچکا بھی لگا ہوتا ہے اس کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر گوٹہ لچکا چار انگشت ہے تو یہ لباس مرد کو درست ہے اگر زیادہ ہے تو ناجائز گوٹہ لچکا

---

(۱۱۵):عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: مر علی النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم رجل علیه ثوبان أحمران، فسلم علیه، فلم یرد علیه النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وقع فی هذا الحدیث: ''الأحمران'' مطلقاً من غیر قید المعصفر، فیحمل المصبوغ بالعصفر، لأن ما صبغ بالحمرة غیر المعصفر لابأس به لما سیأتی. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، ج: ۱۲، ص: ۹۵، ۹۶، رقم: ۴۰۶۹، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

فی مجمع الأنهر: ویکره الثوب الأحمر و المعصفر للرجال لأنه علیه السلام نهی عن لبس الأحمر و المعصفر وفی المنح ولابأس بلبس الثوب الأحمر وبه صرح أبو المکارم فی شرح النقایة، وهذا ظاهر فی أن المراد بالکراهة التنزیه لأنها ترجع الی خلاف الأولی کما صرح به کثیر من المحققین لأن کلمة لابأس تستعمل غالباً فیما ترکه أولی کما قاله بعض أهل التحقیق. (مجمع الأنهر فی ملتقی الأبحر، کتاب الکراهیة، ج: ۴،ص: ۱۹۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ٹھپو پہننا مرد کو مطلقاً چار انگشت تک جائز ہے نکاح ہو یا بغیر نکاح (۱۱۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مرد کو گوٹے کناری لگا ہوا کپڑا پہننا

﴿سوال﴾:

گوٹہ کناری جس کو عورت کپڑوں پر لگاتی ہیں اس کا استعمال مردوں کو بھی بقدر چار انگشت یا دو انگشت کے کپڑوں پر کے درست ہے یا نہیں اگر اس کا کپڑا بنا ہوا پہنے تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

گوٹہ کناری چار انگشت تک مردوں کو جائز ہے خواہ کپڑے کیساتھ بنا ہو خواہ ٹانک دیا ہو خواہ بدون سینے کے کپڑے سے متصل کر دیا ہو اس میں وزن کا اعتبار نہیں بلکہ مساحت کا اعتبار ہے چار انگشت درست اور زائد ممنوع ہے خالص چاندی کا پترہ بھی یہی حکم رکھتا ہے (۱۱۷) کذا فی کتب الفقہ ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱۱۶):فی التبیین: حرم للرجل لا للمرأة لبس الحریر الا قدر أربع اصابع....وکذا الثوب المنسوج بالذهب لایکره اذا کان قدر أربع أصابع وان کان أکثر من ذلک یکره. (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ج: ۶، ص: ۱۴، ط، مکتبة الکبری الامیریة مصر)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص:۵۰۶، ۵۰۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۱۷):فی الدرالمحتار: یحرم لبس الحریر.....علی الرجل لا المرأة الا قدر أربع أصابع...وکذا المنسوج بذهب یحل اذا کان هذا المقدار أربع أصابع والا لایحل للرجل.

سرخ رنگ ٹول یا پڑیہ کا حکم

﴿سوال﴾:

سرخ رنگ ٹول یا پڑیہ پختہ کا ہوکوئی مباح کوئی حرام کہتا ہے تو ایسی صورت میں مفتیٰ بہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾:

کسبنہ کا سرخ اور زرد اور گلابی مرد کو حرام ہے اور سوائے اس کے سرخ خام یا پختہ اکثر علماء کے نزدیک درست ہے اگر پہنے درست ہے احتیاط اولیٰ ہے (۱۱۸)۔



وفی الشامیة تحته: قوله: (الا قدر أربع اصابع الخ) لما صح عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: انما نهی النبی ﷺ عن الثوب المصمت من الحریر الا موضع أصبع أو أصبعین أو ثلاث أو أربع.....وفی القنیة: لابأس بالعلم المنسوج للنساء، فأما للرجال فقدر أربع أصابع الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص:۵۰۶، ۵۰۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ج: ۶، ص: ۱۴، ط، مکتبة الکبری الامیریة مصر)

(۱۱۸):وکتب الشیخ الگنگوهی فی الکوکب الدری: والمذهب فی لبس الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا والحمرة والصفرة غیر ذلک فالفتوی علی جوازهما مطلقاً لکن التقوی غیر ذلک واللّٰه اعلم بالصواب. (الابواب و التراجم لصحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، ایچ، ایم سعید)

(وکذا فی کشف الباری، کتاب الباس، باب المیثرة الحمراء، ص: ۲۰۹، ط، مکتبه فاروقیه کراچی)

عالم کا سرخ کپڑے پہننا

﴿سوال﴾:
اگر عالم کپڑے مطلق سرخ پہنا کرے اس واسطے کہ درست ومباح ہیں اور یہ ضرور ہے کہ عام آدمی اس عالم کی دیکھادیکھی کریں گے پس اس صورت میں استعمال کپڑے سرخ کا خاص عالم کیواسطے کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:
اگر معصفر ہے تو گنہگار ہے ورنہ کچھ حرج نہیں کہ اس کے جواز پر فتویٰ اکثر علماء کا ہے(۱۱۹)۔



مردوں کو سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا

﴿سوال﴾:
زید کہتا ہے کہ مطلق سرخ رنگ کسم کا ہو یا غیر اس کا پختہ ہو یا خام ابرہ میں ہو یا استر میں علماء محققین کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور جو علماء جواز کہتے ہیں ایک ان میں شیخ ابو المکارم ہے کہ وہ فقہاء کے نزدیک ایک آدمی مجہول اور حاطب اللیل ہے اور دوسرے فقیہ زاہدی کہ وہ معتزلہ ہے پس قول ان کے معتبر نہ ہوں گے یہ مسئلہ صحیح کس طور پر ہے؟

(۱۱۹):قال الشیخ العلامة خلیل احمد السهانوری الحنفی نور اللّٰہ مرقدہٗ: ذهب الیه الشافعی وغیره أن لبس الثوب الأحمر اذا لم یکن حریراً لاکراهة فی لبسه.

قلت: وعند الحنفیة اذا لم یکن حریراً ولامعصفراً یجوز لبسه. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الرخصة، ج: ۱۲، ص: ۱۰۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾:

سرخ معصفر بالاتفاق حرام ہے اور سوا معصفر کے علماء کا اختلاف ہے دونوں جانب محققین ہیں عبداللہ بن عمرؓ اور اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما دونوں جواز کے قائل ہیں۔ صاحب درمختار کی رائے بھی جواز کیطرف ہے اور مولانا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اپنے رسالہ میں جائز لکھا ہے لہٰذا تقویٰ ترک میں ہے اگر کوئی اس کا استعمال کرے تو جائز ہے اور دونوں قول قوی ہیں (۱۲۰)۔



بغیر کسم کا رنگا ہوا کپڑا مردوں کو پہننا

﴿سوال﴾:

لباس احمر بغیر معصفر خواہ ٹول ومخمل وغیرہ مردوں کو درست ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصفیٰ شرح موطا میں فرماتے ہیں ومکروہ نیست لباس مصبوغ بمشق ونحو

---

(۱۲۰):فی الدر المختار: وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال مفاده أن لايكره للنساء ولابأس بسائر الألوان وفي المجتبى والقهستاني وشرح النقاية لأبي المكارم: لابأس بلبس الثوب الأحمر.

وفي الشامية تحته: قوله:(لابأس بلبس الثوب الأحمر) وقد روى ذلك عن الامام كما في الملتقط. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس، ج: ٩، ص: ٥١٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي عمدة القارى: وأعلم أن في لبس الثوب الأحمر سبعة أقوال: الجواز مطلقاً، جاء عن على وطلحة وعبدالله بن جعفر والبراء وغير واحد من الصحابة وعن سعيد بن المسيب والنخعي والشعبي وأبي قلابة وأبي وائل وجماعة من التابعين. (عمدة القارى، كتاب اللباس، باب الثوب الأحمر، ج: ٢٢، ص: ٣٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

آن درحق مردان ودرحق زنان واللہ اعلم یانہیں؟

﴿جواب﴾:

لباس احمر غیر مصعفر مرد کو پہننا جائز ہے علی سبیل الفتویٰ اور ترک اولیٰ ہے ہے بناء تقویٰ اور معصفر مرد کو مکروہ تحریمی ہے(۱۲۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مردوں کا رنگین کپڑے پہننا وغیرہ

﴿سوال﴾:

رنگین کپڑے پہننا نیلا تہمد باندھنا موٹی تسبیح رکھنا بال سر کے بڑھانا اس خیال سے کہ اگلے پیشواؤں کا یہ فعل ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۲۱):عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: مر علی النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم رجل علیه ثوبان أحمران، فسلم علیه، فلم یرد علیه النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وقع فی هذا الحدیث: ''الأحمران'' مطلقاً من غیر قید المعصفر، فیحمل المصبوغ بالعصفر، لأن ما صبغ بالحمرة غیر المعصفر لابأس به لما سیأتی. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، ج: ۱۲، ص: ۹۵، ۹۶، رقم: ۴۰۶۹، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

قال الشیخ العلامة خلیل احمد السهانوری الحنفی نور اللّٰہ مرقدهٗ: ذهب الیه الشافعی وغیره أن لبس الثوب الأحمر اذا لم یکن حریراً لاکراهة فی لبسه.

قلت: وعند الحنفیة اذا لم یکن حریراً ولامعصفراً یجوز لبسه. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الرخصة، ج: ۱۲، ص: ۱۰۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

ان ہیأت میں کوئی معصیت نہیں بُری نیت سے بُرا بھلی نیت سے بھلا ہے (۱۲۲)۔



سوائے زعفران کے زرد رنگ کا کپڑے مردوں کو پہننا

﴿سوال﴾:

رنگ زرد سوائے زعفران کے مثل تن وغیرہ کے استعمال کرنا بالخصوص مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

علیٰ ہذا زرد رنگ سوائے مزعفر کے مردوں کو مختلف فیہ ہے راجح اس میں جواز ہے اور سرخ و زرد کی بحث مردوں کے ہی واسطے ہے عورتوں کو سب درست ہے لہٰذا علی الخصوص مردوں کو جو درج سوال ہے یہ زائد ہے (۱۲۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مردوں کو ٹول رنگ کا کپڑا استعمال کرنا

﴿سوال﴾:

ٹول کا رنگ مرد کو کیسا ہے اس کا استر رضائی کے نیچے لگانے سے نماز میں نقصان ہوتا ہے نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۲۲): عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ ﷺ: انما الأعمال بالنیات، وانما لامریء مانوی فمن کانت ھجرته الی اللہ والی رسوله، فھجرته الی اللہ ورسوله، ومن کانت ھجرته الی دنیا یصیبھا، أو امرأة یتزوجھا فھجرته الی ما ھاجر الیه. متفق علیه. (مشکوة المصابیح، ص: ۱۱، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

ٹول کا رنگ پختہ ہے مرد کو جائز ہے مگر بہتر ہے کہ مرد نہ پہنے (۱۲۴)۔ فقط



ٹول اور پڑیہ کا رنگ مردوں کو استعمال کرنا

﴿سوال﴾:

ٹول اور پڑیہ پختہ مرد کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ٹول اور پختہ سرخ رنگ مرد کے حق میں مختلف فیہ ہے بعض علماء سوائے معصفر کے سب کو مباح لکھتے ہیں اور بعض مطلق سرخ کو منع لکھتے ہیں (۱۲۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱۲۳):وکتب الشیخ الگنگوھی فی الکوکب الدری: والمذھب فی لبس الحمرة والصفرة ان المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا والحمرة والصفرة غیر ذلک فالفتوی علی جوازھما مطلقاً لکن التقوی غیر ذلک والله اعلم بالصواب. (الابواب و التراجم لصحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۷، ط، ایچ، ایم سعید)

(۱۲۴):فی اعلاء السنن: قلت: والأوفق بالحدیث أن یقال یکراھة المعصفر للرجال تحریماً، وجواز الأحمر سواہ الا أنه خلاف الأولی. (اعلاء السنن، کتاب الحظر والاباحة، باب کراھة لبس الثوب المعصفر للرجال دون النساء، ج: ۱۷، ص: ۳۵۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

(۱۲۵):فی الدرالمختار: وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال مفادہ أن لایکرہ للنساء ولابأس بسائر الألوان وفی المجتبی والقھستانی وشرح النقایة لأبی المکارم: لابأس بلبس الثوب الأحمر.

وفی الشامیة تحته: قوله:(لابأس بلبس الثوب الأحمر) وقد روی ذلک عن

مردوں کوتن اور کسم کا رنگ ملا کر استعمال کرنا

﴿سوال﴾:
تن اور کسم کا رنگ ملا کر مرد کے واسطے جائز ہے یا نہیں بشرطیکہ تن کا رنگ کسم پر غالب ہو؟

﴿جواب﴾:
اگر تن کے رنگ میں گل معصفر کا رنگ دب جاوے تو پھر درست ہے جس کے نزدیک تن کا رنگ درست ہے مرد کو اور جو لوگ کہ تن کو بھی منع کرتے ہیں وہ اجازت نہ دیویں گے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



گیرو میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا

﴿سوال﴾:
کپڑے گیرو میں رنگنا جیسے صوفی لوگ رنگتے ہیں کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:
گیرو میں کپڑے رنگنا درست ہے بشرطیکہ ریاء نہ ہو(١٢٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید

الامام کما فی الملتقط. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ٩، ص: ٥١٥، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(١٢٦):عن ابن عمر قال فی حدیث شریک قال من لبس ثوب شهرة ألبسه اللّٰه یوم القیامة ثوباً مثله زاد عن أبی عوانة ثم تلهب فیه التار. وفی فتح الودودتحت هذا الحدیث: "ثوب شهرة" أی لبس ثوباً یقصد به الاشتهار بین التاس سواء کان الثوب نفیساً یلبسه تفاخراً بالدنیا وزهرتها، أو خسیساً یلبسه اظهاراً للزهد والریاء. (فتح الودود فی شرح سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ج: ۴،

احمد گنگوہی عفی عنہ۔رشید احمد ۱۳۰۱۔الجواب صحیح محمد عبد اللطیف عفی عنہ۔محمد عبد اللطیف۔



مردوں کو چاندی کی لیس کا پہننا

﴿سوال﴾:

لیس نقرئی جن پر سونے کا ملمع ہو اور نیز کلاہ ترکی وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں اور لیس کی انداز سے چاہئے؟

﴿جواب﴾:

لیس سونے کا ہو چاندی کا اگر چار انگشت کی قدر ہو یا اس سے کم تو جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو نا جائز ہے (۱۲۷) کلاہ ترکی کا استعمال اس جگہ میں جہاں شعار کسی خاص قوم کا اقوام غیر اہل اسلام یا اہل ہواء میں سے نہ ہو جائز ہے اور جس جگہ شعار کسی خاص قوم یا فرقۂ باطلہ کا ہونا جائز ہے (۱۲۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ص: ۱۹۱، رقم: ۴۰۲۹، ط، مکتبة لينة مصر)

(۱۲۷):فی الدر المختار: يحرم لبس الحرير.....على الرجل لا المرأة الا قدر أربع أصابع....وكذا المنسوج بذهب يحل اذا كان هذا المقدار أربع أصابع والا لايحل للرجل.وفی الشامية تحته: قوله: (الا قدر أربع اصابع الخ) لما صح عن ابن عباس رضى الله عنهما: انما نهى النبیﷺ عن الثوب المصمت من الحرير الا موضع أصبع أو أصبعين أو ثلاث أو أربع.....وفی القنية: لابأس بالعلم المنسوج للنساء، فأما للرجال فقدر أربع أصابع الخ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج: ۹، ص: ۵۰۶، ۵۰۷، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۲۸):عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. وفی

ترکی ٹوپی پہننا

﴿سوال﴾:
ترکی ٹوپی کا اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
ٹوپی ترکی اصل شعار نیچریوں کا ہے مگر جب دوسرے لوگوں میں بھی شائع ہو جاوے تو مضائقہ نہیں ہے۔



گول ٹوپی

﴿سوال﴾:
گول ٹوپی اوڑھنا کہ جس پر ڈوپٹہ باعث دب جانے ٹوپی کے نہ باندھ سکتا ہو اور درمیان میں خلا رہے یعنی سر پر درمیان میں نہ لگے تو اس کا استعمال کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:
گول ٹوپی درست ہے مگر جس میں مشابہت کسی قوم بے دین کی ہو وہ درست نہیں (۱۲۹)۔



المرقات تحت هذا الحديث: أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أى فى الاثم والخير. قال الطيبى: هذا عام فى الخلق، والخلق والشعار. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، ج: ٨، ص: ٢٢٢، رقم: ٤٣٤٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۲۹):عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى

رسول اللہ ﷺ کے جبہ کی مقدار

﴿سوال﴾:
حضرت ﷺ کا جبہ شریف کس قدر نیچا تھا زید کہتا ہے کہ زمین پر گھسٹتا تھا یعنی ٹخنوں سے نیچا تھا قول زید صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾:
آنحضرت ﷺ نے ٹخنے سے نیچا کپڑا لٹکانے کو مردوں کو منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے (۱۳۰) پس آپ خود ایسا کپڑا ہرگز نہ پہنتے تھے جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ کا جبہ زمین پر گھسٹا کرتا تھا وہ کوئی بڑا جائل ہے اور ناواقف۔



کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا

﴿سوال﴾:
کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کلا رکھنا جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. وفی البذل تحت ھذا الحدیث: قال القاری أی: من شبہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ. (بذل المجھود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ج: ۱۲، ص: ۵۹، ط، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت لبنان)

(۱۳۰):عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، عن النبی ﷺ قال: ما أسفل من الکعبین من الازار فی النار. (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الکعبین فھو فی النار، ص: ۱۲۴۱، رقم: ۵۷۸۷، ط، دار السلام ریاض)

درست ہے احیاناً رسول اللہ ﷺ نے کھولے رکھے ہیں (۱۳۱)۔



مردوں کو چاندی کے بوتام

﴿سوال﴾:

بوتام چاندی کے درست ہے یا نہیں اگر درست ہیں تو کس وجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بوتام چاندی سونے کے درمختار میں درست لکھے اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے اور گھڑی چاندی کی درست نہیں گھڑی ایک ظرف مستقل ہے اور بوتام تابع کپڑے کے ہیں

---

(۱۳۱):قال ابن نفيل: ابن قشير- أبو مهل الجعفى، نا معاوية بن قرة، نا أبى قال: أتيت رسول الله ﷺ فى رهط من مزينة، فبايعناه و ان قميصه لمطلق الأزار. قال فبايعناه ثم أدخلت يدى فى جيب قميصه فمسست الخاتم.

قال عروة: فما رأيت معاوية و لا ابنه قط، الا مطلقى أزرارهما قط فى شتاء و لاحر، و لايزرران أزرارهما أبداً. و فى البذل تحت هذا الحديث: (قميصه لمطلق الأزرار) أى: مفتوحها، يعنى كان جيب قميصه غير مشدود، و كانت عادة العرب أن تكون جيوبهم و اسعة، فربما يشدونها، و ربما يتركونها مفتوحة........(قط فى) زمن (شتاء و لاحر، و لايزرران ازرارهما أبداً) فيه تمثيل الصحابة و النابعين، فمن بعدهم من السلف الصالح باتباع السنة و المداومة عليها مهما استطاعوا، جعلنا الله تعالى من أهل الاتباع و جنبنا الابتداع. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى حل الأزرار، ج: ١٢، ص: ١٠٨، ١٠٩، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

مثل گوٹہ ٹھپہ کے (۱۳۲)۔ فقط۔



چاندی کی بٹن کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

بوتام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دیئے جاویں دوسرے یہ کہ سوراخ کرکے مع زنجیروں کے داخل کپڑے میں کئے جاویں کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہیں یہ دونوں صورتیں جواز میں یکساں ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بوتام چاندی کے دونوں طرح درست ہیں (۱۳۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا

﴿سوال﴾:

چاندی سونے کے بٹن انگرکھ یا کرتہ میں لگانا اور یہ امر یقینی ہے کہ وزن کئی تولہ ہوتا ہے جب کہ زنجیر بھی ایک اس میں ہوتی ہے لگانے جائز ہیں یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی معہ عبارت کتاب نقل فرماویں؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۳۲): فی الدر المختار: لابأس بأزرار الديباج والذهب. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۳۳): في التاتارخانية: وفي السير الكبير: لابأس بلبس الثوب في غير

چاندی سونے کے بٹن درست ہیں اس میں مساحت کا اعتبار ہے نہ وزن کا وزن خاتم میں معتبر ہے اور بٹن تابع ثوب کا ہے مثل پھٹہ گوٹہ کے کہ اس میں مساحت کو لکھتے ہیں نہ وزن کو ازرار الـذهـب درمختار کے باب والحظر والکراهۃ میں جائز لکھتے ہیں (۱۳۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



چاندی کے بٹن

﴿ســوال﴾:

چاندی کے بٹن انگرکھے میں لگانا جائز ہے یا منع ہے؟

﴿جواب﴾:

جائز ہے جیسے کہ گوٹہ بقدر مشروع جائز ہے (۱۳۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



لکڑی کی کھڑاؤں پہننا

﴿ســوال﴾:

کیا پہننا کھڑاؤں چوبیں کا بدعت ہے؟

﴿جواب﴾:

الحرب، اذا كان ازراره ديباجاً أو ذهباً. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العاشر في اللبس مايكره من ذلك ومالايكره، ج: ١٨، ص: ١١١، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس، ج: ٩، ص: ١١٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۳۴/۱۳۵):تقدم تخريجهما في الحاشية السابقة.

کھڑاؤں چوبیں کا پہننا بدعت نہیں بلکہ بسبب نفع کے اور اس کی اصل ہونے کے کہ جوتہ اور موزہ بھی درست ہے البتہ بسبب مشابہت جوگیہ کے کسی وقت منع لکھا تھا مگر اب یہ کافر و مسلم میں شائع ہوگئی ہے اب مشابہت اس میں ممنوع نہیں رہی (۱۳۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کھڑاؤں کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

نعلین چوبی کہ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی نے بدعت لکھا ہے **اتخاذ النعل من الخشب بدعة کما فی القنیة والحمادیة** اس کا وہی مطلب ہے جو حضور نے فرمایا ہے یا یہ کتب غیر معتبر سے ہیں یا اس عبارت کی اور کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟

﴿جواب﴾:

کسی وقت میں ناجائز تھی اب درست ہوگئی کہ عام استعمال اس کا ہوگیا (۱۳۷)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کمر میں سوت باندھنا

﴿سوال﴾:

کمر میں سوت باندھنا جیسا کہ بعض ملک میں باندھتے ہیں درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۶/ ۱۳۷): فی الشامیة: ووجدنا النهی عن لبسه لعلة قامت بالفاعل من تشبه بالنساء أو بالأعاجم أو التكبر، وبانتفاء العلة تزول الكراهة باخلاص النية لاظهار نعمة اللّٰه تعالىٰ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر الاباحة، فصل اللبس، ج: ۹، ص: ۵۱۶، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾:

سوت اگر کسی غرض کے واسطے باندھیں تو درست ہے اور اگر کچھ اثر اعتقاد کرکر باندھے تو درست نہیں اور اگر بلا کسی وجہ کے باندھے تو فضول ہے اس لئے چھوڑنا چاہئے (۱۳۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



مردوں کومہندی لگانا

﴿سوال﴾:

ایک شخص بایں قیاس کہ حدیث میں پھوڑے پھنسی میں مہندی کا استعمال جائز ہے گرمی اور خشکی کی حالت میں اپنے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگالیتا ہے کبھی خالی کبھی کیکر کے پتے ملا کر اس کومہندی کے استعمال سے آرام ہوجاتا ہے اس صورت میں اس کومہندی لگانا جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

حنا پا کو لگانے میں تشابہ عورت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا درست نہیں دوسرا علاج کرے

---

(۱۳۸):عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها تقول:قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل رحمه الله تعالى، ص:١٨٩٨، رقم الحديث: ٢٥٩٨٦)

ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللهﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً.(ردالمحتارعلى الدر المختار، كاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ٢،ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب، رياض)

اور پھوڑے پر رکھنا موجب مشابہت نہیں ہوتا (۱۳۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



بالوں کو سیاہ کرنا

﴿سوال﴾:

کلف سر اور داڑھی کو لگا کر بالوں کو سیاہ کرنا کیسا ہے اور کتم کس چیز کو کہتے ہیں یہ جو آیا ہے کہ بڑھاپے کو ڈھانپو ساتھ کتم اور حنا کے اس کا کیا مطلب ہے؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۳۹):عن ابن عباسؓ، عن النبی ﷺ: أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال، و المتشبهين من الرجال بالنساء. وفی البذل تحت هذا الحديث: بأن يلبس لبسة النساء و يتزيا بزيهن، قال النووی فی الروضة: والصواب: أن التشبه بالرجال للنساء وعكسه حرم. (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، كاب اللباس، باب فی لباس النساء، ج: ١٢، ص: ١٢٧، ١٢٨، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فی المرقات: وأما خضب اليدين والرجلين فيستحب فی حق النساء ويحرم فی حق الرجال الا للتداوی. (مرقاة المفاتيح، كاب اللباس، باب الترجل، ج: ٨، ص: ٢٩۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی الدرالمختار: يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو فی غير حرب فی الأصح.

وفی الشامية تحته: قوله: (خضاب شعره ولحيته) لايديه ورجليه فانه مكروه للتشبه بالنساء. (كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ٩، ص: ٦٠۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

بالوں کو خضاب کرنا کسی چیز سے سوائے سیاہ کے سب قسم درست ہے(۱۴۰) اور کتم ایک بوٹی ہے بعضوں نے کہا نیل ہے اس کا خضاب چونکہ سبز ہوتا ہے لہٰذا بعد کسی چیز کے ملانے کے استعمال میں لاوے۔(۱۴۱) واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۴۰):عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللهﷺ: يكون قوم يخضبون فى آخر الزمان بالسواد كحواصل لحمام، لايريحون رائحة الجنة. وفى البذل تحت هذا الحديث: وفى الحديث تهديد تشديد فى خضاب الشعر بالسواد، وهو مكروه كراهة تحريم. (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب الترجل، باب ماجاء فى خضاب السواد، ج: ١٢، ص: ٢٣٧، ٢٣٨، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

فى الهندية: اتفق المشايخ رحمهم الله تعالى أن الخضاب فى حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم وأما الخضاب بالسواد فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب فى عين العدو فهو محمود منه اتفق عليه المشايخ رحمهم الله تعالى ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء وليحبب نفسه اليهن فذلك مكروه وعليه عامة المشايخ. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العشرون فى الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، ج: ۵، ص:)

(۱۴۱):عن أبى ذرؓ قال: قال رسول اللهﷺ: ان أحسن ما غير به هذا الشيب: الحناء، والكتم. وفى البذل تحت هذا الحديث: (الكتم) بفتح الكاف والمثناة فوق، نبت يصبغ به الشعر غيره مع الحناء فيكثر حموته الى الدهمة، ويقال: وهو الوسمة بكسر السين، يعنى ورق النيل، وقيل: انما أراد به استعمال كل واحد من الحناء أو الكتم منفرداً عن غيره، وقد استدل به على استحباب الخضاب بالحناء والكتم، وقد خضب أبو يكر بالحناء والكتم أيضاً. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الترجل، باب فى الخضاب، ج: ١٢، ص: ٢٣١، رقم: ۴٢٠۵، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان/ مجمع بحار الأنوار، ج: ۴، ص: ١٧٣)

اچکن وانگرکھا پہننا

﴿سوال﴾:

رسول خدا اور اصحاب رسول خدا کا لباس کیسا ہوتا تھا اور اب اس زمانہ میں جو انگرکھ کرتہ پائجامہ و اچکن و کوٹ سادہ و انگریزی وغیرہ پہننا اور کاج کرتے میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جناب رسول اللہ ﷺ اور آپکے اصحاب کا لباس قمیص تھا اور اب اس زمانہ کے اچکن وانگرکھ وغیرہ کا حکم یہ ہے کہ جو لباس کسی غیر قوم کے ساتھ مخصوص اور اس کا شعار ہونا جائز ہے ورنہ جائز ہے لباس کے بارہ میں کلیہ ہے سب کا حکم اسی سے نکل آوے گا (۱۴۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۴۲):عن أم سلمةؓ قالت: كان أحب الثياب الى رسول الله ﷺ القميص. (سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فی القميص، ص: ٥٦٩، رقم: ٤٠٢٥، ط، دار السلام رياض)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. وفی المرقات تحت هذا الحديث: أی من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أی فی الاثم والخير. قال الطيبی: هذا عام فی الخلق، والخلق والشعار. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ج: ٨، ص: ٢٢٢، رقم: ٤٣٤٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

اچکن انگرکھے کا حکم

﴿سوال﴾:
اچکن کا انگرکھہ پہننا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:
اچکن پہننا درست ہے۔



داڑھی کے بالوں کا کتروانا

﴿سوال﴾:
داڑھی کے بال برابر ہو جانے کی غرض سے کچھ تھوڑے کتروا دینا باوجودیکہ داڑھی بھی ایک مشت سے کم ہو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
مجموعہ داڑھی ایک مشت سے کم نہ ہو اگر بعض بال کم ہوں حرج نہیں (۱۴۳)۔فقط



(۱۴۳):فی البذل: واعفاء اللحية. وهو ارسالها وتوقيرها، وكره قصها، وقص اللحية من سنن الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين والافرنج والهنود، ومن لاخلاق له في الدين ممن يتبعونهم ويحبون أن يتزيوا بزيهم.

وقال في الدر المختار: ولابأس بنتف الشيب، وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة قطعة، كذا ذكر محمد في كتاب الآثار عن الامام، قال: وبه نأخذ، محيط. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، ج: ١، ص: ٣٣٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

داڑھی کی شرعی مقدار

﴿سوال﴾:

داڑھی رکھنا کہاں تک جائز ہے اور کہاں تک منع ہے؟

﴿جواب﴾:

داڑھی ایک مشت سے کم رکھنا منع ہے اور ایک مشت سے زائد کو اگر کاٹ دیوے درست ہے(۱۴۴)۔



ننگے سر ننگے پیر رہنا

﴿سوال﴾:

سر برہنہ اور پابرہنہ رہنا سنت ہے یانہیں اور بعض صوفی ان افعال کو سنت جان کر کرتے ہیں سو یہ افعال فی الحقیقت سنت ہیں یانہیں؟

﴿جواب﴾:

احیاناً پابرہنہ ہونا مضائقہ نہیں ورنہ آپ علیہ السلام اکثر اوقات نعلین یا موزہ پہنتے

---

(۱۴۴):عن ابن عمرؓ، عن النبی ﷺ قال: أحفوا الشوارب واعفوا اللحی.
وفی الفتح تحت هذا الحدیث: وقال عیاض: یکره حلق اللحیة وقصها وتحذیقها، وأما الأخذ من طولها وعرضها اذا عظمت فحسن....وفی الدرالمختار: لابأس بأخذ أطراف اللحیة، والسنة فیها القبضة.
قال ابن عابدین: وهو أن یقبض الرجل لحیته، فما زاد منها علی قبضة قطعه، کذا ذکره محمد فی کتاب الآثار عن الامام، قال: وبه نأخذ. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

تھے(۱۴۵) اور سر برہنہ ہونا احرام میں ثابت ہے سوائے احرام کے بھی احیاناً ہو گئے ہیں نہ دائماً چلتے پھرتے۔



بوجہ گرمی سر میں پان کھلوانا

﴿سوال﴾:

سر کے بالوں میں بوجہ گرمی پان کھلوانا جائز ہے یا نہیں اس واسطے کہ بالوں میں گرمی معلوم ہوتی ہے اس کے کھلوانے سے گرمی نکل جاتی ہے؟

﴿جواب﴾:

سارے سر کے بال منڈاوے یا سارے سر کے رکھے بعض رکھنا اور بعض کا منڈانا منع ہے(۱۴۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۱۴۵):عن انسؓ: أن نعل النبیﷺ کان لها قبالان.

عن أبی هریرةؓ أن رسول اللّٰه قال: لایمشی أحدکم فی النعل الواحدة، لینتعلهما جمیعاً أو لیخلعهما جمیعاً. (رواهما أبو داؤد فی سننه فی کتاب اللباس، باب فی الانتعال، ص: ۵۸۲، ط، دار السلام ریاض)

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما أن رجلا قال: یارسول اللّٰه، مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللّٰهﷺ لایلبس القمص، ولا العمائم، ولا السراویلات، ولا البرانس، ولا الخفاف الا أحد لایجد نعلین فلیلبس خفین ولیقطعهما أسفل من الکعبین. ولاتلبسوا من الثیاب شیئاً مسه زعفران أو ورس. (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب مالایلبس المحرم من الثیاب، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، ط، دار السلام ریاض)

(۱۴۶):عن ابن عمرؓ : أن النبیﷺ رأی صبیاً قد حلق بعض رأسه وترک

سر میں پان بنوانا

﴿سوال﴾:

درمیان سر کا منڈوانا جس کو عام میں پان کہتے ہیں بوجہ بیماری کے جائز ہے یا نہیں اور جس کے سر پر پان ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

﴿جواب﴾:

پان سر میں رکھوانا یعنی کچھ بیچ میں سے منڈوانا باقی بال رکھ لینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے(۱۴۷)

بعضه، فنهاهم عن ذٰلک فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (كتاب الترجل، باب فى الصبى له ذؤابة، ص: ۵۸۹، ط، دار السلام رياض)

فى الشامية: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر و الاباحة، فصل فى البيع، ج: ۹، ص: ۵۸۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۴۷):عن نافع مولى عبدالله:أنه سمع ابن عمر رضى الله عنهما يقول:سمعت رسول الله ﷺ ينهى عن القزع. قال عبيدالله: قلت: وما القزع؟ فأشار لنا عبيدالله قال: اذا حلق الصبى، وترک ها هنا شعرة وها هنا وها هنا، فأشار لنا عبيدالله الى ناصيته وجانبى رأسه. قيل لعبيدالله: فالجارية والغلام؟ قال لاأدرى، هكذا قال: الصبى، قال عبيدالله: وعاودته، فقال: أما القصة والقفا للغلام فلا بأس بهما، ولكن القزع أن يترک بناصيته شعر، وليس فى رأسه غيره، وكذلک شق رأسه هذا وهذا. وفى الفيض تحت هذا الحديث: قوله: (أما القصة، والقفا للغلام، فلابأس بهما) فأجازه هذا الراوى اذا كان فى جوانب الرأس، والقفا، ومنع عنه الحنفية مطلقاً فيجب عليه، اما أن يحلق مطلقاً، أو يترک مطلقاً، ولايجوز له حلق البعض، وترک البعض مطلقاً. (فيض البارى على صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب القزع، ج: ٦، ص: ۱۰۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ایسے کی امامت مکروہ ہے(۱۴۸)۔فقط



بیماری کے عذر سے بیچ سے سر منڈانا

﴿سوال﴾:

بیماری کے عذر سے بیچ میں سر منڈوانا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بیچ میں سر منڈانا کسی حالت میں درست نہیں (۱۴۹)۔



گردن کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾:

گردن کے بال منڈانا درست ہے یا نہیں اور یہ سر میں شامل ہے یا الگ ہے اگر الگ ہے تو کس مقام سے اور داڑھی کا خط بنوانا جائز اور ثابت ہے یا نہیں اور پنڈلی اور ران کے بالوں کے مونڈنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱۴۸):فی ملتقی الأبحر: ویکره امامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق.

وفی مجمع الأنهر تحته: (والفاسق) أی الخارج عن طاعة اللّٰه تعالیٰ بارتكاب كبيرة لأنه لا يهم بأمر دينه، وكذا امامة التمام، والمرائی، والمتصنع، وشارب الخمر. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، كتاب الصلاة، ج: ١، ص: ١٦٢، ١٦٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۴۹):فی الهندية: يكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع كذا فی الغرائب. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم الاظفار الخ، ج: ٥، ص: ٣٥٧)

﴿جواب﴾:

گردن جدا عضو ہے اور سر جدا لہٰذا گردن کے بال منڈانا درست ہے سر کا جوڑ علیحدہ کان کی لو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے اس سے نیچے گردن ہے ریش کا خط درست کرنا درست ہے اگر کسی کے بال رخسار پر بے موقع ہوں اور نہ منڈانا اولیٰ ہے اور پنڈلی اور ران کے بال کا دور کرنا درست ہے کہ آپ علیہ السلام تمام بدن پر سوائے چہرہ کا نورہ کرتے تھے(۱۵۰)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



گردن کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾:

گردن کے بال کانوں سے جو نیچے ہیں منڈوانا جائز ہیں یا نہیں مکروہ تحریمی ہیں تنزیہی معہ عبارات کتاب تحریر فرماویں؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۵۰): عن أم سلمة أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان اذا اطلى بدأ بعورته فطلاها بالنورة وسائر جسده أهله. (سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، باب الاطلاء بالنورة، ص: ۲۶۲، ط، قديمی كتب خانه كراچی)

فی الهندية: لابأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث كذا فی الينابيع. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء قلم الاظفار الخ، ج: ۵، ص: ۳۵۸)

وفی امداد المفتين: (سوال): گردن کے بال جو کہ کانوں کے لو کے نیچے ہوتے ہیں تراشنے یا منڈانے جائز ہیں یا نہیں؟

(جواب): جائز ہیں۔ كذا يشير اليه بعض ألفاظ الشامی من الحظر والاباحة.

(امداد المفتين، كتاب الحظر والاباحة، ص: ۸۱۸)

گردن دوسرا عضو ہے سر کی حد سے نیچے کے بال گردن کے منڈوانے درست ہیں(۱۵۱) بعض سر کے بال لینے اور بعض چھوڑنے مکروہ ہیں تحریماً بقوله عليه السلام نهى عن القزعة(۱۵۲) . الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم



صرف گردن کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾:

اگر سر کے بال نہ منڈوائے جائیں اور گردن کے بال منڈوائے جائیں تو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

گردن کے بال منڈوانے اگرچہ سر کے نہ منڈوائے درست ہیں البتہ بہتر نہیں ہے۔



کاکلوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

بال سر کے گردن کے نیچے لٹکا لینا جن کو کاکلیں بھی کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اور کاکلوں کو جو فعل یہود اور منع حدیث میں فرمایا ہے اس کے کیا معنی ہیں اور بال کانوں سے نیچے رکھنا جو سنت سے ثابت ہیں اس کے کیا معنی ہیں اور کاکل بمعنی فعل یہود اور مشابہت عورات سے ہیں یا نہیں؟

---

(۱۵۱):فی امداد الاحکام: گردن اور رخسار کے بال مونڈنا جائز اور حلق میں اختلاف ہے۔(امداد الاحکام، ج:۴،ص:۳۳۳، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱۵۲):(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب کراهة القزع، ص: ۹۴۷، رقم: ۵۵۵۹، ط، دار السلام ریاض)

﴿جواب﴾:
بال سر کے جہاں تک چاہے بڑھالے درست ہے مگر بعض سر کا منڈانا اور بعض کا رکھنا مشابہت یہود ہے یہ مکروہ ہے اور تمام سر کے بال بڑھانا نہ یہ کاکل ہے اور نہ یہ ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم کاکل بمعنی حلق بعض وترک بعض فعل یہود کا اور منع ہے اور بال بڑھانا جو سنت سے ثابت ہے وہ منع نہیں ہے ان کو کاکل کہنا اصطلاح جدید ہے اور مشابہت عورتوں کی جب ہووے گی کہ عورتوں کیطرح چوٹی گوندھے ورنہ کوئی مشابہت نہیں نہ کراہت (۱۵۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۵۳):فی شرح النووی: قوله (عظيم الجمة الى شحمة اذنيه وفى رواية ما رايت من ذى لمة احسن منه وفى رواية كان يضرب شعره منكبيه وفى رواية الى انصاف اذنيه وفى رواية بين اذنيه وعاتقه) قال اهل اللغة الجمة اكثر من الوفرة فالجمة الشعر الذى نزل الى المنكبين والوفرة ما نزل الى شحمة الاذنين واللمة التى لمت بالمنكبين قال القاضى والجمع بين هذه الروايات ان ما يلى الاذن هو الذى يبلغ شحمة اذنيه وهو الذى بين اذنيه وعاتقه وما خلفه هو الذى يضرب منكبيه قال وقيل بل ذلک لاختلاف الاوقات فاذا غفل عن تقصيرها بلغت المنكب واذ قصرها كانت الى انصاف الاذنين فكان يقصر ويطول بحسب ذلک والعاتق ما بين المنكب والعنق واما شحمة الاذن فهو اللين منهما فى اسفلهما وهو معلق القرط منهما وتوضح هذه الروايات رواية ابراهيم الحربى كان شعر رسول اللهﷺ فوق الوفرة ودون الجمة. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب اللباس والزينة، باب صفة شعرهﷺ وصفاته وحليته، ج: ۲، ص: ۲۵۸، ط، صداقت كتب خانه قندهار افغانستان)

عن ابن عمرؓ : أن النبیﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترک بعضه، فنهاهم عن ذٰلک فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (كتاب الترجل، باب فى الصبى

قینچی سے زیر ناف کے بال لینا

﴿سوال﴾:

موئے زیر ناف کو مقراض سے لینا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے اور اگر جائز ہے تو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کیوں منع فرماتے ہیں یعنی کمالات عزیزی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے براخواب دیکھا اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ تیری عورت مقراض لیتی ہے منع کردے۔

﴿جواب﴾:

یہ قصہ غلط ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کا منع فرمانا غلط ہے اس کی دوسری صورت ہے اور بالوں کا دفعیہ مقراض سے جائز ہے مگر چونکہ استیصال اچھی طرح نہیں ہوتا اس واسطے مستحسن نہیں ہے (١٥٤)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



له ذؤابة، ص: ٥٨٩، ط، دار السلام رياض)

فى الشامية: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ٩، ص: ٥٨٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

(١٥٤): عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الفطرة خمس، (أو خمس من الفطرة)، الختان، والاستحداد، وتقليم الأظفار، ونتف الأبط، وقص الشارب. وفى الفتح تحت هذا الحديث: قوله: (الاستحداد) الخ: هو حلق العانة، سمى استحداداً لاستعمال الحديدة، وهى موسى، وهو سنة، والمراد به نظافة ذلك الموضع، والأفضل به فيه الحلق، ويجوز بالقص والنتف والنورة. (موسوعة فتح المهلم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ٢، ص: ٥٠٢، ط، دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

خط بنوانا

﴿سوال﴾:
رخسار کے بال منڈوانا جس کو خط کہتے ہیں جائز ہے یا ناجائز؟
﴿جواب﴾:
رخساروں کے بال منڈوانا جائز ہیں مگر خلاف اولیٰ ہے (۱۵۵)۔فقط



سینہ اور پیٹ کے بال منڈوانا

﴿سوال﴾:
سینہ اور پیٹ پر کے بال اور رخساروں کے بال منڈوانا درست ہے یا نہیں؟
﴿جواب﴾:
سینہ اور شکم کے بال منڈانا درست ہیں اور رخساروں کے بال دفع کرنا ترک اولیٰ

فی الموسوعة الفقهية: لاخلاف بين الفقهاء فی جواز ازالة الشعر العانة بأی مزيل من حلق وقص ونتف ونورة لأن أصل السنة يتأدی بالازلة بأی مزيل كما أنه لاخلاف بينهم فی أن الحلق أفضل لازالة شعر العانة فی حق الرجل. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۹، ص: ۲۳۴)

(۱۵۵):فی المرقات: ولابأس بأن يأخذ شعر الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنثين. (مرقات المفاتيح شرح مشكاه المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۲، ط، رقم: ۴۴۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی التاتارخانية: وفی المضمرات: ولابأس بأخذ الحاجبين، وشعر وجهه ما لم يتشبه المخنث. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل العشرون فی الختان والخضاب وقلم الاظافير الخ، ج: ۱۸، ص: ۲۱۱، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

ہے(۱۵۶)۔



عورتوں کوقبروں پر جانا

﴿سوال﴾:

قبور پرعورات کو جانا محض حرام مگر مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں کل زیارات پرعورات جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾:

عورتوں کوقبور پر جانا مختلف فیہ ہے کہ اکثر علماء منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہوتو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اس پر ہی عمل ہے(۱۵۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۵۶):فی الهندية: لابأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث كذا فی الينابيع......وفی حلق الشعر الصدر والظهر ترک الادب كذا فی القنية. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء قلم الاظفارالخ، ج: ۵، ص: ۳۵۸)

(وكذا فی مرقات المفاتيح شرح مشكاه المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۲، ط، رقم: ۴۴۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۵۷):عن محمد بن جحادة قال: سمعت أبا صالح يحدث، عن ابن عباسؓ قال: لعن رسول اللهﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. وفی البذل تحت هذا الحديث: قال الترمذی: قد رأی بعض أهل العلم أن هذا كان قبل أن يرخص النبیﷺ فی زيارة القبور، فلما رخص دخل فی رخصته الرجال والنساء ــ قال القاری: وهذا هو الظاهر۔ وقال بعضهم: انما كره زيارة القبور للنساء لقلة

شرعی پردہ

﴿سوال﴾:

اگر حجاب شرعی موجب بدگمانی وشر فساد کے نہ ہو سکے تو ان اجنبیوں سے جو اس کے چچا تایا زاد بھائی یا دیور جیٹھ یا بہنوئی ہیں یا بہنوئی یا جیٹھ دیور زاد بھتیجے وعلیٰ ہذا القیاس اور رشتہ دار ہوں تو ان سے فقط ستر پر کفایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حجاب شرعی کا ترک کرنا ہر حال میں موجب گناہ ہے شر وفساد کے اندیشہ سے ترک کرنا حجاب کا جائز نہیں ہوسکتا البتہ چہرہ کا ڈھکنا اگر بوجہ اندیشہ شر ترک کر دیا جائے بشرطیکہ ترک میں فتنہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ حجاب بوجہ مصلحت وقوع فتنہ ہے اور وہ اعضاء جن

صبرهن وكثرة جزعهن، انتهى.....فالصواب الذى ينبغى الاعتماد عليه هو جواز الزيارة للنساء اذا كان الأمن من تضييع حق الزوجة والتبرج والجزع والفزع ونحو ذلك من الفتن، لأن الزيارة علل بتذكر الموت، ويحتاج اليه الرجال والنساء، فلا مانع من الاذن لهن. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، كتاب الجنائز، باب فى زيارة النساء القبور، ج: ١٠، ص: ٥٢٦، ٥٢٧، ٥٢٨، رقم: ٣٢٣٦، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

وفى العرف الشذى: فى زيارة النسوان روايتان عن أبى حنيفة الجواز وعدمه، أقول: وجه الجواز أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم أجاز زيارة القبور للرجال، والنساء تبع الرجال، ووجه الثانية: أن الاجازة المذكورة فى الحديث للرجال، وتردد ابن عابدين فى تعدد الرواية عن أبى حنيفة، أقول: يحمل على اختلاف الأحوال. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى زيارة القبور للنساء، ج: ٢، ص: ٣٤٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

کا ستر واجب ہے ان کا کھولنا کسی حال میں جائز نہیں (١٥٨)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



بلا قصد کسی محرم کا دیکھنا

﴿سوال﴾:

بازار میں ایک عورت آرہی ہے یک بیک اس پر نگاہ پڑ جاوے تو گناہ تو نہیں ہے؟

﴿جواب﴾:

فوراً نگاہ کو روک لیوے تو گناہ نہیں اگر دوبارہ قصداً دیکھے گا تو گناہ ہے (١٥٩)۔



---

(١٥٨):في الدرالمختار: وللحرة لوخنثى جميع بدنها حتى شعرها النازل في الأصح خلا الوجه والكفين فظهر الكف عورة على المذهب والقدمين على المعتمد وصوتها على الراجح، ذراعيها على المرجوح وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة.

وفي الشامية: قوله: (على المرجوح) قال في المعراج عن المبسوط: وفي الذراع روايتان، والأصح أنها عورة........قوله: (بل لخوف الفتنة) أى الفجور بها. قاموس. أو الشهوة. والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة، لأنه مع الكشف قد يقع النظر اليها بشهوة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ٢، ص: ٧٧، ٧٨، ٧٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

(١٥٩):عن جرير رضي الله عنه قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نظرة الفجأة، فقال اصرف بصرك. وفي البذل تحت هذا الحديث: (اصرف بصرك) أى اذا وقعت النظرة الى الأجنبية فجأة، فاصرف بصرف عنها، ولاتنظر اليها قصداً، لأن الأولى اذا لم تكن بالاختيار، فهو معفو عنها، فان أدام النظر أثم. (بذل المجهود في حل سنن أبي

عورتوں کو پیر کے سامنے آنا

﴿سوال﴾:

مستورات کو اپنے پیر و مرشد کے سامنے آنا کیسا ہے اور سلام کرنا کیسا ہے؟ فقط

﴿جواب﴾:

سامنے آنا پیر و مرشد کے مستورات کو حرام ہے ہرگز ہرگز کسی صورت میں جائز نہیں کلام کرنا اگر خوف فتنہ نہ ہو تو جائز ہے اگر خوف فتنہ ہو تو حرام و ممنوع ہے(١٦٠)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



داؤد، کتاب النکاح، باب مایؤمر به من غض البصر، ج: ٨، ص: ٨٥، ٨٦، رقم: ٢١٤٨، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(١٦٠):فی البحر: قال مشايخنا: تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال فی زماننا للفتنة.(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ١، ص: ٤٧٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفی مجمع الأنهر: وفی المنتقى: تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدی الی الفتنة وفی زماننا المنع واجب، بل فرض لغلبة الفساد، وعن عائشة رضی اللّٰه عنها جميع بدن الحرة الا احدى عينيها فحسب لاندفاع الضرورة. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ١، ص: ١٢٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حكم صوت المرأة: وقع الخلاف فی صوت المرأة، أنه من العورة فلايجوز أن تتكلم بحيث يسمعها الأجانب، أو ليس بعورة فيرخص لها فی التكلم، والحق الحقيق عند أرباب التحقيق، وهو ان صوت المرأة ليس بعورة فی نفسه الا أنه قد يكون سبباً للفتنة، فكان من القسم الثانی من سد الذرائع، فدار حكمه علی الفتنة

ہندوستان کی کافرات کا حکم

﴿سوال﴾:

ملک ہندوستان مملوکہ نصاریٰ اور مما لک محروسہ نوابان ہنداور راجگان دارحرب ہے یا دارالاسلام اور کافران ملکوں کے حاکم ہوں یا محکوم حربی ہیں یا ذمی خواہ ہندو ہوں وہ کافر یا غیر ہندو اور کافرات حربیات ہیں یا ذمیات مثلاً درباب ستر مسلمہ کافرہ سے لکھا ہے فی روضة النوری فی نظر الذمية الی المسلمة وجهان اصحهما عند الغزالی الجواز كالمسلمة واصحهما عند البغوی المنع حاشية بيضاوی شريف جلد ثانی فی ص ۷۹ پس ہندوستان کی کافرات کو حربیات سمجھنا چاہئے یا ذمیات اور نیز اور بہت احکام ہیں تو ان احکام میں یہاں کی کافرات کو ذمیات سمجھنا چاہئے یا حربیات اور مسئلہ ستر مسلمہ کا کافرہ سے بھی تحریر فرمایئے کہ یہ ستر ضروری ہے یا نہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہودیہ آئی تھی اور عذاب قبر کی گفتگو ہوئی تھی؟

﴿جواب﴾:

سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دارالحرب ہے(۱٦۱) اور یہاں کی کافرات حربیہ

وعدمها فحيث خيفت الفتنة حرام ابدائه وحيث لا، فلا، كيف وقد حرام اللّٰه سبحانه وتعالى اظهار صوت الخلخال وأمثاله فقال: ولايضربن بأرجلهن، لمظنة الفتنة فكيف يجوز اظهار صوت نفسها مطلقاً؟ (احكام القرآن للتهانویؒ، ج: ۳، ص: ۴۸۲، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشی)

(۱٦۱):فی اعلاء السنن: قال: ثم أعلم أن بلاد الهند ونحوها لاريب فی كونها دار الحرب عند المحققين، وقد أفتى به العلامة المحدث الدهلوی مولانا عبدالعزيز، والعلامة المولى مولانا رشيد أحمد الجنجوهی رضی اللّٰه تعالى عنهما وأرضاهما. (اعلاء السنن، كتاب البيوع، باب الربا فی دار الحرب بين المسلم والحربی، تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام، ج: ۱۴، ص: ۳۷۷، ط،

ہیں اور ستر کرنا مسلمات کو ان سے ضروری ہے(۱۶۲) اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جو یہودیات حاضر ہوتی تھیں تو بدن مستور اس وقت میں آپ کا ہوتا تھا یہ حاضر ہونا ستر کے خلاف نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



عورتوں کا ناک کان چھدوانا

﴿سوال﴾:

عورتوں کے ناک چھدوائیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

عورتوں کے کان چھدوانے درست ہیں اور ناک چھدوانے میں بعض علماء نے کلام کیا ہے(۱۶۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

(۱۶۲):فى الدرالمختار: والذمية كتالرجل كالرجل الأجنبى فى الأصح فلاتنظر الى بدن المسلمة مجتبى.

وفى الشامية تحته: لايحل للمسلمة أن تنكشف بين يدى يهودية أو نصرانية أو مشركة.....ولاينبغى للمرأة الصالحة أن تنظر اليها المرأة الفاجرة لأنها تصفها عند الرجال، فلاتضع جلبابها ولاخمارها كما فى السراج. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس، ج: ۹، ص: ۵۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۶۳):فى نفع المفتى والسائل: الاستفسار: هل يجوز ثقب أنف النساء؟

الاستبشار: ما اطلعت على تصريحه فى كتب الفقه الى الآن، بل قال فى الدر المختار: هل يجوز انخرام الأنف لم أره، وقال فى ردالمحتار: ان كان للتزين يجوز،

عورتوں کوتعزیت کے لئے جانا

﴿سوال﴾:
عورتوں کوتعزیت وعیادت درست ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:
عورت کوعورت کی یا اپنے محرم کی عیادت وتعزیت درست ہے(۱۶۴)۔فقط



عورتوں کواونچی ایڑی کا مردانی جوتا پہننا

﴿سوال﴾:
ایڑی والی جوتی مثل مردوں کے عورت پہن لیوے تو درست ہے یانہیں کیونکہ زنانی جوتی بیٹھویں سے مردانی جوتی نمازی عورت کے واسطے پاؤں کونجاست سے بچانے کیواسطے بہت خوب ہے جیسا کہ حکم تحریر فرماویں؟

کما فی ثقب الأذن، وجوزه الشافعية، وقد سئل والدی مدظله عنه، فقال: یجوز قیاماً علی ثقب الأذن.(نفع المفتی والسائل، المتفرقات، ص: ۱۹۶، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية کراتشی)

(۱۶۴):فی روح المعانی: وقد یحرم علیهن الخروج....ومایجوز من الخروج کالخروج للحج وزیارة الوالدین وعیادة المرضی، وتعزیة الأموات من الأقارب ونحو ذلک. (روح المعانی، ج: ۲۲، ص: ٦، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وفی الشامية: قال فی شرح المنية: وتستحب التعزية للرجال والنساء اللائی لایفتن. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی الثواب علی المصیبة، ج: ۳، ص: ۱۴۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾:

جوجوتی کہ مردانی ہے اس کا پہننا عورت کوحرام ہے قال علیه السلام لعن الله المشبهات بالرجال رواه ابو داؤد (١٦٥). اور چونکہ مردانی جوتی پہننے میں عورت کو تشبہ مردوں سے پیدا ہوجاتا ہے لہٰذا اس کا پہننا حرام ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



کانچ کی چوڑیاں عورتوں کو پہننا

﴿سوال﴾:

کانچ کی چوڑیاں جوعورتیں پہنتی ہیں جائز ہیں یانہیں؟

﴿جواب﴾:

درست ہیں۔ قل من حرم زينة الله الأية(١٦٦). والله تعالىٰ اعلم.



(١٦٥):(سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ص: ٥٧٧، رقم: ٤٠٩٧، ط، دار السلام رياض)

(١٦٦):(سورة الاعراف: ٣٢)

فی المجموع: يجوز للنساء لبس أنواع الحلی كلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاويذ والقلائد وغيرها. (المجموع شرح المهذب، ج: ٤، ص: ٤٤٣)

(اعلاء السنن، كتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، ج: ١٧، ص: ٢٨٩، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشی)

نامحرم مرد جس جگہ نہ ہو وہاں عورت کو باجہ والا زیور پہننا

﴿سوال﴾:

جس گھر میں مرد نامحرم نہیں ہے باجہ دار زیور پازیب پائل عورتوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس جگہ نامحرم نہ ہوں وہاں آواز کا زیور پہننا درست ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے سر سے پاؤں تک ڈھکنا فرض ہے نامحرم موجود ہو یا شوہر (١٦٧)۔فقط



عورتوں کو پیتل تانبہ کا زیور پہننا

﴿سوال﴾:

زیور پیتل، تانبہ وغیرہ کا عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(١٦٧):قوله تعالى: (ولايضربن بأرجلهن) الآية، لاتضرب المرأة برجلها اذا مشت لتسمع صوت خلخالها، فاسماع صوت الزينة كابداء الزينة وأشد، والغرض التستر. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ١٥، ص: ٢٢٧، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

فى مجمع الأنهر: وجميع بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها لقوله عليه الصلاة والسلام: "بدن الحرة كلها عورة الا وجهها وكفيها". والكف من الرسغ الى الأصابع. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ١، ص: ١٢٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

زیور سب قسم کا عورتوں کو درست ہے (١٦٨)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



عورتوں کو چاندی سونے کے علاوہ زیورات کا پہننا

سوال:

عورتوں کو سوائے سونے چاندی کے اور دوسری چیزوں کے زیورات پہننا جائز ہیں یا نہیں؟

جواب:

عورتوں کو سب قسم کا زیور پہننا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مشابہت کسی بددین کی نہ ہو (١٦٩)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



زیور کے لیے کلمہ کا روپیہ تڑوانا

سوال:

کلمہ کے روپیہ کے تڑوانا زیور کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

جواب:

کلمہ کے روپیہ کا تڑوانا زیور وغیرہ کے واسطے جائز ہے (١٧٠)۔



---

(١٦٨): دیکھئے حاشیہ نمبر ١٦٦۔

(١٦٩): عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي دأود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ٥٦٩، ط، دار السلام رياض)

(١٧٠): في الهندية: ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبي صلى الله عليه

عورتوں کا کانچ کی چوڑیاں پہننا

﴿سوال﴾:

عورتوں کو چوڑیاں کانچ وگلٹ کی پہننا درست ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

عورتوں کو ہر قسم کی چوڑیاں پہننا جائز ہیں (۱۷۰)۔



چیتے وغیرہ جانوروں کی کھالوں کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

چیتے وغیرہ سباع جانوروں کے چمڑوں پر بیٹھنے اور سوار ہونے سے جو احادیث کثیرہ میں ممانعت فرمائی گئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے ان النبی ﷺ نهی جلود السباع ان تفترش انتھٰی. اور ابوداؤد میں ہے نهی رسول الله ﷺ عن میاثر النمور ونهی عن جلود السباع. ان احادیث کا مطلب کیا ہے کیونکہ بالعموم عوام وخواص اس کو مصلی بنانے میں ودیگر ضروریات بستر فرش وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں

وآله یجوز محوه لیلف فیه شئ کذا فی القنیة ولو محا لوحا کتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز. (الفتاوی العالمکیریة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ، ج: ۵، ص: ۳۲۲)

(۱۷۰):فی اعلاء السنن: یجوز للنساء لبس أنواع الحلی کلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاویذ والقلائد وغیرها. (اعلاء السنن، کتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب علی الرجال وحله للنساء، ج: ۱۷، ص: ۲۸۹، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامیة کراتشی)

(وکذا فی المجموع شرح المهذب، ج: ۴، ص: ۴۴۳)

بالخصوص اہل علم وفضل اور کوئی کراہت تک بھی نہیں خیال کرتا لہٰذا وجہ عدم کراہت درصورت جواز استعمال کیا ہے؟

﴿جواب﴾:

استعمال غیر مدبوغ جلد سباع کا تو حرام ہے اور بعد دباغت کے استعمال اس کا مکروہ تنزیہی ہے بوجہ عادت متکبرین کے اور اثرِ بد جانور کے اور استعمال ان کا جائز ہے حرام نہیں اگر چہ ترک اولیٰ ہے (١٧١)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



مچھلی کا شکار کرنے کے لیے گھینسے کو کام میں لانا

﴿سوال﴾:

ایک کیڑے کو جس کا نام گھینسا ہے اس کو توڑ توڑ کر اور کانٹے میں لگا کر شکار ماہی کا

---

(١٧١): عن البراء بن عازب قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ركوب المياثر.
وفى الكوكب تحت هذا الحديث: قوله: (ركوب المياثر) وهذا لما كانت تكون من جلود السباع الغير المدبوغة، أو الحرير، أو كانت السباع مدبوغة الا أن النهى لئلا يوثر تلبسه فى تغيير الأخلاق، أو لما كان من زى الجبابرة، والنهى على الأولين تحريم، وعلى الأخيرين أدب وتنزيه. (سنن الترمذى، ومعه الكوكب الدرى على جامع الترمذى، كتاب اللباس، باب ماجاء فى ركوب المياثر، ج: ٤، ص: ٥٩٦، ط: اروقة للدرسات والنشر)

فى الهندية: وعن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه قال لابأس بالفرو من السباع كلها وغير ذلك من الميتة المدبوغة والمذكاة وقال ذكاتها دباغها كذا فى المحيط. ولابأس بجلود النمر والسباع كلها اذا دبغت أن يجعل منها مصلى أو ميثرة السرج كذا فى الملتقط. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فى اللبس مايكره ومن ذلك ومالايكره، ج: ٥، ص: ٣٣٣)

کرتے ہیں پس ایسا شکار کرنا اور اس مچھلی کا کھانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

اول اس کو مار کر پھر ٹکڑے کر کے کانٹے میں لگانا درست ہے اور زندہ کو لگانا منع ہے کہ اذیت ذی روح کی مکروہ تحریمہ ہے (۱۷۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا پالنا

﴿سوال﴾:

کتا کھیتی کی حفاظت کے لئے پالنا چاہئے یا مطلق حفاظت کے لئے؟

﴿جواب﴾:

مطلق حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے خواہ جان ہو یا مال (۱۷۳)۔ فقط



---

(۱۷۲): فی الهندية: ويكره تعليم البازی بالطير الحی يأخذه ويعذبه ولابأس بأن يعلم بالمذبوح كذا فی محيط السرخسی. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادی والعشرون فيما يسع من جراحات بن آدم الخ، ج: ۵، ص: ۳۶۲)

(۱۷۳): فی التاتارخانية: ويجب أن يعلم بأن اقتناء الكلب لاجل الحرس جائز شرعاً، وكذلک اقتناؤه للاصطياد مباح، وكذلک اقتناؤه لحفظ الزرع والماشية جائز، وفی الواقعات: لاينبغی للرجل أن يتخذ كلباً فی داره الا كلباً يحرس ماله. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون فيما يسع من جراحات بنی آدم والحيوانات الخ، ج: ۱۸، ص: ۲۲۳، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

دوا میں بحری جانور کا استعمال کرنا

﴿سوال﴾:

بقول اطباء حیوان بحری کا کھانے کی دوا میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

استعمال اس کا جائز ہے اور وہ پاک ہے اگرچہ وہ غیر ماہی ہو کہ دیگر ائمہ کے نزدیک وہ جائز ہے اور ضرورۃً احناف کے نزدیک بھی جائز ہے (۱۷۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



قاضی کو عیدین میں ہاتھی پر سوار کرنا

﴿سوال﴾:

قاضی کو ہاتھی پر سوار ہو کر بروز عیدین نماز کو جانا برائے تزک دین متین خصوصاً ریاست مذکور میں جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام؟ فقط

---

(۱۷۴): فی الدر المختار: ویباع دود القز أی الابریسم وبیضه أی بزره، وهو بزر الفیلق الذی فیه الدود والنحل المحرز، وهو دود العسل، وهذا عند محمد، وبه قالت الثلاثة، وبه یفتی عینی وابن ملک وخلاصة وغیرها. وجوز أبو اللیث بیع العلق، وبه یفتی للحاجة. مجتبی بخلاف غیرهما من الهوام فلایجوز اتفاقاً کحیات وضبّ وما فی بحر کسرطان، الا السمک وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه. والحاصل أن جواز البیع یدور مع حل الانتفاع.

وفی الشامیة تحته: قوله: (کحیات) فی الحاوی الزاهدی: یجوز بیع الحیات اذا کان ینتفع بها للأدویة، وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه: أی البحر أو غیرها. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ج: ۷، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

﴿جواب﴾:
قاضی اگر فیل پر سوار ہو کر جاوے درست ہے کہ سواری فیل کی جائز ہے(۱۷۵) مباح امر سے شوکت حاصل کرنا جائز ہے بشرط عدم خلط کسی محذور شرعی کے۔



بیل کو خصی کرنا

﴿سوال﴾:
بیل کو بدھیا کرنا یعنی نر سے مادہ کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:
بیل کو بدھیا کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے کہ بدون بدھیا کے کام نہیں دیتا(۱۷۶)۔



خچر پیدا کرنے کا طریقہ استعمال کرنا

﴿سوال﴾:
بعض آدمی گھوڑی کو گدھے سے باردار کراتے ہیں اس سے جو بچہ ہوتا ہے اس کو خچر کہتے ہیں یہ فعل اس طرح پر کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس بچہ کا جو اس طرح پیدا ہوا ہے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱۷۵):فی حیاة الحیوان: یحرم أکل الفیل....ویصح بیعه، لأنه یحمل علیه، ویقاتل به وعلیه. (حیاة الحیوان الکبری، ج: ۳، ص: ۴۴۵، ط، دارالبشائر)

(۱۷۶):فی مجمع الأنهر: ویجوز اخصاء البهائم منفعة للناس لأن لحم الخصی أطیب. (مجمع الأنهر فی ملتقی الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿جواب﴾:
گھوڑی پر گدھے کا ڈلوانا درست ہے اور اس کا فروخت کرنا بھی درست ہے(۱۷۷)۔



گھوڑوں کو خصی کرنا

﴿سوال﴾:
گھوڑوں کا آختہ کرنا یعنی بدھیا کرنا باعث کرنے شوخی کے جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:
گھوڑے اور بکرے وغیرہ کو آختہ کرنا درست ہے(۱۷۸)۔



(۱۷۷):فی سکب الأنهر: ویجوز....انزاء الحمیر علی الخیل والأحسن علی الفرس لأن الخیل اسم جنس یعم الذکر ومفاده أنه لایصح عکسه، وقد صح ذکره القهستانی. (سکب الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الدرالمختار: وجاز....انزاء الحمیر علی الخیل کعکسه. قهستانی. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۵۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۷۸):فی الدرالمختار: وجاز خصاء البهائم حتی الهرة، وأما خصاء الآدمی فحرام، وقیل والفرس. وفی الشامیة تحته: قوله: (قیل والفرس) ذکر شمس الأئمة الحلوانی أنه لابأس به عند أصحابنا. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۵۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

جوں کو گرم پانی یا دھوپ میں مارنا

﴿سوال﴾:
جوں کا مارنا گرم پانی میں یا دھوپ میں جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
جوں کا مارنا گرم پانی میں یا دھوپ میں جائز ہے کچھ حرج نہیں ہے(۱۷۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



حلال کوا کھانا

﴿سوال﴾:
جس زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

﴿جواب﴾:
ثواب ہوگا(۱۸۰)۔



---

(۱۷۹):فی التاتارخانية: وقتل القملة يجوز على كل حال، وفی فتاوی أهل سمرقند: احراق القمل والعقرب بالنار مكروه، وطرح حية مباح، ولكن يكره من حيث الأدب. الفيلق الذی يقال له بالفارسية "بيله" يلقی فی الشمس ليموت، الديد أن لايكون به بأس، وفی الخانية: وهو بمنزلة القاء السمك فی الشمس.(الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون فيما يسع من جراحات بنی آدم والحيوانات الخ، ج: ۱۸، ص: ۲۲۷، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۱۸۰):فی امداد المفتين: اصل بات یہ ہے کہ یہ کوا جو ہمارے یہاں عام طور پر ہوتا ہے

بھڑوں کا جلانا

﴿سوال﴾:

بھڑوں کا جلانا منع ہے مگر بعض جگہ کہ جہاں بکثرت آدمی آتے جاتے ہیں اور کاٹتی ہیں اور بغیر جلائے کسی تدبیر سے دور نہ ہوں تو ایسے موقع پر جلانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اور تدبیر نہ ہو تو جلانا درست ہے (۱۸۱)۔



اور جو دانہ وغیرہ بھی کھاتا ہے اور بعض نجاسات بھی کھالیتا ہے اس کا حکم مرغی کا سا ہے یعنی حلال ہے شامی وغیرہ میں اس کی تصریح اور فتاوی رشیدیہ میں جو ثواب لکھا ہے وہ ایک وقتی وجہ سے لکھا گیا ہے یعنی جس جگہ لوگ اس کو حرام سمجھتے ہیں وہاں اس کا کھانا ایک حکم شرعی کی تبلیغ و اظہار حق کا حکم رکھے گا اور ظاہر ہے کہ اس میں ثواب ہے باقی کوے کی حلت سو یہ فقط فتاوی رشیدیہ کا لکھا ہوا نہیں بلکہ حنفیہ کی تمام کتابوں شامی، درمختار، بدائع عالمگیری وغیرہ میں موجود ہے۔ (امداد المفتین، کتاب الصید والذبائح، ص: ۷۷۰، ط، دارالاشاعت کراچی)

فی الهندية: ومالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كتالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركی والغراب الذی يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالاجماع كذا فی البدائع. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانی فی بيان ما يؤكل من الحيوان ومالايؤكل، ج: ۵، ص: ۲۸۹)

(۱۸۱): فی امداد الفتاوی: (سوال): چارپائی میں کھٹمل دفع ہونے کو اگر چارپائی میں گرم پانی ڈالیں تو کیسا ہے؟

(جواب): فی ردالمحتار: كيفية القتال من كتاب الجهاد تحت قول الدرالمختار: وحرقهم مانصه لكن جواز التحريق والتغريق مقيد كما فی شرح

ملفوظات

بھاگلپوری کپڑے

﴿۱﴾ بھاگلپوری کپڑے ریشمی ہی ہیں ان کا حکم ریشمی کا ہے مگر موٹا ریشم ہے اور معروف ریشم ریشم کی عمدہ قسم ہے پس اگر تانا بانا دونوں ریشم کے یا بندہ کے ہوں خواہ صرف بانا ریشم کا ہو تو دونوں صورتوں میں نادرست ہے اور اگر دونوں ریشمی نہ ہوں بلکہ صرف تانا ریشمی ہو تو درست ہے جیسا ریشم کا بھی یہی حکم ہے حاصل یہ کہ بندہ ریشم ہے چھال نہیں ہے (۱۸۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



السیر بما اذا لم یتمکنوا من الظفر بھم دون ذلک بلا مشقة عظیمة، فان تمکنوا بدونھا، فلایجوز. اس سے معلوم ہوا کہ کھٹملوں کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا اُن پر درست ہے، ورنہ ممنوع ہے۔ (امداد الفتاوی جدید مطول حاشیة، ج:۹،ص:۴۰۴، ط، زکریا بکڈپو دیوبند)

(۱۸۲):عبداللّٰہ بن زریر أنه سمع علی بن أبی طالب یقول: أن نبی اللهﷺ أخذ حریراً، فجعله فی یمینه، وأخذه ذهبا، فجعله فی شماله ثم قال: ان هذین حرام علی ذکور امتی. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ص: ۵۷۲، رقم: ۴۰۵۷، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

فی مجمع الأنهر: ویحل للنساء لبس الحریر ولایحل للرجال ولو بحائل بینه وبین بدنه علی المذهب کما فی التنویر لأن النبی علیه الصلاة والسلام نهی عن لبس الحریر، والدیباج. (مجمع الأنهر فی ملتقی الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ج: ۴، ص: ۱۹۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ذوق وشوق پیدا ہونے کا وظیفہ اور جس شیء کی ماں باپ کی طرف سے صراحت ہو

﴿۲﴾ مجھے کوئی وظیفہ ایسا معلوم نہیں کہ جس سے ذوق وشوق پیدا ہو ہاں دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی طرف توجہ کرنا اس کے لئے مفید ہے جس شئے کی ماں باپ کی طرف سے بہ صراحت یا بہ دلالت اجازت ہو اس کا لینا مضائقہ نہیں ہے اور بلا مرضی ان کے مال میں تصرف درست نہیں (۱۸۳)۔



جو ظروف سب زن ومرد کو حرام ہیں ان کا بنانا

﴿۳﴾ ایسے ظروف جن کا استعمال سب زن ومرد کو حرام ہے بنانے نہیں چاہئیں کہ بالآخر سبب معصیت ہو جاتا ہے اور جو انگوٹھی زن ومرد دونوں پہنتے ہیں وہ بیچنا اور بنانا درست ہے اور جو مردوں کو درست ہے یا عورتوں کو درست ہے اس کا بنانا اور بیچنا بھی درست ہے (۱۸۴)۔



(۱۸۳):عن أبي حميد الساعدي، أن رسول الله ﷺ قال: لايحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم. (مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الأنصار، ص: ۱۷۵۴، رقم: ۲۴۰۰۳، ط، بيت الافكار الدولية رياض)

في الشامية: لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعزير، ج: ٦، ص: ١٠٦، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۸۴):في البحر: وكره بيع السلاح من أهل الفتنة لأنه اعانة على المعصية

سیاہ خضاب مرد کے لئے عورتوں کونماز میں پشت پا اور پشت دست کا ڈھکنا

﴿۴﴾ سیاہ خضاب مرد کو درست نہیں ہے(۱۸۵) کسی وجہ سے بھی اور عورتوں کو نماز میں پشت پا کا ڈھکنا اور پشت دست کا ڈھکنا فرض نہیں (۱۸۶)۔ فقط والسلام



قید بالسلاح لأن بیع ما یتخذ منه السلاح كالحدید ونحوه لایکره لأنه لایصیر سلاحاً الا بالصنعة، نظیره بیع المزامیر یکره ولایکره بیع ما یتخذ منه المزامیر وهو القصب والخشب. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب البغاة، ج: ۵، ص: ۲۴۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۸۵):عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللهﷺ: یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل لحمام، لایریحون رائحة الجنة. وفی البذل تحت هذا الحدیث: وفی الحدیث تهدید تشدید فی خضاب الشعر بالسواد، وهو مکروه کراهة تحریم.(بذل المجهود فی حل أبی داؤد،کتاب الترجل،باب ماجاء فی خضاب السواد، ج: ۱۲، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

فی الهندیة: اتفق المشایخ رحمهم الله تعالی أن الخضاب فی حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سیماء المسلمین وعلاماتهم وأما الخضاب بالسواد فعل ذلک من الغزاة لیکون أهیب فی عین العدو فهو محمود منه اتفق علیه المشایخ رحمهم الله تعالی ومن فعل ذلک لیزین نفسه للنساء ولیحبب نفسه الیهن فذلک مکروه وعلیه عامة المشایخ. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب العشرون فی الزینة واتخاذ الخادم للخدمة، ج: ۵، ص:)

(۱۸۶):فی الملتقی الأبحر: وجمیع بدن الحرة عورة الا وجهها وکفیها

فقراء کو غلہ تقسیم کرنا

﴿۵﴾فقراء کو غلہ تقسیم کرنا درست ہے مگر پابندی رسم ورواج اور نام ونمود کا خیال کرنا گناہ ہے ایسے ہی مقبرہ میں غلہ لے جانا بھی نادرست ہے ہاں تقسیم کر دینا البتہ ثواب ہے جب کہ اس میں کوئی شائبہ پابندی رسم ورواج اور نام ونمود کا نہ ہو پس نقد دے دینا بہتر ہے(۱۸۷)۔



وقدميها في رواية.

وفي مجمع الأنهر تحته: (وقدميها في رواية) أي في رواية الحسن عن الامام، وهي الأصح لأن المرأة مبتلاة بابداء قدميها في مشيها اذ ربما لاتجد الخف، وفي رواية انها عورة وفي الاختيار انها ليست بعورة في الصلاة وعورة خارج الصلاة. (مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ١، ص: ١٢٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(١٨٧):في الشامية: وفي البزازية ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو القراءة سورة الأنعام أو الاخلاص.

والحاصل أن أتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره. وفيها من كتاب الاستحسان: وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسنا اهـ. وأطال في ذلك في المعراج. وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لايريدون بها وجه اللّٰه تعالىٰ اهـ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة، الجازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، ج: ٣، ص: ١٤٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

سارے سر پر بال ہوں اور مرض ہو تو ان کا منڈوانا، مسلمان کا ذبیحہ اگر تحقیق ہو تو اس کا کھانا اور داڑھی کتنی کٹوائے

﴿۶﴾ سارے سر پر بال ہوں اور مرض ہو تو سارے منڈوا ڈالے بعض کا حلق کرنا ناجائز ہے اور کتروانا اگر ایسا ہو کہ پست کرادیوے تو حلق کے حکم میں نہیں اور جو جڑ سے کتروادے تو حلق کے حکم میں ہے (۱۸۸) فقط اگر بتحقیق معلوم ہو کہ وہی گوشت ہے کہ مسلمان نے ذبح کیا تھا تو کھانا درست ہے اور جو کافر کے قول سے یہ امر دریافت ہو تو درست نہیں (۱۸۹) پس دونوں مسئلہ کا جواب اس سے حاصل ہو گیا فقط ٹھوڑی کے نیچے سے اعتبار ہووے گا اور ہر چار طرف سے بھی چار انگشت سے کم کو نہ کاٹے فقط دلیل اس کی اعفوا اللحیٰ. (ترجمہ) بڑھاؤ داڑیوں کو الخ۔ پس زائد چار انگشت کو لینا بھی درست جو ہوا دوسری روایت سے ہو اور نہ اس میں مطلقاً اعفاء کا حکم ہے فقط اور مجوس کی اور مخنثوں کی

---

(۱۸۸):عن ابن عمرؓ : أن النبیﷺ رأی صبیاً قد حلق بعض رأسه وترک بعضه، فنهاهم عن ذٰلک فقال: احلقوه كله أو اتركوه كله. (كتاب الترجل، باب فی الصبی له ذؤابة، ص: ۵۸۹، ط، دار السلام ریاض)

فی الشامیة: ویکره القزع وهو أن یحلق البعض ویترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۸۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۸۹):فی الهندیة: خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمة والطهارة والنجاسة اذا کان مسلما عدلا ذکرا أو أنثی حرا أو عبدا محدودا أو لا ولایشترط لفظ الشهادة والعدد کذا فی الوجیز للکردی وهکذا فی محیط السرخسی والهدایة. ولایقبل قول الکافر فی الدیانات. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الأول فی العمل بخبرالواحد، ج: ۵، ص: ۳۰۸)

مخالفت بھی ضروری ہے(۱۹۰)۔فقط والسلام۔



حرام مال سے بنے ہوئے مکان میں رہنا۔اور کافر کا غائبانہ گوشت جو بچے اس کا لینا

﴿۷﴾ پیر جیو محمد بخش صاحب کو بیعت میں قبول کرتا ہوں مگر مناسب ہو تو تم توبہ کرادینا اور شغل نفی اثبات چندے کرا کر جب اثر جہر آجاوے پاس انفاس تلقین کرادینا اور دیگر اور وصبح شام کے بتلادینا جیسا احادیث میں آیا ہے اور آپ کو مولوی صاحب مرحوم نے بتایا ہوگا فقط جو مکان حرام مال سے بنا اس میں رہنا مکروہ ہے(۱۹۱) اگرچہ تبعاً ہو مگر جو کچھ

---

(۱۹۰):عن ابن عمرؓ، عن النبیﷺ قال: أحفوا الشوارب واعفوا اللحی. وفی الفتح تحت هذا الحدیث: وقال عیاض: یکره حلق اللحیة وقصها وتحذیقها، وأما الأخذ من طولها وعرضها اذا عظمت فحسن....وفی الدرالمختار: لابأس بأخذ أطراف اللحیة، والسنة فیها القبضة.

قال ابن عابدین: وهو أن یقبض الرجل لحیته، فما زاد منها علی قبضة قطعه، کذا ذکره محمد فی کتاب الآثار عن الامام، قال: وبه نأخذ. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۱۹۱):فی الدرالمختار: الحرام ینتقل..... وفی حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم.

وفی الشامیة تحته: قوله: الحرمة تتعدد الخ نقل الحموی عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی کتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفیة من أن الحرام لایتعدی ذمتین. سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلاً یأخذ من أحد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر فهو حرام اهـ. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب

مقرر نہ ہونا چاری ہے کافر جو غائبانہ گوشت بیع کرتا ہے اس سے نہ لینا چاہئے مردار ملا دیوے(۱۹۲)۔فقط والسلام



عورتوں کو ہر قسم کی چوڑیاں پہننا اور عدت میں عورتوں کو زینت کا ترک کرنا اور جس کی آمدنی نو روپیہ حلال ہو دس روپیہ حرام یا برعکس یا مساوی اس کا ہدیہ یا ضیافت کرنا

﴿۸﴾عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے خواہ کنچ کی ہوں خواہ سونے چاندی لوہے تانبے پیتل کی ہوں (۱۹۳) جو شئے زینت کی ہے خواہ لباس ہو یا زیور وہ

البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد، ج: ۷، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۹۲): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللهﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۱۹۳):فی المجموع: یجوز للنساء لبس أنواع الحلی کلها من الذهب

عورتوں کو حالت عدت میں نادرست ہے(۱۹۴) اس لئے بوقت عدت چوڑیاں وغیرہ چھوڑ دی جاتی ہیں بعد عدت اگر کوئی عورت پہنے مضائقہ نہیں جس کی آمدنی نو روپیہ حلال ہو دس روپیہ حرام خواہ برعکس یا دونوں مساوی ہوں اس کا ہدیہ وغیرہ دعوت ضیافت سب نادرست ہے(۱۹۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



لوہے اور پیتل کی انگوٹھی مرد وعورت دونوں کے لئے

﴿۹﴾ لوہے اور پیتل کی انگوٹھی میں مرد عورت یکساں ہیں اور کراہت ان کے پہننے کی تنزیہی ہے نہ تحریمی (۱۹۶) کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور شافعی صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک

والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاويذ والقلائد وغيرها. (المجموع شرح المهذب، ج: ۴، ص: ۴۴۳)

(اعلاء السنن، كتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، ج: ١٧، ص: ٢٨٩، ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشي)

(۱۹۴):في الكنز: تحد معتدة البت والموت بترك الزينة والطيب والكحل والدهن. (كنز الدقائق، كتاب الطلاق، فصل في الاحداد، ص: ١٤٧، ط، مكتبه حقانيه)

(۱۹۵):في التاتارخانية: وفي عيون المسائل: رجل اهدىٰ الى انسان أو اضافه، ان كان غالب ماله من حرام، لاينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه مالم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر في في الهدايا والضيافات، ج: ١٨، ص: ١٧٥، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(١٩٦):في الهندية: ويكره للرجال التختم بما سوى الفضة كذا في الينابيع. والتختم بالذهب حرام في الصحيح كذا في الوجيز للكردري. وفي الجحندى

مردوں کو بھی درست ہے۔فقط۔



پیر نامحرم اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اس کو پیر کے سامنے آنا ہاتھ سے مس کرنا

﴿۱۰﴾ اگر پیر نامحرم اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اس کو پیر کے سامنے آنا اور اس کے ہاتھ سے ہاتھ مس کرنا اور کسی جزو بدن کو ہاتھ لگانا ہرگز درست نہیں ہے البتہ زبان سے بیعت ہو جانا اور پس پردہ اور اشخاص کی موجودگی میں زبانی بات چیت کر لینا درست ہے خلوت اجنبیہ کیساتھ حرام ہے(۱۹۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعا. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضه، ج: ۵، ص: ۳۳۵)

(۱۹۷):عن أميمة بنت رقيقة، أنها قالت: أتيت رسول الله ﷺ فى نسوة بايعنه على الاسلام.....فقال: رسول الله ﷺ: انى لاأصافح النساء. انما قولى لمئة أمرأة كقولى لأمراة واحدة، أو مثل قولى لامرأة واحدة. (المسند الجامع، مسند أميمة بن رقيقة رض، ج: ۱۹، ص: ۹۰، رقم: ۱۵۸۳۶، ط، دار الجيل بيروت لبنان)

عن ابن عباس عن النبى ﷺ قال: لايخلون رجل بامرأة الا مع ذى محرم. فقال رجل فقال: يارسول الله، امرأتى خرجت حاجة واكتتبت فى غزوة كذا وكذا. قال: ارجع فحج مع امراتك. (صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة الا ذو محرم، والدخول على المغيبة، ص: ۱۱۳۵، رقم: ۵۲۳۳، ط، دار السلام رياض)

في مجمع الأنهر: وفي المنتقي: تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدى

ہمزاد سے بات کرنا

﴿۱۱﴾ اگر ہمزاد سے اس طرح کہنا مفید ہوتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔



قہقہہ اور ضحک کا فرق

﴿۱۲﴾ جس ہنسی میں آواز نہیں نکلے اگر چہ بدن کا لرزہ اچھی طرح محسوس ہوا ہو وہ قہقہہ نہیں ہے نہ ضحک ہے (۱۹۸)۔



ناخن کاٹے کہ کٹوائے۔ چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی

﴿۱۳﴾ ناخن آپ کاٹے یا دوسرے سے کٹوالے دونوں حالت سنت ادا ہوگی۔ چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں ہے اگر پاک ہو (۱۹۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



الى الفتنة وفى زماننا المنع واجب، بل فرض لغلبة الفساد، وعن عائشة رضى اللّٰه عنها جميع بدن الحرة الا احدى عينيها فحسب لاندفاع الضرورة. (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ١، ص: ١٢٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(١٩٨):فى الشامية: وعن التبسم وهو مالا صوت فيه أصلاً بل تبدو أسنانه فقط.....ومقتضى تعريف الضحک بما كان مسموعاً له فقط أن القهقهة ما يسمعها غيره من أهل مجلسه فهم جيرانه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، ج: ١، ص: ٢٧٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

(١٩٩):فى المحيط: وفى النوازل: اذا وقت يوم الجمعة لقلم الأظفار.....

خچر بنانا۔خصی کرانا۔

﴿۱۴﴾ خچر بنانا حنفیہ کے نزدیک بکراہت تنزیہہ درست ہے تجارت کرے خواہ خود رکھے کذافی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔خصی کرنا سب بہائم کا نفع کے واسطے یا دفع ضرر کے واسطے درست ہے سوائے آدمی کے کہ حرام ہے اور گھوڑے میں خلاف ہے راجح یہ ہے کہ دفع ضرر ناس کے واسطے جائز ہے ورنہ ناجائز کذافی کتب الفقہ (۲۰۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم



فهو مستحب، لأن عائشة رضى الله تعالى عنها روت عن رسول الله ﷺ أنه قال: من قلم أظفاره، يوم الجمعة أعاذه الله من البلايا الى يوم الجمعة الأخرى وزيادة ثلاثة أيام. (المحيط البرهانى، كتاب الكراهية، الفصل العشرون فى الختان والخضاب وقلم الأظافير الخ، ج: ٨، ص: ٨٧، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشى)

وفى التاتارخانية: ولابأس بطعام اليهودى والنصارى من أهل الحرب أو من غير أهل الحرب، وكذا يستوى الجواب بين أن يكون اليهود والنصارى من بنى اسرائيل أو، غير النصارى من العرب. ولابأس بطعام المجوسى كلها الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام. (الفتاوى التاتارخانية، الفصل السادس عشر فى أهل الذمة والأحكام، ج: ١٨، ص: ١٦٦، ط، مكتبه زكرياديوبند)

(۲۰۰):فى سكب الأنهر: ويجوز....انزاء الحمير على الحيل والأحسن على الفرس لأن الحيل اسم جنس يعم الذكر ومفاده أنه لايصح عكسه، وقد صح ذكره القهستانى. (سكب الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الدرالمختار: وجاز....انزاء الحمير على الحيل كعكسه. قهستانى. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ج: ٩، ص:

جس گھڑی کا چاندی سونے کا کیس ہو یا چاندی سونا اس پر غالب ہو اس کا استعمال

﴿۱۵﴾ جس گھڑی کا کیس چاندی کا ہو یا سونے کا ہو یا چاندی سونا اس میں غالب ہو اس گھڑی کا استعمال چلانا کو کنا اس میں ساعت کا دیکھنا منع ہے اگر ہاتھ نہ لگادے جیسے آئینہ چاندی سے منہ دیکھنا چاندی کی دوات میں سے قلم سے سیاہی لے کر لکھنا اور جو جیب میں رکھے اور پھر چلاوے نہیں کچھ حرج نہیں جیسا روپیہ جیب میں رکھنا درست ہے فقط ان دو نظیر سے آپ کو معلوم ہو جاوے گا کہ ظرف ساعت سے مراد اس کے کیس ہیں اور جو گھڑی کے اوپر کا خانہ چاندی کا ہو اس کا بھی یہ حکم ہے (۲۰۱)۔ فقط والسلام



۵۵۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

فی الدرالمختار: وجاز خصاء البهائم حتى الهرة، وأما خصاء الآدمی فحرام، وقيل والفرس.

وفی الشامية تحته: قوله: (قيل والفرس) ذكر شمس الأئمة الحلوانی أنه لابأس به عند أصحابنا. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۵۵۷، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۲۰۱): فی الهندية: يكره النظر فی المرآة المتخذه من الذهب أو الفضة ويكره أن يكتب بالقلم المتخذ من الذهب أو الفضة أو من دواة كذلک ويستوى فيه الذكر والأنثى كذا فی السراجية. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة، ج: ۵، ص: ۳۳۴)

(وكذا فی الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الحادی عشرفی استعمال الذهب والفضة، ج: ۱۸، ص: ۱۲۳، ط، مکتبة زکريا ديوبند)

کتاب وراثت کے مسائل

پوتوں کا حصہ

﴿سوال﴾:

ایک عورت فوت ہوئی ایک بھتیجا یعنی بھائی کا بیٹا اور چار پوتے اس نے چھوڑے ترکہ کس کو پہنچے گا۔

﴿جواب﴾:

سب ترکہ چاروں پوتوں کو ملے گا اور برادرزادہ کو کچھ بھی نہیں ملے گا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



وصیت کے مسائل

﴿سوال﴾:

پہلے ایک امر ضروری لکھنا ضرور ہے بعد اس کے جواب دفعات مسائل کا دیا جاوے گا اگرچہ سوال میں اور بھی امور قابل استفسار ہیں مگر چونکہ سائل نے اسی قدر کو دریافت کیا ہے لہٰذا طویل مناسب نہیں زید نے وقت موت عمرو اپنے پسر کلاں کو وصی ترکہ اور اپنی اولاد صغار و دیگر ورثہ پر بنایا ہے چنانچہ عبارت سوال سے ظاہر ہے کہ تربیت اولاد کی اور خدمت

---

(۱):في السراجي: أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لاتدخل فی نسبته الى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، يرجحون بقرب الدرجة، أعنی أولاهم بالميراث جزء الميت أی البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجی فی الميراث، باب العصبات، ص: ٣٦، ط، مكتبة البشریٰ كراتشی)

گزاری ازواج کی اور محافظت اموال کی سپرد عمرو کے کی ہے۔ انت وصی او سلمت الیک الا ولا وبعد موتی او تعهد اولادی بعد موتی او ماجری مجری هذه الالفاظ یکون وصیاً (۲) انتهٰی. ردمختار عقارات کے باب میں اگرچہ کچھ نہیں کہا مگر جب ایک امر کا وصی بنایا تو سب امور کا وصی ہو جاتا ہے۔ ولو جعل رجلاً وصیا فی نوع صار وصیا فی الانواع کلها (۳) انتهٰی. ردمختار پس عمرو وصی اپنے پدر کا مکانات و جاگیر میں اور اموال منقولہ میں اور اولاد و دیگر ورثہ کے باب میں ہوگیا سواب تصرف عمرو کا سب امور میں اپنے حصہ میں مالکانہ ہوگا اور حصص دیگر ورثہ زید میں وصی ہونے کی وجہ سے چنانچہ ظاہر ہے پس بعد اس کے جواب دفعات مسائل کا یہ ہے۔

دفعہ نمبر ۱:

جو اراضیات عمرو نے اپنے تعویذ گنڈہ اور مریدین سے اور غیر مریدین سے اور فروخت زیورات اہلیہ اپنے سے خریدیں یا رہن کرائی ہیں اور جو اس کو بطریق ہبہ مرید یا غیر مرید سے اور جو مویشی اور پارچہ وغیرہ بطور شراء یا ہبہ اس کو پیدا ہوئی ہیں باقی ورثہ بھی اس میں شریک ہیں یا نہیں؟

جواب:

جو کچھ عمرو کو خاص اس کے مریدین نے دیا یا اس نے اپنے زیور یا مال خاص سے خرید کیا یا مریدان پدر نے بالخصوص عمرو کو ہی دیا عقارات یا روپیہ یا دواب یا کوئی شئے وہ سب خاص ملک عمرو کی ہے اس میں کسی وارث زید کا کچھ دخل نہیں من اعطی شیئا فهو

---

(۲):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوصایا، باب الوصی وهو الموصی الیه، ج: ۱۰، ص: ۴۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۳):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الوصایا، باب الوصی وهو الموصی الیه، ج: ۱۰، ص: ۴۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

لہ پس وہ خاص ملک عمرو کی ہے(۴)۔

﴿دفعہ نمبر ۲﴾:

حویلی پختہ کلاں دوبارہ تعمیر شدہ جس طرح زید نے ہر ایک وارث کو دی ہوئی تھی چنانچہ والدہ خالد نے کہا کہ ہمارا حصہ تعمیر نہ کراؤ اسی طرح پر رہنے دو۔ آیا یہ اسی طرح پر منقسم رہے گی یا اور دوسری تقسیم جاری ہوگی؟

﴿جواب﴾:

حویلی پختہ جس کو زید نے تعمیر کیا تھا اور سب ورثہ اس میں رہتے تھے وہ بظاہر ملک سب ورثہ میں ہے اور میراث میں داخل ہے کیونکہ مسکن زید کے ذمہ پر ازواج اور اولاد صغار کا واجب تھا جس مکان میں جس کو چاہا رکھا اس سکنیٰ سے ہبہ ثابت نہیں ہوسکتا جب تک الفاظ ہبہ کے ثابت نہ ہوویں یا قرائن دالہ پر ہبہ ثابت نہ ہوں معہذا امشاع کا ہبہ موجب ملک نہیں ہوتا سو حویلی مذکور بہ سبب مشاع ہونے کے اس کے درجات مشترکہ ملک موہوب لہم کے نہیں ہوسکتی۔ شرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول ورکنها الایجاب والقبول (۵) انتهٰی. درمختار اور عبارت سوال سے کوئی صورت ہبہ حویلی کی ثابت نہیں ہوتی لہٰذا میراث کی طرح منجملہ میراث تقسیم ہووے گی اور والدہ خالد کا یہ کہنا کہ ہمارا حصہ تعمیر مت کرو مفید تقسیم اور ہبہ کا نہیں ہوسکتا فرض کرو کہ وہ اپنے ذہن میں ملک ہی جان رہی تھی مگر شرعاً اس کی ملک جب ہووے گی ثبوت ہبہ غیر مشاع مفرغ کا ہوجاوے لہٰذا میراث ہی رہے گی باقی تعمیر کرنا عمرو وصی کا

---

(۴):فی الدرالمختار: ورکنها: وهو الایجاب والقبول...وحکمها: ثبوت الملک للموهوب له. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۴۹۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۵):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۴۸۹،۴۹۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

سو اگر عمرو نے ترکہ کی آمدنی سے تعمیر کیا ہے تو کچھ کلام ہی نہیں اور جو اپنے مال خاص سے تعمیر کیا ہے تو رجوع ورثہ پر کرے گا اگر نیت رجوع ورثہ کی تھی۔ **انفق الوصی من مال نفسه علی الصبی وللصبی مال غائب فهو متطوع فی الانفاق استحسانا الا ان يشهد انه يرجع عليه لان قول الوصی لايقبل فی الرجوع فيشهد لذلک وفی العناية ويكفيه النية فيما بينه وبين الله تعالىٰ (٦) انتهٰی.** اشہاد کی ضرورت قضاء ہے مفتی کو یہی کافی ہے کہ نیت رجوع ہووے تو صورت سوال سے بھی نیت رجوع حصہ ورثہ میں معلوم ہوتی ہیں لہٰذا رجوع عمرو کا تعمیر کے خرچ میں ورثہ پر درست ہوگا اور مکان میراث کی طرح تقسیم ہوگا۔

دفعہ نمبر ۳:

حویلی خورد متصل حویلی کلاں اور دیگر مکانات جو عمرو نے زمین مشترکہ میں تیار کرائے ہیں ان کی تقسیم کس طرح کی جاوے گی۔

جواب:

علی ہذا حویلی خورد عمرو نے زمین مشترکہ میں بنائی وہ سب ورثہ کی ہے میراث اس میں جاری ہووے گی اور جواب زیر تعمیر کا اوپر کی دفعہ سے واضح ہوا کہ اگر ترکہ سے دیا ہے تو کچھ رجوع نہیں اور جو عمرو کا مال خالص خرچ ہوا بشرط نیت رجوع کی رجوع ورثہ پر حصص ورثہ میں کرے گا۔

دفعہ نمبر ٤:

خدمت مریدین اولاد پیر کو جو سجادہ نشین ہو یا غیر اس کا یا آمدنی تعویذ گنڈہ یا دیگر اشخاص جس کی کریں اسی کی ہوتی ہے یا دوسری اولاد کو بھی اس میں اشتراک ہے؟

---

(٦): (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الوصايا، فصل فی شهادة الأوصياء، ج: ١٠، ص: ٤٣٢، ط، دار عالم الكتب رياض)

﴿جواب﴾:

مریدان پیر جو خدمت سجادہ نشینی کی کرتے ہیں اس میں نیت خدمت کرنے والوں کی دیکھنی چاہئے کہ کیا ہے اگر سب ورثہ کی نیت ہے تو سب ورثہ بحصہ برابر مالک ہووینگے میراث کے سہام اس میں نہ ہوویں گے۔ کیونکہ یہ میراث نہیں بلکہ ہبہ مشترکہ ہے اور جو فقط سجادہ نشین کو خاص کردیا ہے تو وہ ہی مالک ہے اگر نیت کی تحقیق نہیں ہوسکتی تو عرف کا اعتبار ہووے گا۔ وضعوا هدايا الختان بين يدى الصبى فما يصلح للصبى كالثياب فالهدية له والا فان كان المهدى عن اقرباء الاب او معارفه فللاب او من معارف الام فللام قال هذا للصبى اولا ولو قال اهديت للاب او للام فالقول له (۷). انتھٰی. درمختار اس سے صاف معلوم ہوا کہ اول اعتبار نیت کا جو معلوم ہوجاوے گا ورنہ عرف وقرینہ ظاہر پر مدار ہے سو مریدین پر اولاد پیر کی بظاہر سب کی ہی خدمت چاہئے مگر چونکہ سجادہ نشین وصی اور سب کا کارگزار ہے اس کو ہی دیتے ہیں۔

﴿دفعہ نمبر ۵﴾:

خدمت مریدین اولاد پیر کو یا آمدنی تعویذ گنڈہ اور دیگر اشخاص جو خدمت سجادہ نشین کی کرتے ہیں شرع شریف اس کو کیا مقرر کرتی ہے؟

﴿جواب﴾:

خدمت مریدین اولاد پیر کو شرع ہبہ کا حکم دیتی ہے اور اجرت تعویذ گنڈہ کی اجرت کے حکم میں ہے پس اجرت خاص اس شخص کو ہووے گی جو تعویذ لکھتا ہے اور نذرانہ کی شرح اوپر کے سوال سے واضح ہوئی کہ نیت دینے والوں کی دیکھو ورنہ عرف پر رہے گا اور عرف میں سب اولاد پیر کی خدمت کرنا منظور ہوتا ہے اگرچہ پیش کش سجادہ نشین کے کیا جاتا ہے اور جو اس ملک کا دوسرا عرف ہو تو ویسا حکم ہووے گا المعروف کالمشروط قاعدہ مقرر شرع کا

(۷): (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۵۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

ہے(۸)۔

﴿دفعہ نمبر ٦﴾:

جو کچھ جائداد مثل زیورات اور پارچات اور برتن مسی اور مال مویشی جس وارث کے پاس بطور قبضہ حین حیات زید میں تھا اسی کا ہوگا جس کا مقبوضہ تھا یا تقسیم ہونا چاہئے؟

﴿جواب﴾:

جو کچھ زیور پارچہ وغیرہ اشیاء منقولہ کسی وارث کے پاس زید کی وقت کی مقبوض ہے وہ اس قابض کی ہی مملوکہ ہووے گی کیونکہ ایسی اشیاء عرف میں ملک کر کے دیتے ہیں نہ عاریت معہذا الفاظ زید کی بھی دلیل صریح ملک پر ہیں چنانچہ سوال مذکور میں ہے کہ زید نے کہا کہ ہرایک وارث کا حصہ ادا کر کے راضی کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زید نے یہ اشیاء بطور ملک ہی دیا تھا۔ **اتخذ لولده ثيابا اراد دفعها لغيره ليس له ذلك مالم يلق وقت اتخاذ انها عارية درمختار وفى رد المحتار راى لولده الصغير واما الكبير فلابد من التسليم (۹)**. پس بعد قبض کبیر کے اور نیت صغیر کے وہ اشیاء ملک موہوب لہ کی ہوگئی اب اس میں میراث نہیں ہوسکتی اور نہ میراث میں محسوب ہوسکے اگرچہ زید کی یہ مراد ہو کہ ہرایک کا حصہ دیدیا ہے باقی سب عمرو کا ہووے گا کیونکہ ترکہ مال باقی کو کہتے ہیں **كما قال التركة ما تركه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الاموال (۱۰)** اور ترکہ میں اضطراراً حصص سب ورثہ کے

---

(۸):(ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۵۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۹):(ردالمختار على الدر المختار، كتاب الهبة، ج: ۸، ص: ۵۰۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۰):(ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الفرائض، ج: ۱۰، ص: ۴۹۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

جاری ہوویں گے تخصیص کسی کی لغو ہے غیر معتبر شرعاً پس جو منقول متاع کسی وارث کی مقبوض ہے وہ خاص اس کی ہی ہے اس میں میراث کا کچھ دخل نہیں۔

دفعہ نمبر ٧:

کتب خانہ جو کچھ عمرو کا انتقال زید کے خرید کیا ہوا ہے اور کچھ زید کے وقت کا ہے اور خراس جو واسطے آٹا پیسنے مسافر خانہ اور خانگی کے زید کے وقت سے ہے اور حمام کہ وہ بھی زید کیوقت کا ہے تقسیم ہونا چاہئے یا نہیں اگر ہوتو کتابیں جو عمرو نے اور بعد انتقال زید کے خرید کری ہیں تقسیم سے علاوہ ہوں گی یا نہیں؟

جواب:

خراس اور حمام اور کتب متروکہ زید منجملہ میراث ہیں تقسیم ہوویں گی **التركة ما تركه الميت الخ** (١١) پس یہ بھی داخل ترکہ ہوویں گی اور جو کتب عمرو نے اپنے خاص مال سے خرید کیں وہ خالص ملک عمرو کی ہیں اور جو مال ترکہ سے خریدیں وہ داخل ترکہ ہوویں گی کما ھو ظاہر۔

دفعہ نمبر ٨:

جو باغ اور اشجار مثمرہ وغیر مثمرہ نصب کردہ عمرو زمین مشترکہ میں ہیں ان کی تقسیم کس طرح ہونی چاہئے۔؟

جواب:

اشجار نصب کردہ عمرو زمین مشترکہ میں بھی مشترک سب ورثہ کے ہیں کیونکہ عمرو نے اپنے حصہ میں مالک ہوکر تصرف کیا اور دیگر ورثہ کے حصص میں وصی ہوکر اور تصرف نافع وصی کا سب کی طرف سے ہوتا ہے جیسا حویلی کے جواب میں گزرا ہاں خرچ کا اگر اپنے مال سے

---

(١١):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الفرائض، ج: ١٠، ص: ٤٩٣، ط، دار عالم الكتب رياض)

کیا ہے تو رجوع کرسکتا ہے بشرط نیت رجوع کے چنانچہ اوپر واضح لکھا گیا پس بطور میراث تقسیم ہوویں گے۔

﴿دفعہ نمبر ۹﴾:

معافیات جو منجانب سرکار معاف ہیں واسطے مصارف فقراء کے متعلق مکان کے رہنی چاہیئے یا تقسیم ہونی چاہیئے؟

﴿جواب﴾:

جو معافی صرف فقراء کے واسطے بنام مکان وقف ہے اس میں میراث جاری نہ ہووےگی۔ **فاذا تم ولزم الوقف لایملک ولایملک ولایرھن ولایقسم انتھٰی درمختار** (۱۲).

﴿دفعہ نمبر ۱۰﴾:

جو زمین زید کو ہبہ ہوئی اور کاغذات اس کے عمرو نے مرتب کرادیئے ہیں اور بعض جگہ قبضہ بھی اسی نے کیا اس کی کس طرح تقسیم ہونی چاہیئے؟

﴿جواب﴾:

جو زمین زید کو ہبہ ہوئی اور کاغذات اس کے عمرو نے مرتب کرادیئے زید کی حیات میں کاغذ مرتب نہ ہوئے تھے اور جو زمین کہ قبض زید بھی نہیں ہوا تھا عمرو نے ہی قبضہ لیا یہ سب اراضی میراث میں داخل ہوکر تقسیم ہوویں گی اس واسطے کہ تمامی ہبہ کی ایجاب قبول اور قبض تام پر ہے تحریر وثیقہ پر کچھ موقوف نہیں وثیقہ یادداشت اور انکار کے رفع کردینے کیو واسطے ہوتا ہے اور بس **قال فی الدرالمختار وتصح الھبة بایجاب وقبول وقبض انتھٰی ملخصاً** (۱۳)۔ پس اول قسم میں تو عمرو نے وثیقہ ہی بنوایا ہے اور وصی کا یہ

---

(۱۲):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، ج: ٦، ص: ٥٣٩، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۳):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الھبة، ج: ٨، ص: ٤٩٠، ط، دار

کام ہی ہے کہ تعاہد ترکہ میت کی کرے کما مر اور قبض کرنے کی قسم میں اس واسطے کہ جو شئے زید کو ہبہ ہوئی تھی اور بدون قبض زید کے ہبہ ناتمام رہا تھا تو اب ظاہراً واہب نے اس کی نیت سے ہبہ کیا ہے کہ عمرو جانشین زید کا ہے گویا ورثہ زید کو ہبہ کیا خصوصاً عمرو کو ہبہ نہیں ہوا جیسا اوپر مذکور ہو چکا مگر ہاں اگر صراحۃً واہب نے یہ ہبہ خاص عمرو کو کیا ہو تو اس وقت بشرط ثبوت اس امر کی ملک خاص عمرو کا قرار دیا جائیگا ورنہ عمرو نائب زید کا ہے جو اس کو واہب نے قبض کرایا یہ سابق کی نیت سے ہی قبض کرایا چنانچہ معروف ہے اگرچہ شرعاً یہ سابق ناتمام ہو کر لغو ہو گیا تھا اور یہ سب حالات معافی وقف اور معافی بنام زید اور ہبات کے کاغذات سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

﴾دفعہ نمبر ۱۱﴿:

برتن دیوان خانہ مسافرین کے تقسیم ہوں یا نہیں؟

﴾جواب﴿:

ظروف دیوان خانہ جو مسافرین کے کام میں آتے تھے ان کی تقسیم ہوگی۔

﴾دفعہ نمبر ۱۲﴿:

حویلی خام جو زید نے مسافروں اور درویشوں کے لئے بنا کرائی تھی تقسیم ہونی چاہئے یا نہیں؟

﴾جواب﴿:

خام حویلی جس میں مسافر قیام کرتے تھے وہ سب ملک زید کی تھی اب ان کی تقسیم کی جاویگی فقط کسی کے استعمال کیواسطے بنانے سے وقف نہیں ہو سکتا لہٰذا ترکہ میں داخل و تقسیم ہوگا رکن الوقف الالفاظ الخاصة كارضى هذه صدقة موقوفة موبدة على المساكين ونحوه من الالفاظ انتهٰى. درمختار (۱۴).

عالم الكتب رياض)

(۱۴):(الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، ج: ۶، ص: ۵۲۲،

دفعہ نمبر ۱۳:

جو چیز اولاد عمرو کو ہبہ ہوئی یا اس نے خرید کری ہو اس سے عمرو کو یا دیگر ورثاء اولاد زید کو حیات ان کی میں تعلق ہے یا نہیں؟

جواب:

جو شئے اولاد عمرو کو خصوصاً ہبہ ہوئی یا انہوں نے خریدی اس میں کسی وارث زید کا علاقہ نہیں ہوسکتا کمامر۔

دفعہ نمبر ۱۴:

حسب اقرار ورثہ وقت چہلم کہ نہ ہم حصہ لیتے ہیں نہ قرضہ دیتے ہیں ان کو اس جائداد سے لادعویٰ ہے یا نہیں اگر دعویٰ کے مستحق ہیں تو مبلغات ادا کردہ عمرو بابت قرضہ ان کو دینے ہونگے یا نہیں؟ اور قول عمرو کا کہ کل کو اگر میں تنگدست ہوگیا اور تم مالدار ہوگئے تو پھر یہ نہیں ہوسکتا کہ تم قرضہ کا روپیہ دو اور خواستگار حصہ کے ہو عدم تحقیق استحقاق دعویٰ ان کی میں مؤثر ہے یا نہیں؟

جواب:

ورثہ کا وقت چہلم کے یہ کہنا کہ نہ ہم حصہ لیویں اور نہ قرضہ دیویں لغو ہے کچھ معتبر نہیں قرضہ دیویں گے اور حصہ لیویں گے۔ کیونکہ یہ انکار اپنے حصہ لینے سے ہے نہ ابراء اور انکار سے ابراء لازم نہیں آتا اور اگر ابراء تصور کیا جاوے تاہم باطل ہے **لان الابراء عن الاعیان باطل هدایة** (۱۵). پس اس انکار سے حصہ ساقط نہ ہووے گا اور حصہ قرض مورث کا دینا واجب ہووے گا علی ہذا عمرو کا قول موجب عدم استحقاق کا نہیں ہوسکتا حصہ

۵۲۳، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۵):(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلح، ج: ۸، ص: ۴۰۹، ط، دار عالم الکتب ریاض)

لیویں گے اور قرض اپنے حصہ کا دیویں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔



بیوی بھائی لڑکی کے حصے

﴿سوال﴾:

ہمارے دادا صاحب کے پاس کچھ جائداد مکان اور دوکان تھی اور ان کے امیر علی فرزند علی امداد علی تین لڑکے ہیں اور امداد علی کے ایک لڑکی تھی وہ فرزند علی کے لڑکے سے منسوب تھی اس لڑکی کا انتقال ہوگیا صرف امداد علی کی زوجہ حیات ہیں اور امیر علی کا ایک لڑکا وہ زندہ ہے اور امیر علی اور امداد علی کا انتقال ہوگیا اور فرزند علی زندہ سلامت ہیں اب امیر علی کے لڑکے کو کس قدر حصہ پہنچتا ہے اور امداد علی مرحوم کی زوجہ کو کس قدر پہنچتا ہے اگر مہر معاف کر دیا ہو تو کس قدر اور اگر معاف نہیں کیا تو کس قدر اور جب سے امداد علی کا انتقال ہوگیا تب سے فرزند علی ان کی زوجہ کا خرچ اٹھاتے ہیں اب معلوم ہونا چاہئے کہ امداد علی کی زوجہ کو کس قدر حصہ ملے گا اور امیر علی مرحوم کے لڑکے کو کس قدر حصہ شرعاً ملنا چاہئے اور فرزند علی کو جو زندہ ہیں کس قدر ملنا چاہئے۔ فقط۔

﴿جواب﴾:

اگر مہر زوجہ امداد علی کا معاف ہو چکا ہے اور امداد علی سے پہلے امیر علی انتقال ہو چکا تھا تو امداد علی کے ترکہ میں آٹھ حصہ کریں گے بعدہٗ اس میں سے ایک حصہ زوجہ کو اور سات حصہ میں سے برادر کو تین سہام اور چار سہام دختر کو ملیں گے اور اگر دونوں بھائی امداد علی کی موت کیوقت زندہ تھے تو کل ترکہ سولہ ۱۶ سہام پر تقسیم ہو کر دو ۲ سہام زوجہ کے اور آٹھ دختر کے اور تین تین دونوں بھائیوں کو ملیں گے اور اگر مہر زوجہ نے معاف نہیں کیا تو اول ترکہ امداد علی سے اس کا مہر دیا جاوے گا بعد ازاں جو کچھ باقی رہے اس میں سے تقسیم ہوگی (١٦)۔ فقط

(١٦): فی السراجی: قال علماؤنا رحمہ اللہ: تتعلق بترکۃ المیت حقوق

واللہ تعالیٰ اعلم۔



لاولد میت کا وارث

﴿سوال﴾:

ایک متوفی شخص محض لاولد نے صرف چھوٹا بھائی اور اسی بھائی کا بیٹا چھوڑا ترکہ کس طور تقسیم ہوگا۔

أربعة مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيز من غير تبذير ولاتقير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم ينفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب السنة واجماع الأمة. (السراجى فى الميراث، الحقوق المتعلقة بتركة الميت، ص: ٥، ٦، ٧، ٨، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (السراجى فى الميراث، فصل فى النساء، أحوال الزوجات، ص: ١٨، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: وأما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: النصف للواحدة، والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين وهو يصبهن. (السراجى فى الميراث، أحوال بنات الصلب، ص: ١٩، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

وفيه أيضاً: أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، يرجحون بقرب الدرجة، أعنى أولاهم بالميراث جزء الميت أى البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجى فى الميراث، باب العصبات، ص: ٣٦، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

﴿جواب﴾:

چھوٹا بھائی وارث ہوگا (١٧)۔فقط

(١٧):فی السراجی:أما العصبة بنفسه: فکل ذکر لاتدخل فی نسبته الی المیت أنثی، وهم أربعة أصناف: جزء المیت،وأصله،وجزء أبیه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، یرجحون بقرب الدرجة، أعنی أولاهم بالمیراث جزء المیت أی البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجی فی المیراث، باب العصبات، ص: ٣٦، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

ملفوظ

ماں،	بیوی،	بھائی،	بہن	بیٹی،	باپ،	زوجہ،	اخوات۴،	دختر۲،	پسر۲،
۴/۱۲	۳/۹	۲	۱	۸/۲۴،۸/۲۴	۴/۲۰	۳/۱۵	محروم	۱۷	۶۸/۳۴،۳۴

شرعاً صورت مندرجہ مسئلہ اولیٰ میں ترکہ متوفی بعد تقدیم ماحقہ التقدیم از ادائے دیون وتنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ وغیرہ کے بہتر سہام پر اور ترکہ متوفی مسئلہ دوم میں ایک سو بیس سہام پر منقسم ہوکر اس میں سے بہ تفصیل مندرجہ حصص نوشتہ آسامی دیئے جاویں گے یعنی ۱۲ سہام ماں کو اور ۹ بیوی کو اور دو بھائی اور ایک بہن کو اور ۲۴،۲۴ سہام ہر دو دختران کو مسئلہ اولیٰ میں دیئے جاویں گے اور مسئلہ ثانیہ میں بیس سہام باپ کو اور پندرہ زوجہ کو اور سترہ دختر کو اور ۳۴،۳۴ ہر دو پسران کو دیئے جاویں میں گے (۱۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔ (بنام حافظ عبدالرحیم مرادآبادی)



(۱۸): فی السراجی: قال علماؤنا رحمه الله: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيز من غير تبذير ولاتقير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم ينفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب السنة واجماع الأمة. (السراجي في الميراث، الحقوق المتعلقة بتركة الميت، ص: ۵، ٦، ۷، ۸، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

وفيه أيضاً: أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، والثمن مع الولد أو ولد الابن وان سفل. (السراجي في الميراث، فصل في النساء، أحوال الزوجات، ص: ١٨، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

کتاب ذکرودعا آداب قرآن وتعویذ کے مسائل

ذکر جہری

﴿سوال﴾:

ذکر سے یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اب تجھ کو ہر شخص عابد زائد جانے گا اس ریا کے دفع کی کیا تدبیر ہو آج کل آواز بیٹھ گئی ہے اگر حکم ہو تو آہستہ شروع کردوں جب کہ آواز کو نفع ہوگا پھر جہر ہی کروں گا۔ فقط

﴿جواب﴾:

ذکر جہر سے ریا پیدا ہوتا ہے تو اس کے واسطے لاحول بکثرت پڑھا کریں مگر اس لئے ترک جہر مناسب نہیں البتہ عذر مرض کیوجہ سے تا زوال مرض ترک رکھنا اور اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔



وفيه أيضاً: وأما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: النصف للواحدة، والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين وهو يصبهن. (السراجی فی المیراث، أحوال بنات الصلب، ص: ١٩، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفيه أيضاً: أما العصبة بنفسه: فكل ذكر لاتدخل فی نسبته الی المیت أنثی، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، الأقرب فالأقرب، يرجحون بقرب الدرجة، أعنی أولاهم بالميراث جزء الميت أی البنون ثم بنوهم وان سلفوا. (السراجی فی المیراث، باب العصبات، ص: ٣٦، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

ذکر جہری کی حقیقت

﴿سوال﴾:

ذکر جہر کرنا قرآن حدیث سے ثابت ہے یا صوفیہ کرام نے اپنی طرف سے مقرر کرلیا زید کہتا ہے کہ ذکرامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ہے عمرو کہتا ہے کہ جب ذکر جہر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ٹھہرا تو بڑے بڑے حنفی اس ذکر کو کرنے کی کیوں اجازت دیتے ہیں مفتیٰ بہ کس طور پر ہے؟

﴿جواب﴾:

ذکر جہراور خفی دونوں حدیث سے جائز معلوم ہوتے ہیں۔اورامام صاحب نے جہر کو بدعت اس موقعہ پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقعہ ہے آپ علیہ الصلوۃ سے وہاں جہر ثابت نہیں جیسا عیدالفطر کی نماز کو جاتے ہیں اور مطلقاً ذکر جہر کو منع نہیں فرمایا ذکر ہر طرح درست ہے(۱)۔فقط



(۱):فی سباحة الفکر: وفی غایة البیان قوله: ولایکبر. اهـ. المراد منه التکبیر بصفة الجهر لأن التکبیر خیر موضوع، لاخلاف فی جوازه بصفة الاخفاء علی ما حکاه أبو بکر الرازیؒ، ووجهه أن الأصل فی الذکر الاخفاء، لقوله تعالی: ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة، ولقوله علیه الصلاة والسلام: خیر الذکر الخفی، والشرع ورد بالجهر فی الأضحی، فلایقاس علیه الفطر، لأن الجهر علی خلاف الأصل. انتهی ملخصاً.....و هناک أحادیث اقتضت طلب الاسرار، والجمع بینهما: بأن ذلک یختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، کما جمع بین الأحادیث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقراءة القرآن، ولایعارض ذلک حدیث خیر الذکر الخفی، لأنه حیث خیف الریاء، أو تأذی المصلین أو النیام. وذکر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حیث کلاهما ذکر، لأنه أکثر عملا لتعدی فائدته الی السامعین،

ذکر جہری کا ثبوت

﴿سوال﴾:

ذکر جہر کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کس موقعہ پر بدعت اور کس جگہ جائز فرمایا ہے زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضرورت ہے کیا اللہ بہرا ہے کہ چپکے سے نہیں سنتا ہے جناب اس مسئلہ میں کو مع ثبوت آیت وحدیث کے ارقام فرماویں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھ دیں اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زیب قلم فرماویں اور جناب نے پہلے فتویٰ میں ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔فقط۔

﴿جواب﴾:

السلام علیکم بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو بتانا فرض ہی جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے۔اگر علم ہو اس کو دیکھو ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔



ذکر جہری

﴿سوال﴾:

ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:

ذکر جہری میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے

ویوقظ قلب الذاکر. (سباحة الفکر، الباب الأول فی حکم الجهر بالذکر، ص: ١٠، ١٣، ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامية کراتشی)

غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سواب کون فیصلہ کرسکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللّٰہ تعالٰی: اذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفة و دون الجھر (۲) الاٰیة . دون الجہر بھی جہری ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم (۳). الحدیث. اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے رفق کو فرمایا ہے۔ گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و حدیث بہت جواز پر دال ہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



ذکر جہری

﴿سوال﴾:

ذکر بجہر اور دعا بجہر اور درود بجہر خفیف ہو یا شدید جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرت ائمہ اربعہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے کیا حکم رکھتا ہے اور جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۲):(سورة الأعراف: ۲۰۵)

(۳):(سنن أبی داؤد ، کتاب الصلاة، باب الاستغفار، ص: ۲۲۵، رقم: ۱۵۲۸، ط، دار السلام ریاض)

(۴):فی سباحة الفکر: اعلم أنهم اختلفوا فی ذلک، فجوز بعضهم، و کرهه بعضهم، و حرمه بعضهم.....ومما یدل علی طلب رفع الصوت بالذکر: خبر البیهقی أن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم مر به رجل فی المسجد یرفع صوته بالذکر، فقیل له: یارسول اللّٰه، عسی أن یکون مرائیاً، فقال: لا، ولکنه أواه. أی کثیر الوجع من حرارة العشق للّٰه تعالی، فهذا یفید جواز رفع الصوت بالذکر، فلیتأمل، انتهی. (سباحة الفکر، الباب الأول فی حکم الجهر بالذکر، ص: ۹، ۱۱، ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامیة کراتشی)

ذکر خواہ کوئی ذکر ہووے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین اور دیگر فقہاء ومحدثین (رحمہم اللہ تعالیٰ) جائز کہتے ہیں۔ اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین علیہما الرحمۃ سے ہے(۵)۔ والسلام



ذکر جہری میں ضرب کا طریقہ

﴿سوال﴾:

ذکر جہر میں ضرب اللہ کس قدر جہر سے قلب پر مارنا چاہئے کیا ایسی شدت ہو کہ آواز بیٹھ جاوے؟

﴿جواب﴾:

ایسی شدت کی ضرورت نہیں ہے۔



ذکر کے وقت تصور

﴿سوال﴾:

مسئلہ یا باسط یا مغنی کے پڑھنے میں کیا خیال رکھے؟

﴿جواب﴾:

---

(۵): فی سباحة الفکر: وأما الجهر الغیر المفرط فالأحادیث متظاهرة، والآثار متوافقة علی جوازه، ولم نجد دلیلا یدل صراحة علی حرمة أو کراهة. وقد نص المحدثون والفقهاء الشافعیة وبعض أصحابنا علی جوازه أیضاً. (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، ص: ۳۹، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

ان کے معنی کا دھیان رکھے(٦)۔



ذکر جہری افضل ہے یا خفی

﴿سوال﴾:
ذکر جہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماویں؟

﴿جواب﴾:
دونوں میں فضیلت ہے من وجہ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے(٧) اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا اذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا (٨). مطلق کی فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



(٦):فی الهندية: أفضل القراء ة أن يتدبر فی معناه. (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح وقراء ة الخ، ج: ٥، ص: ٣١٧)

(٧):قال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد حرر المسألة فی الخيرية وحمل مافی فتاوی القاضی على الجهر المضر وقال : ان هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الاسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والاحوال، فالاسرار أفضل حيث خيف الرياء او تأذی المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر. الخ. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ٩، ص: ٥٧٠، ط: دار عالم الكتب، رياض)

(٨):(سورة الاحزاب: ٤١)

حیض ونفاس کی حالت میں ذکر کرنا

﴿ســوال﴾:
عورت حیض ونفاس کی حالت میں مراقبہ جیسا طریق نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یانہیں اوراسی حالت میں حلقۂ مرشد میں توجہ لے سکتی ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:
عورت کوحیض ونفاس میں سوائے قرآن شریف کے سب اذکار درست ہیں۔لہٰذا مراقبات واشتغال مشائخ بھی جائز ہیں اورصحت پیر میں بیٹھ کراس کوتوجہ لینا بھی درست ہے مگردخول مسجد حائضہ ونفساء کوحرام ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔قال فی الدرالمختار فی بیان الحیض مع الصلوٰۃ وصوما ودخول مسجد انتہٰی ثم قال لاباس لحائض وجنب یقرأۃادعیہ وسمعھا وذکر اللّٰہ تعالٰی لتسبیحہ(۹). انتہٰی. فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم



بغیر وضو کے ذکر کرنے کا مسئلہ

﴿ســوال﴾:
ذکر بلاوضو جائز ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:
ذکر بلاوضودرست ہے(۱۰)۔فقط



(۹):(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، ج: ۱، ص: ۴۸۸، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۱۰):فی الموسوعۃ الفقھیۃ: ومذھب الحنفیۃ علی ما فی الھدایۃ وشروحھا

جن درودوں کا ذکر احادیث میں نہیں آیا ہے

﴿سوال﴾:

ایک شخص کہتا ہے کہ درود ماثورہ کا ثواب حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ ملتا ہے اور جو درود بتائے دوسرے لوگوں کے ہیں ان کے ثواب نہیں ہوتا مثل ثواب ماثورہ کے مگر ایسا ہے جیسے نعت غزل پڑھتے ہیں۔ یہ مقولہ صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بیشک درود شریف جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں ان کا ثواب زیادہ ہے اور یہ ان کا خیال درست نہیں کہ اور درود شریف کا ایسا ہی ثواب ہے جیسے غزلیات کا(۱۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



أن الذاكر يستحب له أن يكون متوضئا. ومن ذلك الأذان والاقامة، فان أذن بلا وضوء جاز بلاكراهة فى ظاهر الرواية كسائر أنواع الذكر. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۱، ص: ۲۴۳)

(۱۱):فى الموسوعة الفقهية:والمشهور أن الاشتغال بالذكر المأثور أفضل من الاشتغال بذكر يخترعه الانسان من عند نفسه، ووجه الأفضلية واضح وهو ما فيه من الاقتداء بالنبى ﷺ وكونه أعلم بالله تعالىٰ وأسمائه وصفاته وأفعاله.....وقال النووىؒ: الخير والفضل انما هو فى اتباع المأثور فى الكتاب والسنة وفيهما مايكفى فى سائر الأوقات، وجرى على ذلك أصحابنا. وقال فى موضع: أوراد المشايخ وأحزابهم لابأس بالاشتغال بها. ونقل ابن عابدين عن الهندية أنه ينبغى أن يدعو فى صلاته بدعاء محفوظ، وأما فى غيرها فينبغى أن يدعوبهما يحضره. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۱، ص: ۲۳۸)

تراویح میں قرآن مجید کا اجرت پر سننا

﴿سوال﴾:

مسئلہ جو حافظ کہ اجرت پر قرآن بلا تعین کے سنادے اس قرآن کو وہ تراویح میں سنے اور وہ سامع کچھ نہ دے تو اس نادہندہ کو سننا ایسے قرآن کا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو حافظ اجرت پر سناتے ہیں وہ سنانا عبادت نہیں ہے پس اس کو سننا بھی نہیں چاہئے (۱۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



قرآن کے اوراق کی تعظیم کا طریقہ

﴿سوال﴾:

ورق قرآن کے کسی شخص کے پاس موجود ہوں اگر ان کی بے تعظیمی ہوتی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

﴿جواب﴾:

گھول کر پانی یا کسی شئے میں پی لیوے یا ادب کے ساتھ پارچہ پاک میں لپیٹ کر

---

(۱۲):ولا يجوز فی قراءة القرآن فی التراويح وعلى القبور لعدم الضرورة فيهما لاجراء امامة غير الحافظ فيصلی بهم من لا يأخذ الأجر بسور قصار يحفظها.
(الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ا، ص: ۲۳۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ، هند)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (اجرت تراویح کا شرعی حکم، ص: ۳۴ تا ۴۷، ط، گوارڑخ پبلی کیشن کوئٹہ)

کسی ایسی جگہ کہ پامال نہ ہوتی ہو دفن کردے (۱۳)۔ فقط



قرآن مجید کو تعویذ بنانا

سوال:

قرآن شریف تحدیداً روپیہ کی برابر اگر تعویذ موم جامہ میں کرکے گلے میں ڈالے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب:

کچھ حرج نہیں (۱۴)۔ فقط



(۱۳): فی الهندیة: المصحف اذا صار خلقا لايقرأ منه ويخاف أن يضيع يجعل فی خرقة طاهرة ويدفن ودفنه أولی من وضعه موضعاً يخاف أن يقع عليه النجاسة أو نحو ذلک. (الفتاوی العالمکيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ، ج: ۵، ص: ۳۲۳)

وفی الشامية: وفی الذخيرة: المصحف اذا صار خلقاً وتعذر القراءة منه لايحرق بالنار، اليه أشار محمد وبه نأخذ، ولايكره دفنه، وينبغی أن يلف بخرقة طاهرة، ويلحد له....وان شاء غسله بالماء أو وضعه فی موضع طاهر لاتصل اليه يد محدث ولاغبار ولاقذر تعظيماً لكلام الله عزوجل. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، ج: ۹، ص: ۲۰۵، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۴): فی الشامية: وفی المجتبیٰ: اختلف فی الاستشفاء بالقرآن بأن يقرأ علی المريض أو الملدوغ الفاتحة، أو يكتب فی ورق ويعلق عليه أو فی طست ويغسل ويسقی. وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه كان يعوذ نفسه. قال رضی الله عنه: وعلی

قرآن مجید کے گرانے کا صدقہ

﴿سوال﴾:

یہ طریقہ جو اکثر عوام میں مروج ہے کہ اگر کلام اللہ شریف ہاتھ سے گر جاوے تو اس کی برابر وزن کر کے گندم وجو وغیرہ مساکین کو صدقہ کرتے ہیں اور اس خاص طریقے کو ضروری لازم جانتے ہیں اگرچہ قرض کی نوبت ہو لہٰذا یہ خاص طور پر بالخصوص کیسا ہے اگرچہ صدقہ دیوے؟

﴿جواب﴾:

یہ امر کہیں ثابت نہیں اختراع عام ہے البتہ صدقہ دینا ایسی حالت میں اچھا ہے کہ صدقہ سے کفارہ معاصی کا ہوتا ہے(۱۵) مگر واجب نہیں بشرط قدرت کے صدقہ کر دیوے خواہ کچھ ہو خواہ کسی قدر ہو سوائے اس کے دیگر سب لغو بے اصل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



الجواز عمل الناس اليوم، وبه وردت الآثار، ولابأس بأن يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالاباحة، قبيل فى النظر والمس، ج: ۹، ص: ۵۲۳، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۱۵):عن حذيفة رضى الله عنه قال: قال عمر رضى الله عنه: أيكم يحفظ حديث رسول الله ﷺ عن الفتنة؟ قال: قلت: أنا أحفظه كما قال. قال: انك عليه لجرىء، فكيف قال؟ قلت: فتنة الرجل فى أهله وولده وجاره تكفره الصلاة والصدقة والمعروف. وفى شرح ابن بطال تحت هذا الحديث: قوله: "فتنة الرجل فى أهله وولده وجاره" يريد ما يفتتن به من صغار الذنوب التى تكفرها الصلاة والصدقة وماجاء منه. (شرح صحيح البخارى لابن بطال، كتاب الزكاة، باب الصدقة تكفر الخطيئة، ج: ۳، ص: ۴۳۶، ط، مكتبة الرشد رياض)

بغیر وضو کے کلام اللہ کو چھونا

سوال:

حفظ کلام اللہ شریف میں بوجہ کثرت مزاولت پڑھنے ومس کرنے کلام اللہ شریف کے باوضو رہنا یا کپڑے سے مس کرنا ہر چند احتیاط رکھی جاوے تاہم ہر وقت دشوار ہوتا ہے ایسی صورت میں کسی طرح سے رخصت ہے یا نہیں؟

جواب:

طفل نابالغ تو معذور غیر مکلّف ہے مس مصحف بلاوضواس کو درست ہوگا۔ مگر بالغ کو اجازت نہیں ہوسکتی پس باوضو یا ثوب (کپڑے) وغیرہ سے تقلیب (الٹ پلٹ) اوراق کرے(۱۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



حالت جنابت میں قرآن شریف کا چھونا

سوال:

حالت جنابت میں کلام اللہ شریف ایک مقام سے دوسرے مقام پر رکھ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

---

(۱۶):فی مجمع الأنهر: ولایجوز لمحدث مطلقاً سواء کان بالحدث الأصغر أو الأکبر مس مصحف الا بغلافه المنفصل کالخریطة، ونحوها لاالمتصل....فی الصحیح کذا فی الهدایة، وکثیر من الکتب، وعلیه الفتوی....ولایکره.... مس صبی لمصحف ولوح لأن تکلیفهم بالوضوء حرجاً بها، وفی تأخیره الی البلوغ تقلیل حفظ القرآن فرخص للضرورة. (مجمع الأنهر فی ملتقی الأبحر، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۴۲، ۴۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

جنابت کی حالت میں مصحف شریف کا اٹھانا جزو دان میں یا کسی شئے سے پکڑ کر درست ہے اور مس کرنا حرام ہے۔ اگر چہ دوسری جگہ کے رکھنے کے واسطے ہو(۱۷)۔



قرآن شریف کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا

﴿سوال﴾:

قرآن شریف کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

قرآن شریف کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا درست ہے قرآن شریف کلام الٰہی تعالیٰ شانہ ہے اس کی جس قدر تعظیم ہو بجا ہے(۱۸)۔فقط



(۱۷):فی التاتارخانية: المحدث لايمس المصحف ولاالدراهم التی كتب عليها القرآن. ولابأس بأن يقرأ القرآن، وان أراد أن يغسل اليد ويأخذ المصحف لايحل له ذلك، وكما لايحل له مس الكتابة لايحل له مس البياض أيضاً وان مس المصحف بغلافة فلابأس به، والغلاف الجلد الذی عليه....المنفصل كالخريطة ونحوها، وفی الهداية: وهو الصحيح. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الثانی فی مايوجب الوضوء، ج: ۱، ص: ۲۷۰، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

(۱۸):فی الدرالمختار:وفی الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم كما يجوز القيام.

وفی الشامية: تحته:قوله: (يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم الخ) أی كان ممن يستحق التعظيم. (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۵۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

چور معلوم کرنے کے لئے یٰسین شریف پڑھ کر لوٹا پھرانا

﴿سوال﴾:

نام کا نکلوانا جو طریقہ عاملوں کا ہے کہ سورۂ یٰسین وغیرہ پڑھ کر لوٹا وغیرہ گھومتا ہے کسی شخص معین کے نام پر یہ نام نکالنا اور اس پر اعتقاد کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ عمل کرنا اس غرض سے کہ چور خوف کر کے سرقہ دے دیوے تو درست ہے اور بایں وجہ کہ اس سے حال چور کا معلوم ہوتا ہے درست نہیں کہ علم غیب کا نہیں ہوسکتا (۱۹)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



نماز فجر کے بعد تلاوت وذکر کرنا

﴿سوال﴾:

تلاوت قرآن شریف کی بعد نماز صبح کے قبل طلوع کے کیسی ہے؟ زید کہتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیریہ اور درمختار میں ہے کہ اس وقت میں ذکر اللہ کرنا مستحب ہے اور بعض کراہت کے قائل ہوئے ہیں۔ پس یہ قول زید کا بسند کتب مذکورہ صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۹):فی القول الجمیل: ویجب علی من اطلع علی السارق بامثال هذه ان لایجزم بسرقته ولایشیع فاحشته بل یتبع القرآئن فانما هی طریق اتباع القرآئن قال اللّٰه تعالی ولاتقف مالیس لک به علم الخ.(القول الجمیل ومعه شفاء العلیل، آٹھویں فصل، ص: ۱۴۰، ط، ایچ، ایم سعید)

اس وقت قرآن شریف پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور ذکر کرنا اولیٰ (۲۰)۔



وضو کی دعائیں

﴿سوال﴾:

جولوگ وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں آیا کوئی اصل معتمد اس کی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں ان کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔لیکن روایات قابل عمل ہیں (۲۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۲۰):عن انس [رضی اللّٰه تعالی عنه] قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللّٰه حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت له کاجر حجة وعمرة..الخ. (مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الذکر بعد الصلوات، ص: ۸۹، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

وفی الدرالمختار: ذکر اللّٰه من طلوع الفجر الی طلوع الشمس أولی من قراء ة القرآن. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۶۰۲، ط، دار عالم الکتب)

(۲۱):فی الدرالمختار: والدعاء بالوارد عنده، أی عند کل عضو، وقد رواه ابن حبان وغیره عنه علیه الصلاة والسلام من طرق. قال محقق الشافعیه الرملی: فیعمل به فی فضائل الأعمال وان أنکره النووی.

وفی الشامیة تحته: قوله: (وان أنکره النووی) حمل الرملی کما فی الشرنبلالیه انکاره له من جهة الصحة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب

ہیضہ کے لئے دعا

سوال:

یہاں ہیضہ کی نہایت کثرت ہے کوئی خاص دعاء عمل بتلا دیا جائے کہ جس کی برکت سے حافظ حقیقی محفوظ رکھے؟

جواب:

ہیضہ کے لئے مجھے کوئی خاص دعاء تو معلوم نہیں ہے مگر **اعوذ کلمات اللّٰہ التامات من شر ما خلق** ہر صبح وشام تین تین بار پڑھ لیا کریں (۲۲)۔



عہد نامہ کا پڑھنا

سوال:

عہد نامہ ایک چھوٹی کتاب ہے اور اس کے پڑھنے کا ثواب حد درجہ لکھا ہے۔ یہ عہد نامہ اور اس کی اسناد معتبر ہے یا غیر معتبر؟

جواب:

عہد نامہ کے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں مگر اس کا ثواب جو لکھا ہے وہ غلط ہے۔



الطهارة، مطلب في مباحث الاستعانة في الوضوء بالغير، ج: ١، ص: ٢٥٢، ط، دارعالم الكتب رياض)

(۲۲):عن أبي هريرة رضـ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال حين يمسي ثلاث مرات أعوذ بكلمات اللّٰه التامات من شر ما خلق لم يضره حمة تلک الليلة. (جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب دعاء أعوذ بكلمات الخ، ص: ٨٢١، رقم: ٣٦٠٤، ط، دار السلام رياض)

ادائے قرضہ کی دعا

﴿سوال﴾:

حدیث شریف میں لکھا ہے اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذبک من غلبة الدین والقھر. اس کو صبح وشام پڑھے قرض وغم رفع ہو لہٰذا عرض پرداز ہے کہ اگر حضور اجازت تحریر فرماویں تو پڑھ لیا کروں فقط۔

﴿جواب﴾:

اس دعا کے پڑھنے کی آپ کو اجازت ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس سے نفع ہوگا۔



دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

﴿سوال﴾:

بعد اختتام دعا کے ہاتھ منہ پر جو پھیرتے ہیں ہاتھ منہ پر پھیرنے کی کیا وجہ ہے یعنی ہاتھ منہ پر کیوں پھیرتے ہیں؟ بینوا وتوجروا

﴿جواب﴾:

بعد ختم دعاء ہاتھ منہ پر پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے (۲۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۲۳): عن عمر رضی اللہ عنه، قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھه. وفی المرقات تحت ھذا الحدیث: قال ابن الملک: وذلک علی سبیل التفاؤل فکأن کفیه قد ملئتا من البرکات السماویة

فرض نماز کے بعد دعا بلند آواز سے پڑھنا

﴿سوال﴾:
فرضوں کے بعد دعا جہر سے مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
بعد فرض نماز کے دعا جہر سے کرنا جائز ہے اگر کوئی مانع عارض نہ ہو (۲۴)۔ فقط



والأنوار الالهية. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، ج: ۵، ص: ۱۲۷، ۱۲۸، رقم: ۲۲۴۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفي الموسوعة الفقهية: أن يمسح بهما وجهه في آخر الدعاء. قال عمر رضي الله عنه: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مد يديه في الدعاء لم يردهما حتى يمسح بهما وجهه. (الموسوعة الفقهية، ج: ۲۰، ص: ۲۶۲)

(۲۴): في الهندية: اذا دعا بالدعاء المأثور جهرا ومعه القوم أيضا ليتعلموا الدعاء لابأس به. (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن، ج: ۵، ص: ۳۱۸)

ملفوظات

خط کے ذریعہ بیعت

﴿۱﴾ خط پہنچا حال معلوم ہوا عزیزم احمد شفیع کے حالات سن کر مسرت ہوئی حق تعالیٰ برکت عطا فرماوے ان کی بیعت بندہ قبول کرتا ہے حتی الوسع اتباع سنت کریں اور بدعات سے محترز رہیں مگر زیادہ اپنی توجہ تحصیل علم دین کی طرف رکھیں اور اس کے ماسوا کی طرف زیادہ رغبت نہ کریں حسب تحریر آپ کے ایک ایک تعویذ بھیجتا ہوں اگرچہ مجھے اس بارہ میں کچھ مداخلت نہیں ہے بڑا تعویذ اپنی اہلیہ کے بازو پر باندھ دیں اور چھوٹا اپنے فرزند کے گلے میں ڈالیں سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا لب ناسور پر لگاتے رہیں۔ فقط والسلام



تعویذ مرسل پیر

﴿۲﴾ تعویذ ارسال ہیں فقط والسلام از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ بعد سلام!

مسنون گذارش آنکہ تعویذ حسب طلب ارسال ہیں بڑا تعویذ اپنے بھائی کے بچے کے سامنے کھول کر اس کو دکھلا کر اس کے گلے میں ڈال دیجئے۔ فقط والسلام ۲۹ صفر ۱۳۲۲ ہجری۔



یا باسط یا مغنی دعائے ضرب الجہر کے اوقات

﴿۳﴾ یا باسط یا مغنی دعائے ضرب الجہر اگر فجر کے وقت نہ ہوں اور کسی وقت پوری کر دیا کریں البتہ سنت فجر کی اور اوقات میں کچھ کمی ہوگی اور قبل نماز فجر پڑھ لی جاویں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ نماز فجر باجماعت اپنی مقررہ وقت پر ہو اس میں کچھ فرق نہ آوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



باب حقوق کے مسائل

حقوق العباد میں روزہ دلایا جائے گا یا نہیں

﴿سوال﴾:

حقوق العباد میں روزہ نماز سب دلایا جاوے گا۔ بروز قیامت یا روزہ نہیں دلایا جائے گا؟

﴿جواب﴾:

حقوق العباد میں روزہ بھی دلایا جاوے گا فرض روزہ ہو یا نفل (ا)۔فقط



کس قدر مقبول نمازیں کتنے قرضہ میں دلائی جائینگی

﴿سوال﴾:

سنا ہے کہ ساٹھ وقت کی نمازیں اللہ تعالیٰ بدلہ تین پیسوں کے قرضدار کو دے گا جو نمازیں مقبول ہوں گی؟

﴿جواب﴾:

(ا):عن أبی هريرةؓ أن رسول اللّٰهﷺ قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لادرهم له ولامتاع. فقال: ان المفلس من أمتی من يأتی يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتی قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا وسفک دم هذا، وضرب هذا، فيعطی هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فان فنيت حسناته قبل أن يقضی ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه، ثم طرح فی النار. (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب الظلم، الفصل الاول، ص: ۴۳۵، ط، قديمی كتب خانه)

درمختار میں لکھا ہے کہ سات سو نمازیں مقبول عوض ایک دانگ کے دلائی جاویں گی (۲)۔فقط



والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا

﴿سوال﴾:

اگر والدین نفسانیت سے یا بوجہ اپنے اطاعت نہ کرنے کے طلاق زوجہ کو کہیں نہ بوجہ عذر شرعی کے تو پسر کو طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

طلاق دیدینا چاہئے خواہ کیسے یہ کہیں (۳)۔فقط



---

(۲):فی الدرالمختار: فان لم یعف خصمه أخذ من حسناته. جاء أنه یؤخذ لدانق ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة.

وفی الشامیة تحته:قوله:(ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة)أی من الفرائض، لأن الجماعة فیها والذی فی المواهب عن القشیری: سبعمائة صلاة مقبولة ولم یقید بالجماعة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۲۴، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۳):فی نفع المفتی: الاستفسار: اذا أمر الوالد بطلاق الزوجة، وهی مرغوب الطبع، فهل یجب الطلاق؟

الاستبشار: نعم، یجب التطلیق متابعة للوالد، ورضاء له، فقد ورد عن النبی ﷺ: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد. (نفع المفتی والسائل، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق باطاعة الوالدین، ص: ۱۶۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

والدین کے خلاف شرع احکام

﴿سوال﴾:
کسی پیر یا شہید یا استاد یا باپ کا قول خلاف شرع مگر دنیاوی کوئی مصلحت ہو تو مان لے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
خلاف شرع کسی کا قول ماننا درست نہیں جو قول ماننا بحکم شرع درست ہے وہ ماننا جائز ہے ورنہ ہرگز درست نہیں (۴)۔



والدین اور مرشدین میں اگر اختلاف ہو جائے

﴿سوال﴾:
اتفاقاً اگر مرشد اور والدین میں کوئی نقیض ونزاع واقع ہو جاوے اور باہم صلح کرانا بھی ممکن نہ ہو تو کیا کرے اور کس کی طرفداری کرے درانحالیکہ مرشد کہے والدین کو چھوڑ دے اور والدین کہیں مرشد کو چھوڑ دے اور یہ مرشد بھی کامل ہو اور خلاف شرع بھی کوئی کام نہ کرتا ہو؟

﴿جواب﴾:
اگر مرشد حق کہے تو اس کا چھوڑنا گناہ ہے والدین کی اطاعت اس میں نہ کرے اور والدین کی خدمت اور امر مباح کا تسلیم کرنا بھی واجب ہے ترک اس کا گناہ ہے مرشد کے

(۴): عن النواس بن سمعان، قال: قال رسول اللہ ﷺ: لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. (مشکاة المصابیح، کتاب الامارة و القضاء، الفصل الثانی، ص: ۳۲۱، ط، قدیمی کتب خانه)

کہنے سے گناہ بھی نہ کرے۔



خفیہ نکاح کرنے کے بعد بیوی سے احکام شرع کی تعمیل کرانا

﴿سوال﴾:

مسئلہ اگر کسی نے عورت سے نکاح خفیہ کرلیا ہو لیکن بوجہ اخفائے امور وغیرہ کے احکام شرع کی تعمیل وہ نہ کراسکتا ہو تو اس صورت میں دیوث ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس نے کسی عورت سے نکاح کرلیا خواہ خفیہ یا ظاہرا اگر وہ اس کے بارہ میں احتیاط نہ کرے گا دیوث ہوگا (۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



زنا حقوق اللہ میں ہے کہ حقوق العباد میں

﴿سوال﴾:

مسئلہ عورت شوہر دار اور عورت لاوارث کسبی وغیرہ ہر سہ عورت کیساتھ زنا میں کیا تفاوت ہے ان میں کس کے ساتھ زنا کرنا حق اللہ ہے اور کس کیساتھ زنا کرنا حق العبد ہے؟

﴿جواب﴾:

زنا ہر سہ قسم کے ساتھ حق اللہ ہے حق العبد نہیں ہے (٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



---

(۵):تحرم الجنة على الديوث هو من لايغار على أهله. (مجمع بحار الأنوار، ج: ۲، ص: ۲۱۹، ط، مجلس دائرة المعارف العثمانيه حيدر آباد دكن الهند)

(٦):في الموسوعة الفقهية: قسم فقهاء الحنفية الحقوق باعتبار عموم النفع وخصوصه الى أربعة أقسام.....القسم الأول حقوق الله تعالى الخالصة: حق الله

مہر بخشوانے کا طریقہ

﴿سوال﴾:

مہر بخشوانے کے واسطے کوئی خاص شرائط کی طرفین سے ضرورت ہے زوجہ خلوت میں مہر زوج کو بخش دے تو معاف ہو جاے گا یا نہیں کوئی نقصان تو نہ رہے گا زیادہ والسلام

﴿جواب﴾:

مہر بخشوانے کے لئے کوئی شرط درکار نہیں ہے صرف اس کا معاف کر دینا معاف کافی ہے(۷)۔



تعالی: مایتعلق به النفع العام للعالم، فلایختص به أحد، وانما هو عائد على مجموع الأفراد والجماعات، وانما ينسب هذا الحق الى الله تعالى تعظيما، أولئک لایختص به أحد من الجبابرة، کحرمة البيت الحرام الذى يتعلق به مصلحة العالم، وذلک باتخاذه قبلة لصلواتهم، ومثابة لهم، وكحرمة الزنى لما يتعلق بها من عموم النفع فى سلامة الأنساب، وصيانة الفراش. (الموسوعة الفقهية، ج: ١٨، ص: ١۴)

(۷):فى الدر المختار: وصح حطها لكله أو بعضه عنه قبل أو لا.

وفى الشامية تحته: (وصح حطها) الحط: الاسقاط كما فى المغرب، وقيد بحطها لأن حط أبيها غير صحيح لوصغيرة، ولو كبيرة توقف عن اجازتها، ولابد من رضاها. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فى حط المهر والابراء منه، ج: ۴، ص: ٢۴٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى الهداية: وان حطت عنه من مهرها صح الحط، لأن المهر بقاء حقها. (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر، ج: ٣، ص: ۵٨، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

محلّہ کی مسجد کی بجائے جامع مسجد کو جانا

﴿سوال﴾:

مسجد محلّہ چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مسجد محلّہ چھوڑ کر جامع مسجد میں نہ جانا چاہئے البتہ احیاناً ایسی حالت میں کہ جماعت مسجد محلّہ میں اس کے چلے جانے سے حرج نہیں آتا مضائقہ نہیں ہے کہ جامع مسجد میں نماز پڑھ لیا کرے (۸)۔



والدین کے احکام کی تعمیل کے حدود

﴿سوال﴾:

اگر والدین کہیں کہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو تو ضرور ہے کہ چھوڑ دے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

زوجہ کو چھوڑ دے مگر اولاد کو چھوڑنا درست نہیں ہے (۹)۔



---

(۸):فی غنیة المستملی: ومسجد حیه وان قل جمعه افضل من الجامع وان کثر جمعه. (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی، فصل فی احکام المسجد، ص: ۶۱۳)

(۹):فی نفع المفتی: الاستفسار: اذا أمر الوالد بطلاق الزوجة، وهی مرغوب الطبع، فهل یجب الطلاق؟

الاستبشار: نعم، یجب التطلیق متابعة للوالد، ورضاء له، فقد ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد. (نفع المفتی

ہمسایہ کے حقوق بنا میں کیا کیا ہیں

﴿سوال﴾:

ایک شخص نے مکان نیا بنایا اور اس کا پرنالہ ہمسایہ کی جانب کو کیا وہ لوگ بوجہ اس شخص کی زبردستی کے کچھ نہ کہہ سکے منع کیا بھی مگر بند نہ کر سکے اگر یہ شخص فقط پانی اپنی چھت کا اس طرف کو جاری رکھے کسی قسم کا قبضہ اراضی پر نہ کرے نہ چاہے بلکہ وصیت نامہ اپنے پال لکھ کر رکھے میں پانی جاری کرنے کا اس طرف کو مستحق ہوں باقی کسی قسم کا اراضی سے سوا پانی جاری کرنے کے کچھ نفع میرے بعد جس کو بھی یہ مکان منتقل ہو کچھ منصب نہیں ہے اگر یہ شخص پانی روک دے اور پرنالہ بند کردے مگر اس کے گھر سے نشان نہ توڑوادے کیونکہ نصف حق اراضی میں اس کا بھی ہے تاکہ بعد نشان کے ٹٹیاں بھی دیوار پر نہ ڈالنے دیں گے اور اس نشان کا بھی ایک وصیت نامہ تحریر کردے کہ میں اس جانب کو سوائے ٹٹیاں ڈالنے پانی وغیرہ کا مستحق نہیں ہوں یہ نشان پرنالہ کا ناحق ہے اس پر کوئی آدمی جس پر یہ مکان منتقل ہو وہ کچھ دعویٰ نہ کرے اب بعد اس وصیت نامہ کے جو اس کے پاس رکھا ہوا تھا اس کے ورثہ نے اس

والسائل، كتاب الحظر والاباحة، مايتعلق باطاعة الوالدين، ص: ١٦٨، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

في ملتقى الأبحر: ونفقه الطفل الفقير على أبيه لايشاركه فيها أحد كنفقة الأبوين والزوجة.

وفي مجمع الأنهر تحته: (لايشاركه) أي الأب (فيها) أي في الفنقة (أحد) من الأم، وغيرها من ظاهر الرواية لقوله تعالى: ﴿وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف﴾ [البقرة: ٢٣٣] فهي عبارة في ايجاب نفقة المنكوحات اشارة الى أن نفقة الأولاد على الأب. (مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر، كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل نفقة الطفل، ج: ٢، ص: ١٩١، ١٩٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

پرنالہ کو جاری کیا اور زمین بھی اس نے دعویٰ سے لے لی ہو وصیت نامہ تحریر کنندہ کچھ عنداللہ مواخذہ دار ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر اس کی زمین اس طرف چھوٹی ہوئی ہے تو اس کو پرنالہ اتارنے کا حق ہے اور اگر اس کی زمین اس طرف چھوٹی ہوئی نہیں ہے تو وہ پرنالہ نہیں اتار سکتا اس صورت میں اس طرف پرنالہ اتارنا سراسر ظلم ہے اور وصیت نامہ لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا یہ امر بے جا خلاف منشاء مالک ہر حال حرام ہے (۱۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



میت کے حقوق کی ادائی

﴿سوال﴾:

میت پر جو حقوق اللہ اور مثل فرائض واجبات کے ہوں اگر وارثان ادا کریں تو ساقط ہو جاویں گے یا نہیں اور طریقہ اسقاط مروجہ عوام جو حیلہ وغیرہ کرتے ہیں اس کا وجود خیر القرون میں تھا یا نہیں باوجود نہ ہونے کے بدعت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

---

(۱۰):فی الهداية: ومن اشترى بيتا في دار، أو منزلا، أو مسكناً لم يكن له الطريق الا أن يشتريه بكل حق هوله، أو بمرافقه، أو بكل قليل وكثير، وكذا الشرب والمسيل.

وفي هامشه: قوله "لم يكن له طريق" يعني الطريق الخاص في ملك انسان، فأما طريقها الى سكة غير نافذة، والى طريق عام يدخل، وكذا ما كان لها من حق مسيل الماء، أو حق القاء الثلج في ملك انسان، فلايدخل، كذا في شرح الطحاوي رحمه الله. (الهداية، كتاب البيوع، باب الحقوق، المجلد الثالث، جزء۵، ص: ۲۰۴، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

حقوق مالیہ تو ادائے حقوق سے ادا ہو سکتے ہیں اور حقوق بدنیہ جیسے نماز روزہ تو ہر نماز اور روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو ادا کرنے سے امید ادا ہے انشاء اللہ باقی رہا یہ اسقاط مروجہ محض لغو اور بیہودہ حیلہ ہے اور اس کا خیر القرون میں کچھ اثر نہیں ہے(۱۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



بزرگان دین سے حق تلفی کا مواخذہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص ہمیشہ صوم داؤدی رکھتا ہے اور تہجد اور نوافل بھی کل پڑھتا ہے اور درویشی بھی خوب کرتا ہے اور اچھا پہنتا ہے اور چار نکاح بھی اس نے کئے ہیں اور یاد خدا بھی ہر وقت کرتا ہے اور ایک شخص نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ اپنے والدین سے اور اپنی زوجہ سے

---

(۱۱):فی الدر المحتار: ولو مات وعليه صلوات فائتة و أوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم.

وفي الشامية تحته: قوله:(نصف صاع من بر) أى أو من دقيقه أو سويقه، أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أو قيمته، وهي أفضل عندنا لاسراعها بسد حاجة الفقير. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت، ج:۲،ص: ۵۳۲،۵۳۳، ط، دارعالم الكتب رياض)

وفي الشامية ايضاً: وبه ظهر حال وصايا أهل زماننا، فان الواحد منهم يكون في ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكاة وأضاح وأيمان ويوصى لذلك بدارهم يسيرة، ويجعل معظم وصيته لقراءة الختمات والتهاليل التى نص علماؤنا على عدم صحة الوصية بها. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، ج:۲،ص: ۵۳۴، ط، دارعالم الكتب رياض)

تعلق کامل رکھتا ہے اور درحقیقت اس کو اپنے متعلقین کا ہونا ہی بار ہے اور یہ شخص عاقل ہے نہ مجذوب بلکہ اس کے ذہن میں یہ بات سما گئی ہے کہ سوائے یاد خدا کے کچھ باقی نہ رہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہو نہ مال ہو نہ کھانا ہو نہ اہل عیال ہوں نہ والدین ہوں نہ عزیز وا قارب ہوں کسی سے کچھ تعلق نہ ہو تہجد ہو تلاوت ہو یاد خدا ہو اور کچھ نہ ہو سب سے کنارہ ہو تو اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ ان دونوں شخصوں میں کون زیادہ بہتر ہے اور یہ شخص دوم کہ جس نے بالکل تعلقات دنیوی ترک کر دیئے ہیں اس سے اس کے متعلقین اور والدین کے کھانے کیواسطے جائداد قدیمی بہت موجود ہے ان کو کسی بات کی تکلیف نہیں ہے؟

﴿جواب﴾:

حق تلفی کا مواخذہ بزرگ سے بھی ہووے گا اور ہر شخص کا حال متفاوت ہے اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ کون افضل ہے افضل وہ ہے کہ جس کا تقرب الی اللہ تعالیٰ زیادہ ہو(۱۲) بعض کو تعلقات مانع ہیں اور بعض کو مانع نہیں بلکہ بعض کو معین ہیں اور پھر نسبت کا تفاوت ہے پس ایسے امور کا فیصلہ ممکن نہیں اسی ہی سبب سے حالات مشائخ کے بھی مختلف رہے ہیں۔



دستوری کے احکام

﴿سوال﴾:

کوئی شئے بیع کی مشتری کے ہمراہ ملازم وغیرہ نے کہا کہ ہمیں دستوری دو ایسے وقت دینی پڑتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱۲):عن أبی هريرةؓ أن النبیﷺ سئل: من أكرم الناس؟ فقال: يوسف بن يعقوب بن اسحاق بن ابراهيم. قالوا: ليس عن هذا نسالک، قال: فأكرمهم عند اللّٰه أتقاهم.الخ. (الجامع لاحكام القرآن، ج: ۱۹، ص: ۴۱۸، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

جواب:

جہاں کا عرف ورواج دستوری لینے دینے کا ہو اور بائع ومشتری دونوں کو معلوم ہو وہاں تو دینی چاہئے اور جہاں یہ بات نہ ہو وہاں دینے والے کو اختیار ہے دے یا نہ دے (۱۲)۔فقط۔



(۱۲): فی الهداية: ما لم ينص عليه فهو محمول على عادات الناس. (ج: ۳، ص: ۳۸۰)

ملفوظ

نمازی کے نیچے سے بوریا کھینچنا

﴿۱﴾ نمازی کے نیچے سے بوریا کھینچنا تعدی کر کے ظلم ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ الظلم ظلمات یوم القیامة (۱۳) بوریا مسجد کا کسی کی ملک نہیں جو پہلے اس پر کھڑا ہو گیا وہ دوسرے سے احق ہے پس اس کو ڈھکیلنا اور بوریا چھین لینا ظلم ناحق ہے (۱۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۱۳): (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامة، ص: ۴۸۵، رقم: ۲۴۴۷، ط، دار السلام ریاض)

(۱۴): فی الدر المختار: ولیس له ازعاج غیره منه.

وفی الشامیة تحته: قوله: (لیس له الخ) قال فی القنیة: له فی المسجد موضع معین یواظب علیه، وقد شغله غیره. قال الأوزاعی: له أن یزعجه، ولیس له ذلک عندنا. أی لأن المسجد لیس ملکا لأحد، بحر عن النهایة....وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی: وکذا کل مایکون المسلمون فیه سواء کالنزول فی الرباطات، والجلوس فی المساجد للصلاة الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فیمن سبقت یده الی مباح، ج: ۲، ص: ۴۳۶، ط، دار عالم الکتب ریاض)

کتاب آداب اور معاشرت کے مسائل

کھانے کے پہلے اور بعد میں ہاتھ کا دھونا

﴿سوال﴾:
قبل غذا اور بعد غذا اگر ہاتھ پاک صاف ہو تو بھی ضرور دھووے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
قبل غذا ہاتھ دھونا ضرور نہیں ہے البتہ ادب ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم



سونے کے بعد اٹھ کر ہاتھ دھونا

﴿سوال﴾:
بعد سونے کے اگر ہاتھ پر نجاست کا شک ہو تو دھونا ہاتھوں کا مسنون ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہو تب بھی سونے کے بعد وضو میں دھونا مسنون ہے(۲)۔فقط



---

(۱):فی التاتارخانية: ويستحب غسل اليدين قبل الطعام، فان فيه بركة، وفی البرهانية: والسنة أن يغسل الأيدی قبل الطعام وبعده، وفی واقعات الناطفی: الأدب فی غسل الأيدی قبل الطعام أن يبدأ بالشبان ثم الشيوخ، الخ. (الفتاوی التاتارخانية، كتاب الكراهية، الفصل الثانی عشر فی الكراهة فی الاكل ومايتصل به، ج: ۱۸، ص: ۱۳۵، ط، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲):فی الموسوعة الفقهية: يستحب بعد الاستيقاظ من النوم

سونے کے بعد اٹھ کر ہاتھوں کا دھونا

﴿سوال﴾:
بعد سونے کے اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہو تو دھونا ہاتھوں کا مسنون ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہو تب بھی سونے کے بعد ہاتھوں کا دھونا مسنون ہے(۳)۔



بغیر طب پڑھنے کے اپنا اور دوسروں کا علاج کرنا

﴿سوال﴾:
جس شخص کی تحصیل علم و مطب کافی نہ ہو اور شفا بہانہ دوا پر اعتقاد ہو اور اپنے مرض کا بھی علاج کرتا ہو یقین کامل ہو کہ اللہ شافی مطلق ہے اور بوجہ اس توکل کے بلا تشخیص کے مریض کا علاج کرے عنداللہ مواخذہ دار ہے یا نہیں اور خاص اپنے ترک علاج سے مصیب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
بغیر واقفیت معالجہ کرنا درست نہیں ہے اور اپنا علاج نہ کرنا درست ہے(۴)۔
فقط



أمور.....ومنها غسل اليدين. (الموسوعة الفقهية، ج: ۴۲، ص: ۱۹)

(۳):تقدم تخريجه فى الحاشية السابقة.

(۴):عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده أن رسول اللهﷺ قال: من تطبب ولا يعلم منه طب فهو ضامن. (سنن أبي داؤد، كتاب الديات، باب فيمن

بغیر سند کے علاج کرنا

﴿سوال﴾:
جو شخص فارسی پڑھا ہوا طب کا علاج مریضاں کا کرے اور مطب بھی کیا ہو اور تشخیص مرض بھی بخوبی کرتا ہو مگر سند اس زمانہ کے حکماء کی نہ ہو تو بغیر سند اگر وہ علاج کرے تو ہو گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور اس شخص نے اپنے استاد سے بخوبی علم طب فارسی میں پڑھا ہے؟

﴿جواب﴾:
ایسے شخص کو جس کا حال درج سوال ہے علاج کرنا درست ہے ہرگز گناہ نہیں اور سند کی حاجت نہیں فن طب سے ماہر ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



طبیب کی صفات

﴿سوال﴾:
حضور نے جو لکھا ہے کہ علاج مریض جب جائز ہے جب کہ ظن غالب صواب ہو ورنہ جائز نہیں تو یہ ظن کس درجہ کے طبیب کا معتبر ہے؟

﴿جواب﴾:
یہ ظن غالب اسی شخص کا معتبر ہے جو فی الجملہ علم اور تجربہ بھی رکھتا ہو جاہل محض اور ناواقف کا ظن معتبر نہیں ہے۔ ایسے طبیب کے شروط اور تعریف کو کیا لکھوں جو اہل علم اور واقف ہے وہ طبیب ہے اور اسی کے غلبہ ظن کا اعتبار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم



تطبب ولایعلم منه طلب فأعنت، ص: ٦٤٨، رقم: ٤٥٨٦، ط، دارالسلام ریاض)

بدعتیوں اور مشرکوں سے تعلقات رکھنا

﴿سـوال﴾:

بدعتی اور مشرکوں کا کوئی کام یا حاجت پوری کرنے سے یا اخلاق سے باتیں کرنے سے کچھ ثواب ہے یا عذاب بلکہ اخلاق ورسم سے تو فائدہ نصیحت وغیرہ کا معلوم ہوتا ہے اور ترشروئی سے تو یہ متصور نہیں اور کلام کا نہ ہونا بالکل محروم نصیحت سے رکھنا ہے اور شرکت جنازہ سے تجہیز وتکفین مراد ہے یا جنازہ کے ساتھ جانا ہے اگر بدعتی کے جنازہ کی شرکت نہ کرے تو ثواب ہے؟

﴿جواب﴾:

جو شخص بوجہ گناہ ترک کرے گا اس کو زیادہ ثواب ہے اور جو بوجہ طعنہ یا کفایت وغیرہ ترک کرے گا تو اگر خدمت کا ثواب اس کو نہ ہو مگر گناہ سے وہ بچ گیا (۵)۔فقط



---

(۵):عن أنس بن مالکؓ، أن رسول اللہ ﷺ قال: لاتباغضوا، ولاتحاسدوا، ولاتدابروا، وکونوا عباد اللہ اخواناً، ولایحل لمسلم أن یهجر أخاہ فوق ثلاث لیال. وفی البذل تحت هذا الحدیث: قال السیوطیؒ: والمراد حرمة الهجران اذا کان الباعث علیه وقوع تقصیر فی حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، کاغتیاب، وترک نصیحة، وأما ماکان من جهة الدین والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الی وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، رقم: ۴۹۱۰، ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

بدعتی نمازیوں کی امام کو خاطر تواضع کرنا

﴿سوال﴾:

اگر نمازیان مسجد بدعتی ہوں مگر بوجہ اس کے کہ اخلاق اور محبت ان سے کرنے سے وہ میری امامت سے خوش رہیں گے ورنہ بغض رہے گا اور جماعت میں فساد پڑھے گا۔لہذا ان سے سلام واخلاق وغیرہ کرنا اولیٰ ہے یا نہ کرنا؟

﴿جواب﴾:

اس وجہ سے مدارات درست ہے(٦)۔



احسان کر کے ظاہر کرنا

﴿سوال﴾:

احسان کیا اور بوجہ ازدیاد محبت یا بغرض عوض اس کا اظہار کیا یا باہمی رسم جاری کرنے کو ظاہر کر دیا تو کچھ ثواب اظہار سے کم ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر لوجہ اللہ نیت خیر سے ایک کام کو ظاہر کر دے تو مضائقہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ازدیاد خیر ہے(۷)۔فقط



(٦):فی الدرالمختار: لو قال لذمی أطال اللّٰہ بقاء ک: ان نوی بقلبہ لعلہ یسلم أو یؤدی الجزیة ذلیلاً فلابأس بہ.

وفی الشامیة تحتہ: والظاھر أن الذمی لیس بقید. (ردالمحتار علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج: ۹، ص: ۵۹۲)

(۷):عن أبي هريرةؓ قال: قلت: يا رسول اللّٰه! بينا أنا في بيتي في مصلای، اذ

زوجہ کو کب تک نماز کی نصیحت کرے

﴿سوال﴾:

کتنے دنوں تک ضرور ہے کہ خاوند زوجہ کو نماز کی نصیحت کرے جبکہ عرصہ تک نصیحت کرتا ہو اور وہ نہ مانے بعدہٗ کہنا چھوڑ دے تو گنہگار شوہر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر ماننے سے مایوس ہو جاوے تو چھوڑنے سے گنہگار نہیں ہے اور دنوں کی کچھ تعداد نہیں ہے (۸)۔ فقط



دخل علی رجل، فأعجبنی الحال التی رآنی علیها، فقال رسول اللهﷺ رحمک الله یا أباهریرةؓ! لک أجران: أجر السر وأجر العلانیة. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: (و أجر العلانیة) أی للاقتداء بک أو لفرحک بالطاعة وظهورها منک. (مرقات المفاتیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، ج: ۹، ص: ۵۰۷، رقم: ۵۳۲۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸): فی التاتارخانیة: وذکر الفقیه ابو اللیث: ان الأمر بالمعروف علی وجوه، ان کان یعلم بأکبر رأیه أنه لو امر بالمعروف یقبلون ذلک منه ویمتنعون عن المنکر، فالأمر واجب علیه ولایسعه ترکه......ولو علم أنهم لایقبلون منه ولایخاف منهم ضرباً ولاشتما، فهو بالخیار، والأمر أفضل. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والأمر بالمعروف، ج: ۱۸، ص: ۱۹۳، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

ملفوظات

اندیشہ ضعف ہوتو غذا تر وقوی کھانا

﴿۱﴾ اگر غذا تر اور قوی کھالیوے تو بہتر ہے کہ اندیشہ ضعف سے اطمینان ہو جاوے فقط۔



سنت وفرض فجر کے درمیان تھوڑی دیر سو جانا

﴿۲﴾ سنت وفرض فجر کے درمیان اگر تھوڑی دیر لیٹ جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے بلکہ اگر رات کو زیادہ جاگنے کا اتفاق ہوا ہے تو دفع تکان کی وجہ سے بہتر ہے(۹)۔ فقط



(۹):عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول اللهﷺ اذا صلی أحدکم رکعتی الفجر فلیضطجع علی یمینه. وفی العرف الشذی تحت هذا الحدیث: قیل: الاضطجاع سنة، وهو قول الشافعیة، ونقول بالاباحة، ونومه علیه الصلاة والسلام لم یکن علی طریق العبادة، أقول: لو تأسیٰ واقتدی أحد بعبادته علیه الصلاة السلام من الضجع فلابد من أنه یحرز الثواب. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، ج: ۱، ص: ۳۹۶، ۳۹۷، رقم: ۴۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

مصادر و مراجع

۱) **كتاب الله.**

۲) **تفسير ابن كثير.** للحافظ أبى الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدمشقیؒ۔

۳) **الجامع لأحكام القرآن.** للعلامة أبى عبدالله محمد بن أحمد بن أبى بكر القرطبیؒ

٤) **احكام القرآن.** للعلامة أبى بكر احمد بن على الرازى الجصاص الحنفیؒ۔

۵) **احكام القرآن للتهانویؒ.** للعلامة ظفر احمد التهانویؒ

٦) **الدر المنثورفى التفسير بالمأثور.** للعلامة جلال الدين السيوطیؒ۔

۷) **الحواشى المفيدة على التفسير البيضاوى.** للعلامة عبدالكريم الكورائیؒ۔

۸) **تفسير مظهرى.** للعلامة قاضى ثناء الله پانى پتیؒ۔

۹) **التفسير المأمون على منهج التنزيل والصحيح المسنون.** للعلامة مأمون حموس۔

۱۰) **فتح الرحمٰن فى تفسير القرآن.** للعلامة القاضى مجير الدين بن محمد الحنبلى رحمه الله تعالى۔

۱۱) **روح المعانى.** للعلامة أبى الفضل شهاب الدين السيد محمود الالوسى البغدادیؒ۔

۱۲) **تفسير المراغى** للعلامة احمد مصطفى المراغیؒ۔

۱۳) **صحيح البخارى.** للامام أبى عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى الجعفیؒ۔

١٤) **صحيح مسلم**. للامام أبى الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيرى النيسابورىؒ۔
١٥) **سنن أبى داؤد**. للامام أبى داؤد سليمان بن الأشعث بن اسحاق الازدى السجستانىؒ۔
١٦) **جامع الترمذى**.للامام أبى عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذىؒ۔
١٧) **مسند احمد**.للامام احمد بن حنبلؒ۔
١٨) **المعجم الكبير للطبرانى**. للحافظ أبى القاسم سليمان بن احمد الطبرانىؒ۔
١٩) **المعجم الأوسط للطبرانى**. للحافظ أبى القاسم سليمان بن احمد الطبرانىؒ۔
٢١) **كنز العمال**.للعلامة علاء الدين على المتقى بن حسام الدين الهندىؒ۔
٢٢) **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**. للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمىؒ۔
٢٣) **الجامع لشعب الايمان**.للحافظ أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقىؒ۔
٢٤) **المسند الجامع**. للجنة من علماء العرب۔
٢٥) **موسوعة ابن أبى الدنيا**.للعلامة ابن أبى الدنياؒ۔
٢٦) **المصنف لابن أبى شيبة**. للحافظ أبى بكر عبدالله بن محمد بن ابراهيم ابن أبى شيبةؒ۔
٢٧) **مشكوة المصابيح**.للعلامة محمد بن عبدالله الخطيب التبريزىؒ۔
٢٨) **عمدة القارى**. للعلامة بدرالدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى الحنفىؒ۔
٢٩) **فيض البارى على صحيح البخارى**. للامام العصر العلامة محمد انور

الكشميرىؒ۔

٣٠) **الابـواب و التـراجم لصحيح البخارى**. لشيـخ الـحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوىؒ۔

٣١) **كشف البـارى عما فى صحيح البخارى**. لشيـخ الحديث العلامة سليم الله خانؒ

٣٢) **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**. للعلامة أبى زكريا يحيىٰ بن شرف النووىؒ۔

٣٣) **موسوعة فتح الملهم**.لشيخ الاسلام العلامة شبير احمد العثمانىؒ۔

٣٤) **تكلمة فتح الملهم**. لشيخ الاسلام العلامة محمد تقى العثمانى۔

٣٥) **اكـمال المعلم بفوائد مسلم**. لـلحافظ أبى الفضل عياض بن موسى بن عياضؒ۔

٣٦) **البـحـر الـمـحـيـط الثـجـاج فـى شـرح صـحـيـح الامـام مسلم بن الحجاج**.للعلامة محمد ابن الشيخ على بن آدم الولوى۔

٣٧) **بـذل الـمـجـهـود فيحـل سـنـن أبـي داؤد**. لـلـعـلامة خـليـل احـمـد السهانفورىؒ۔

٣٨) **فتـح الـمـلـک الـمعبود تكلمة المنهل العذب المورود**.لـلعلامة امين محمود خطاب۔

٣٩) **فتح الودودفى شرح سنن أبى داؤد**. للعلامة أبى الحسن السندىؒ۔

٤٠) **الكوكب الدرى على جامع الترمذى**.للعلامة رشيد أحمد الكنكوهىؒ۔

٤١) **الـعرف الشذى شرح سنن الترمذى**. لـلامام العصر العلامة محمد انور الكشميرىؒ۔

٤٢) **مـعـارف الـسـنن شرح جامع الترمذى**. لـلـعلامة السيد محمد يوسف

البنوریؒ۔

۴۳) **تحفة الأحوذی بشرح الترمذی.** للعلامة أبی العلی محمد عبدالرحمٰن بن عبدالحیم المبارکفوریؒ۔

۴۴) **اهداء الدیباجة بشرح سنن ابن ماجة.** للعلامة أبو صهیب صفاء الضوی العدوی۔

۴۵) **مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة.** للعلامة جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی رحمه اللّٰه تعالی۔

۴۶) **اوجز المسالک الیٰ مؤطا امام مالک.** لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندهلویؒ

۴۷) **فتح المنان شرح المسند الجامع.** للعلامة أبی عاصم نبیل بن هاشم الغمریؒ۔

۴۸) **مرقاة المفاتیح.** للعلامة الشیخ علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

۴۹) **التعلیق الصبیح علی مشکاة المصابیح.** للعلامة محمد ادریس الکاندهلویؒ۔

۵۰) **اعلاء السنن.** للعلامة ظفر احمد العثمانی التهانویؒ۔

۵۱) **نصب الراية.** للعلامة جمال الدین أبی محمد عبداللّٰه بن یوسف بن محمد بن أیوب بن موسی الحنفی الزیلعیؒ۔

۵۲) **المدخل لابن الحاج.** للعلامة أبی عبداللّٰه محمد بن محمد بن محمد العبدری المالکیؒ

۵۳) **احیاء علوم الدین.** للعلامة أبی حامد محمد بن محمد الغزالیؒ۔

۵۴) **الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان.** للعلامة الامیر علاء الدین بن بلبان الفارسیؒ۔

۵۵) **حاشية مشكوة المصابيح**. للعلامة احمد على السهانفوريؒ۔

۵۶) **فيض القدير شرح الجامع الصغير**. للعلامة محمد عبدالرؤف المناويؒ۔

۵۷) **جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم**. للعلامة زين الدين أبى الفرج عبدالرحمٰن بن شهاب الدين الشهير بابن رجبؒ۔

۵۸) **تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى**. للحافظ أبى الفضل عبدالرحمٰن بن أبى بكر جلال الدين السيوطيؒ۔

۵۹) **الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة**. للعلامة محمد عبدالحى اللكنويؒ۔

۶۰) **تبيين العجب بما ورد فى شهر رجب**. للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانيؒ۔

۶۱) **الغنية لطالبى طريق الحق عزوجل**. لشيخ عبدالقادر بن أبى صالح الجيلانيؒ۔

۶۲) **ماثبت بالسنة فى الايام السنة**. لشيخ عبدالحق الدهلويؒ۔

۶۳) **طبقات ابن سعد**. للعلامة أبى عبدالله محمد بن سعد البصريؒ۔

۶۴) **طرح التثريب فى شرح التقريب**. للعلامة ولى الدين أبى زرعة العراقيؒ۔

۶۵) **المبسوط السرخسى**. للعلامة شمس الدين أبى بكر محمد بن أبى سهل السرخسيؒ۔

۶۶) **شرح كتاب السير الكبير**. للعلامة شمس الدين أبى بكر محمد بن أبى سهل السرخسيؒ۔

۶۷) **مختصر القدورى**. للعلامة أبى الحسين أحمد بن محمد أحمد البغداديؒ۔

۶۸) **بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع**. للعلامة علاء الدين أبى بكر بن

مسعود الکاسانی الحنفیؒ۔

۶۹) **الفتاوی الخانیة.** للامام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانیؒ۔

۷۰) **الفتاوی التاتارخانیة.** للعلامة فرید الدین عالم بن العلاء الدهلوی الهندیؒ۔

۷۱) **الفتاوی الزازیة.** للعلامة حافظ الدین محمد بن محمدبن شهاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفیؒ۔

۷۲) **الفتاوی العالمکیریه.** للجنة من علماء الهند۔

۷۳) **الاختیارلتعلیل المختار.** للعلامة عبداللّٰه بن محمود بن مودود الموصلی الحنفیؒ۔

۷۴) **ردالمحتار.** للعلامة محمد امین بن عمر عابدین الشهیر بابن عابدینؒ۔

۷۵) **الدر المختار.** للعلامة محمد بن علی الحصکفیؒ۔

۷۶) **فتح القدیر.** للعلامة کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام الحنفیؒ۔

۷۷) **المحیط الرهانی.** للعلامة ابی المعالی محمود بن احمد بن مازةؒ۔

۷۸) **تحفة الفقهاء.** للعلامة علاء الدین السمرقندی رحمه اللّٰه تعالی۔

۷۹) **مجمع الانهرفی شرح ملتقی الابحر.** للعلامة عبدالرحمٰن بن محمد الکلیبولیؒ۔

۸۰) **الهدایة.** للامام برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر المرغینانیؒ۔

۸۱) **البنایه شرح الهدایة.** للعلامة بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی الحنفیؒ۔

۸۲) **ملتقی الابحر.** للعلامة ابراهیم بن محمد بن ابراهیم الحلبیؒ۔

٨٣) **الدر المنتقى.** للعلامة محمد بن على الحصكفىؒ۔

٨٤) **الأشباه والنظائر.** للعلامة زين العابدين ابراهيم الشيهر بابن نجيم المصرىؒ۔

٨٥) **غمز عيون البصائر شرح كتاب الاشباه والنظائر.** للعلامة السيد أحمد بن محمد الحنفىؒ۔

٨٦) **كنز الدقائق.** للشيخ أبى البركات عبدالله بن احمد بن محمود المعروف بحافظ الدين النسفى رحمه الله تعالى۔

٨٧) **البحر الرائق.** للعلامة زين العابدين ابراهيم الشيهر بابن نجيم المصرىؒ۔

٨٨) **تكملة البحر الرائق.** للعلامة محمد بن حسين بن على الطورى القادرى الحنفىؒ۔

٨٩) **منحة الخالق على البحر الرائق.** للعلامة محمد امين بن عمر عابدين الشهير بابن عابدينؒ۔

٩٠) **تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق.** للعلامة فخر الدين عثمان بن على الزيلعى الحنفىؒ۔

٩١) **حاشية الشلبى على تبيين الحقائق.** للعلامة احمد بن يونس الشلبى الحنفىؒ۔

٩٢) **النهر الفائق.** للعلامة سراج الدين عمر بن ابراهيم ابن نجيمؒ۔

٩٣) **الحلال والحرام فى الاسلام.** للعلامة محمد يوسف القرضاوىؒ۔

٩٤) **حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح.** للعلامة سيد احمد الطحطاوىؒ.

٩٥) **حاشية نصب الخباء فى تعين ما عليه الفتوى على الهداية.** للمفتى عبدالحكيم الشاوليكوتى۔

٩٦) **الدرر الحكام فی شرح غرر الاحكام**.للقاضی ملا خسرو الحنفیؒ۔
٩٧) **غنية ذوی الاحكام فی بغية درر الاحكام**. للعلامة ابی الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالیؒ۔
٩٨) **مجلة الاحكام**. للعلامة محمد خالد الاتاسی رحمه اللّٰه تعالی۔
٩٩) **اللباب فی شرح الكتاب**. للعلامة عبدالغنی الغنيمی الميدانی الدمشقی الحنفیؒ۔
١٠٠) **النتف فی الفتاوی**. للعلامة علی بن الحسين أبو الحسين السغدیؒ۔
١٠١) **حلبی كبير**.للعلامة ابراهيم بن محمد بن ابراهيم الحلبیؒ۔
١٠٢) **السراجی فی الميراث**. للعلامة سراج الدين محمد ابن عبدالرشيد الجاوندی الحنفیؒ۔
١٠٣) **احكام القنطرة فی احكام البسملة**. للعلامة محمد عبدالحی اللكنویؒ۔
١٠٤) **الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة**. للعلامة محمد عبدالحی اللكنویؒ۔
١٠٥) **نفع المفتی والسائل**.للعلامة محمد عبدالحی اللكنویؒ۔
١٠٦) **زجر ارباب الريان عن شرب الدخان**. للعلامة محمد عبدالحی اللكنویؒ۔
١٠٧) **سباحة الفكر فی الجهر بالذكر**.للعلامة محمد عبدالحی اللكنویؒ۔
١٠٨) **بحوث فی قضايا فقهية معاصرة**.لشيخ الاسلام محمد تقی العثمانی۔
١٠٩) **اصول الافتاء وآدابه**. لشيخ الاسلام محمد تقی العثمانی۔
١١٠) **الموسوعة الفقهية الكويتية**. للجنة من علماء كويت۔
١١١) **الاعتصام**. للعلامة أبی اسحاق ابراهيم بن موسی بن محمد الشاطبیؒ۔

۱۱۲) **المجموع شرح المهذب.** للعلامة أبی زکریا محی الدین بن شرف النووی۔
۱۱۳) **الحاوی الکبیر.** للعلامة أبی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری۔
۱۱۴) **نور الانوار.** للعلامة أحمد المعروف بملاجیون الصدیقی۔
۱۱۵) **المسائل المهمة فیما ابتلت به العامة.** للمفتی محمد جعفر الملی الرحمانی۔
۱۱۶) **کفایة المفتی.** للمفتی کفایت اللّٰه الدهلوی۔
۱۱۷) **جواهر الفقه.** للمفتی محمد الشفیع العثمانی رحمه اللّٰه تعالی۔
۱۱۸) **امداد المفتین.** للمفتی محمد الشفیع العثمانی رحمه اللّٰه تعالی۔
۱۱۹) **خزینة الفقه.** للمفتی محمد کوثر علی المظاهری۔
۱۲۰) **امداد الفتاوی.** لحکیم الامت محمد اشرف علی التهانوی۔
۱۲۱) **امداد الاحکام.** للعلامة ظفر احمد العثمانی رحمه اللّٰه تعالی۔
۱۲۲) **فتاوی محمودیه.** للمفتی محمود حسن الکنکوهی۔
۱۲۳) **احسن الفتاوی.** للمفتی رشید احمد الدهیانوی نور اللّٰه تعالی مرقدهٗ۔
۱۲۴) **فتاوی قاسمیة.** للمفتی محمد شبیر القاسمی۔
۱۲۵) **فتاوی حقانیه.** لشیخ الحدیث عبدالحق الحقانی۔
۱۲۶) **فتاوی رحیمیه.** للمفتی عبدالرحیم اللاجفوری۔
۱۲۷) **فتاوی دار العلوم دیوبند.** للمفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندی۔
۱۲۸) **نجم الفتاوی.** لشیخ الحدیث نجم الحسن الامروهوی۔
۱۲۹) **فتاوی فریدیه.** للمفتی محمد فرید۔
۱۳۰) **نظام الفتاوی .** للمفتی نظام الدین الاعظمی رحمه اللّٰه تعالی۔

١٣١) **فتاوی دینیه**. للمفتی محمد اسماعیل الکچھولوی دامت برکاتهم۔

١٣٢) **کتاب الفتاوی**. للمولانا خالد سیف الرحمانی دامت برکاتهم

١٣٣) **قاموس الفقه**. للمولانا خالد سیف الرحمانی دامت برکاتهم۔

١٣٤) **فتاوی عثمانی**. للمفتی محمد تقی العثمانی۔

١٣٥) **کتاب المسائل**. للمفتی محمد سلمان المنصورفوری۔

١٣٦) **آپ کے مسائل اور ان کاحل**. للمولانا محمد یوسف الدهیانویؒ۔

١٣٧) **فقهی مقالات**. للمفتی محمد تقی العثمانی۔

١٣٨) **کتاب النوازل**. للمفتی محمد سلمان المنصورفوری۔

١٣٩) **ایضاح المسائل**. للمفتی شبیر احمد القاسمی دامت برکاتهم۔

١٤٠) **اجرت تراویح کا شرعی حکم**. لاحقر العباد محمد خالد الحنفی۔

١٤١) **مجمع بحار الأنوار**. للعلامة محمد طاهر الصدیقی الهندی الفتنی الکجراتیؒ۔

١٤٢) **شرح العقائد النسفية**.للعلامة سعد الدین التفتازنیؒ۔

١٤٣) **حياة الحيوان الكبرى**. للعلامة کمال الدین محمد بن موسی الدمیریؒ۔

١٤٤) **القول الجميل مع شفاء العليل**. للامام الشاه ولی اللّٰہ الدهلویؒ۔

١٤٥) **تاج العروس من جواهر القاموس**.للعلامة السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدیؒ۔